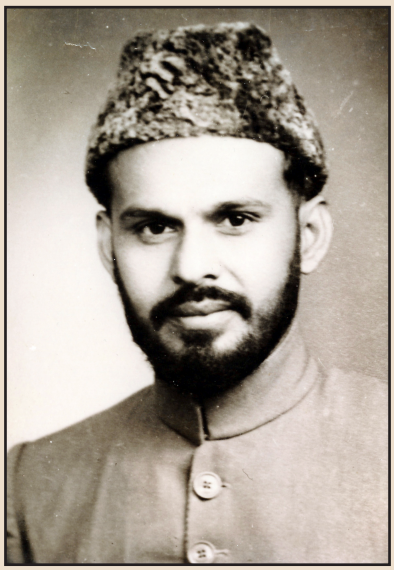
حیاتِ کریمی

سوانح مولانا عبدالکریم شرما مبلغ سلسلہ



سوانح نگار

کاشف محمود ورک

حیاتِ کریمی

سوانح مولانا عبدالکریم شرما صاحب
مبلغ سلسلہ

سوانح نگار

کاشف محمود ورک
مبلغ سلسلہ سویڈن

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب: حیاتِ کریمی سوانح مولانا عبدالکریم شرما مبلغ سلسلہ

مؤلف: کاشف محمود ورک، مبلغ سلسلہ سویڈن

سن اشاعت باراوّل: ستمبر 2024ء

ناشر:

For
Comments, Suggestions and Reviews

Please contact:

kashif10virk@gmail.com
+46704231701

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے سال 1966ء کے ایک خطاب میں فرمایا:

''مَیں تو جب مرکز کی گلیوں میں آپ (مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما) کو دیکھتا ہوں تو مجھے خدا تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ میں جب آپ کو دیکھتا ہوں یا حکیم محمد ابراہیم صاحب کو دیکھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ یہ شخص جس رنگ اور جس شکل میں یہاں پھر رہا ہے اس کی حیثیت اَور ہے۔ لیکن جب یہ تبلیغ کے لئے مرکز سے باہر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے اٹھا کر کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔''

اسی طرح فرمایا:

''مولوی عبدالکریم صاحب شرما جو اِس وقت یہاں بیٹھے ہیں جب تبلیغ کے میدان میں جائیں گے تو اِن کی حیثیت اَور ہو جائے گی۔ وہ وہاں خدا تعالیٰ کے نمائندے ہوں گے، اسلام کے نمائندے ہوں گے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمائندے ہوں گے۔ پس میں اِن سے کہوں گا کہ آپ سے خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں جو ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ آپ کیلئے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ ''

(تحریک جدید ایک الٰہی تحریک۔ جلد چہارم صفحہ 76-77 خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرمودہ 12 اکتوبر 1966)

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	فہرست	
	ابتدائیہ	
	بہت نیک اور مخلص انسان تھے	1
	حصہ اوّل	
	والد ماجد حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کا ذکرِ خیر	6
	حضرت مولوی کرم داد خان صاحبؓ	8
	حضرت عائشہ بیگم صاحبہؓ والدہ ماجدہ مولانا عبدالکریم شرما صاحب	9
	بچپن کی کھیل	10
	دادی کی یادیں	11
	خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریبی تعلق	14
	اعجازی کرتہ حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحبؓ	19
	استاد کی شفقت	20
	الفضل قادیان میں رپورٹر	21
	زندگی وقف کرنے کا واقعہ	22
	خدمتِ خلق کا جذبہ	23
	ٹرین میں تبلیغ کا واقعہ	24
	لوائے احمدیت کی پاسبانی	24

معروف مخالفِ احمدیت کا عبرتناک انجام.کنجروں کے قبرستان میں تدفین	25
مولوی محمد علی صاحب سے مذاکرہ	26
حصّہ دوم	
فوج کا زمانہ	28
فوج کی یادیں	28
بندوق کا نشانہ	29
نہر میں نہانا	30
ہندوؤں کی ہڑتال	32
اہلیہ کا عہد	33
قبولیت دعا کا نشان	35
حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت	36
حصّہ سوم	
افریقہ کیلئے روانگی	40
مشرقی افریقہ میں اسلام احمدیت	42
مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کا آغاز	44
تبلیغ کا سلسلہ شروع	46
یوگنڈا میں احمدیت	47
ٹانگانیکا میں احمدیت	48

مشن کی کامیابیوں کا اعتراف	51
اروشہ میں مشن کا آغاز	54
صوبہ کے حاکم اعلیٰ کا قابلِ ستائش رویہ	57
ڈاکٹر روش سے گفتگو	58
قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت	60
شیعہ مجتہد کی بوکھلاہٹ	61
نیانزہ پراونس میں کام	62
افریقی بزرگ کا واقعہ	64
پادری کے الہام کی حقیقت	65
اسیمبو بے (Asembo Bay) میں قیام	67
ڈپٹی کمیشنر کا فیصلہ	70
مچھروں کی یلغار	71
جھیل میں بالہزاریہ	72
لباس کا معاملہ	73
ڈسٹرکٹ میرو کے احمدی گھرانے	74
اسیولو (ISIOLO) میں تبلیغ	76
ٹانگا پراونس میں کام	78
اوسمبارہ کا خوبصورت علاقہ	78
ٹبورا میں قیام	80

گورنر سے گفتگو	81
قدرت کا ایک عجیب نظارہ	83
دارالسلام میں مستقل دارالتبلیغ کا قیام	83
قبرستان کا معاملہ	85
دارالسلام میں احمدیہ مسجد کی تعمیر	88
معروف شخصیات سے تعارف	90
خلافتِ ثالثہ کے متعلق رؤیا	91
ممباسہ میں تقرری	93
تھیوسافیکل سوسائٹی کے لئے نشان	94
زنجبار کا سفر	96
لاموں کا دورہ	98
یوگنڈا میں تبلیغی جہاد	100
خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان	102
کینیا میں تبدیلی	105
پروٹسٹنٹ سیمنری کے طلباء کی نیروبی مشن میں آمد	105
یونیسکو فورم میں شرکت	106
مسیح کے معجزات	108
عیسائی مناد کو دعا میں مقابلہ کا چیلنج	109
افریقہ میں کس قسم کے سوالات کئے جاتے تھے؟	110

ایک راسخ العقیدہ عیسائی پادری	111
قصابوں کا معائنہ	112
حضرت مصلح موعودؓ کی دعا سے ہوٹل کے مالک کے ہاں بیٹے کی پیدائش	112
جنوں کا نکالنا	113
قیدیوں کو تبلیغ	114
کیا آپ احمدی ہیں؟	115
اہلِ خاندان قادیان کے نام ایک خط	116
روایت مولانا مقبول احمد صاحب ذبیح	117
میدان عمل کے بعض دیگر حالات	118
تنزانیہ میں خدمات	119
ایک نوجوان انگریز ڈاکٹر کے ہاں مذہبی گفتگو	121
یوگنڈا مشن	124
یوگنڈا میں تبلیغ اسلام	125
تعلیم السلام پرائمری اسکول کا افتتاح	126
تبلیغ سفر اور ملاقاتیں	137
جنجہ کا مشن	148
ممباسہ میں تبلیغ	152
مشرقی افریقہ میں سکول قائم کرنے ناممکن نہیں	154

کینیا میں تبلیغ اسلام 159
تھیوسافیکل سوسائٹی میں تقریر 160
افریقہ کے لامذہب 179
ایک انگریز محقق کا مقالہ 185
مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے تحت خدمت 190

حصّہ چہارم

انگلستان میں قیام 191
نیشنل مجلس عاملہ یوکے میں خدمات 192
جامعہ احمدیہ برطانیہ کے پروگراموں میں شرکت 193
خلافت کمیٹی کی رکنیت 199

حصّہ پنجم۔تاثرات

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد فضل لندن 200
مولانا لئیق احمد طاہر صاحب۔مبلغ سلسلہ یوکے، سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ برطانیہ 203
مولانا عبدالباسط شاہد صاحب، مبلغ سلسلہ 207
مولانا نصیر احمد قمر صاحب، مبلغ سلسلہ، ایڈیشنل وکیل الاشاعت 211
مولانا منیر الدین شمس صاحب، مبلغ سلسلہ، ایڈیشنل وکیل التصنیف 216
مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب، مبلغ سلسلہ یوکے 220

محترم سالم عفیف صاحب۔	221
ایک مخلص دوست کا قبول احمدیت (مضمون)	
مولانا بشارت احمد طاہر صاحب، مبلغ سلسلہ کینیا	229
اثمانی موینی گا کوریا صاحب اوکنڈا، کینیا	231
مکرم رفیق احمد حیات صاحب، امیر جماعت احمدیہ یوکے	239
مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب، سابق امیر جماعت احمدیہ یوکے	242
ابا جان کو تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔	254
محترمہ ریحانہ نذیر صاحب، دختر	
مکرم منصور شاہ صاحب نائب امیر جماعت یوکے	261
مکرم الحاج سلیمان موانجے صاحب	262
مکرم جریج سلیمان کاجیہ صاحب	274
مکرم ابراہیم سلیمان کاجیہ صاحب	277
مکرم سید شریف محمد صالح صاحب	278
مکرم عبدالباسط بھٹی صاحب نواسہ مکرم عبدالرشید شرما صاحب	281
ضمیمہ	284
اختتامیہ	287
Timeline	302
فہرست مضامین مولانا عبدالکریم شرما صاحب	304

ابتدائیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سوانح نویسی کی اہمیت کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس لئے ان بزرگوں کا یہ فرض ہے جو سوانح نویسی کیلئے قلم اٹھاویں کہ اپنی کتاب کو مفیدِ عام اور ہر دلعزیز اور مقبول بنانے کیلئے نامور انسانوں کے سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں اور ان کی لائف کو اس طور سے مکمل کر کے دکھلاویں کہ اس کا پڑھنا انکی ملاقات کا قائم مقام ہو جائے۔ تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کیلئے دعا بھی کرے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 159 تا 162 حاشیہ ایڈیشن 1984)

تاریخ نویسی کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ اس کا اقوام کی ترقی کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس سلسلہ میں اپنی معرکہ آراء کتاب ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اقوام کی ترقی میں تاریخ سے آگاہ ہونا ایک بہت بڑا محرک ہوتا ہے اور کوئی ایسی قوم جو اپنی گذشتہ تاریخی روایات سے واقف نہ ہو کبھی ترقی کی طرف قدم نہیں مار سکتی۔ اپنے آباء و اجداد کے حالات کی واقفیت بہت سے اعلیٰ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔'' (اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 247)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے افرادِ جماعت کو اپنے خاندانی بزرگان کے سوانح محفوظ کرنے سے متعلق ایک موقعہ پر ان الفاظ میں تحریک فرمائی:

''اس لئے ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا

چاہئے ان کی بڑائی کیلئے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کیلئے۔ان کی مثالوں کو زندہ کرنے کیلئے ان کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباء واجداد تھے۔اور کس طرح وہ لوگ دین کی خدمت کیا کرتے تھے۔''(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 مارچ 1889)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بے شمار مخلصین کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے بے لوث اور نمایاں خدمات دینیہ بجالائیں۔ان کی قربانیوں کا تذکرہ ہمارے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور ہمارے دلوں میں خدمتِ دین کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ان کی اعلیٰ مثالیں صحیح رنگ میں خدمت کرنے کے راستوں کی نشاندہی بھی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب ان اہم اقتباسات کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔اور اس میں سلسلہ کے ایک عظیم خادم کی سوانح حیات لکھی گئی ہے۔یعنی مولانا عبدالکریم شرما صاحب (مبلغ ایسٹ افریقہ)۔آپ کی پیدائش 1918ء قادیان دارالامان میں ہوئی۔جوانی میں ہی زندگی وقف کرنے کی توفیق ملی اور بعد ازاں جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔کچھ عرصہ فوج میں بھی قوم و وطن کی خدمت کی۔پھر ایک لمبا عرصہ بطور مبلغ سلسلہ ایسٹ افریقہ کے مختلف ممالک کینیا، تنزانیہ اور یوگنڈا میں تبلیغِ اسلام کے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔اس کے بعد مولانا مرحوم کو ایک لمبا عرصہ جماعت احمدیہ برطانیہ میں بھی مختلف جماعتی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔آپ کی وفات 23 جون 2013ء کو ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مولانا عبدالکریم شرما صاحب کی وفات کے موقعہ پر اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 12 رجولائی 2013ء کو ان کی قربانیوں اور خدمتِ دین کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''پس سارے مبلغین کو اس نہج پر اپنی سوچوں کو لانا چاہیے۔ خدمت کا یہ جذبہ ہو، درد ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہو۔ اللہ تعالیٰ سب مبلغین کو وفا کے ساتھ اپنے وقف کو پورا کرنے کی اور خدمات ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرما صاحب کے بھی درجات بلند فرمائے۔ آمین۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب قارئین بالخصوص واقفینِ زندگی کیلئے مفید ثابت ہو۔ آمین

اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے خودنوشت حالات (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل) سے استفادہ کیا گیا۔ اسی طرح روزنامہ الفضل ربوہ کی archives نیز 'تاریخِ احمدیت' مؤلفہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم میں سے تاریخی حوالہ جات اخذ کئے گئے۔ چیدہ چیدہ افراد کے انٹرویوز لئے گئے۔ وکالت تبشیر ربوہ میں مکرم نانا جان کی پرسنل فائل سے استفاذہ کیا گیا۔ ایسٹ افریقہ کی جماعتوں اور وہاں خدمت کرنے والے مبلغین کرام اور احبابِ جماعت سے رابطہ کیا گیا۔ اسی طرح خاکسار جب جامعہ احمدیہ یوکے میں زیرِ تعلیم تھا تو اس وقت باقاعدگی کے ساتھ اپنے بزرگ نانا جان مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے گھر ملاقات کیلئے جاتا رہا اور ان کی صحبت سے مستفیض نیز ان کی یادوں کو محفوظ کرنے کی حقیر کوشش کرتا رہا۔ بہرحال اس عظیم ہستی کی زندگی کی بعض اہم جھلکیاں محفوظ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ اور نانا جان مرحوم سے کئے گئے وعدہ کے مطابق اور ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں بعض احباب کا بالخصوص تعاون رہا جن کیلئے قارئین کی

خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔مکرم ناصر محمود صاحب مبلغ سلسلہ کینیا نے قیمتی معلومات مہیا کیں۔مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب مبلغ سلسلہ قادیان نے کتاب کی تیاری میں ہر مرحلہ پر نہایت خوش اسلوبی اور محنت سے کام کو سرانجام دیا۔محترمہ بشریٰ احمد صاحبہ آف سویڈن نے مسودہ کی نظر ثانی کی۔مکرم بشارت احمد نذیر صاحب آف یوکے نے تصاویر مہیا کیں۔اسی طرح مولانا عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ برطانیہ کا خاکسار مشکور ہے جنہوں نے بڑی توجہ کے ساتھ مسودہ کی نظر ثانی فرمائی اور قیمتی آراء سے نوازا۔**فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

مکرم ومحترم منیر الدین شمس صاحب ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن کی راہنمائی اور آپ کی ٹیم کی محنت اور مسودہ کی درستیوں کے حوالہ سے سعی کا بھی خاکسار بے حد ممنون و مشکور ہے۔نیز مکرم ناصر احمد شمس صاحب وکیل التبشیر ربوہ،مکرم شیخ حارث احمد نائب وکیل التبشیر ربوہ کا بھی خاکسار ممنون ومشکور ہے۔جن کے مشورہ جات کے نتیجہ میں یہ مسودہ بہت بہتر شکل حاصل کر سکا۔**جزاکم اللہ احسن الجزاء**

والسلام

خاکسار کاشف محمود ورک

مبلغ سلسلہ۔سویڈن

نواسہ

''بہت نیک اور مخلص انسان تھے''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا جنازہ غائب مؤرخہ 12 جولائی 2013 کو مسجد بیت الفتوح لندن میں پڑھایا۔اس بابرکت موقعہ پر خطبہ جمعہ میں آپ کی سوانح اور حالاتِ زندگی کے بارہ میں تفصیل سے بیان ہوا۔جو کہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

''جنازہ غائب جو ہے وہ مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا ہے۔کچھ چند ہفتے پہلے ان کی وفات ہوئی تھی، تدفین ہوچکی ہے۔آپ 26/مئی 1918ء میں قادیان میں پیدا ہوئے تھے۔ان کے والد حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی تھے اور ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے، ان کا پہلا نام کشن لال تھا۔1904ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت عائشہ بیگم صاحبہ تھیں جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پروردہ تھیں اور آپ کی والدہ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو دودھ پلایا اس لئے اُن کی رضاعی والدہ بھی تھیں۔ والد کے بعد آپ کی دادی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ وہ بھی ہندو تھیں۔مولوی عبدالکریم شرما صاحب کے نانا حضرت کرم داد خان صاحبؓ صحابی تھے۔اسی طرح ان کی نانی محترمہ سلطان بی بی صاحبہ بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رضاعی والدہ تھیں۔ان کے دو بھتیجے جو شیخ عبدالرشید شرما صاحب کے بیٹے تھے، شیخ مظفر اور شیخ مبارک، ان کو پاکستان شکار پور میں شہادت کا اعزاز بھی ملا۔

شرما صاحب نے بنیادی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ مولوی فاضل اور میٹرک کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اس دوران آپ کو دفتر الفضل میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1939ء کی خلافت جوبلی میں حضرت مصلح موعودؓ نے عبدالکریم شرما صاحب کو اُن نوجوانوں میں منتخب کیا جنہیں لوائے احمدیت کی پاسبانی کا شرف حاصل ہوا۔ 26 رسال کی عمر میں آپ نے زندگی وقف کی تھی۔ شروع میں کچھ سال تین چار سال برٹش آرمی میں انہوں نے سروس کی۔ پھر دوسری جنگِ عظیم کے فوراً بعد حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ فوراً قادیان آ گئے اور افریقہ کے لئے تیاری شروع کی۔ جنوری 1948ء کو آپ پانچ مبلغین کے قافلہ میں ایسٹ افریقہ کے لئے روانہ ہوئے اور مجموعی طور پر 29 سال وہاں خدمت دین میں مشغول رہے۔ 1961ء میں جب ایسٹ افریقہ تین ممالک میں منقسم ہوا تو آپ یوگنڈا کے امیر اور مشنری انچارج مقرر ہوئے۔ اسی طرح آپ کو دو بار امیر و مشنری انچارج کینیا کی حیثیت سے بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 1978ء سے آپ یوکے میں ہی تھے۔ اس دوران دس سال آپ کو نیشنل مجلس عاملہ میں بطور سیکرٹری تبلیغ اور سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری رشتہ ناطہ خدمت کی توفیق ملی۔ صد سالہ جوبلی کے موقع پر برطانیہ کی جوبلی پلاننگ کمیٹی کے ممبر رہے۔ مجلسِ انتخابِ خلافت کے بھی ممبر تھے۔

اپنی ایک خودنوشت میں یہ ایسا واقعہ لکھتے ہیں جو ان کے والد کے اخلاص اور ان کی طرف سے والد کے جذبات کا احترام بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں مَیں مدرسہ احمدیہ کی چوتھی یا پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ بعض وجوہ کی بنا پر میرا دل مدرسہ سے اُچاٹ ہو گیا۔ مَیں چاہتا تھا کہ مدرسہ چھوڑ کر ہائی سکول میں تعلیم حاصل کروں۔ اُنہی دنوں میرے دو کلاس فیلو جو حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوری صاحبؓ کے فرزند تھے، مدرسہ

احمدیہ کو چھوڑ کر ہائی سکول چلے گئے۔ اس وجہ سے میں بھی پُرشوق ہو گیا۔ میں نے ایک دو مرتبہ اس خواہش کا اظہار حضرت والد صاحب سے کیا لیکن انہوں نے توجہ نہ دی۔ ایک دن ہم صبح صحن میں چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اُن سے بہت اصرار کیا اور کہا۔ ''آپ نے دوسرے بھائیوں کو تو ہائی سکول میں داخل کروایا ہے اور مجھے کیوں مدرسہ احمدیہ میں پڑھاتے ہیں؟'' والد صاحب نے فرمایا دیکھو! میں ہندوؤں سے مسلمان ہوا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اُس نے اسلام کی نعمت سے مجھے نوازا۔ لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ میں اسلام کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ میرے دل میں خواہش ہے کہ میرا بیٹا خدمت کرے۔ اس نیت سے میں نے تمہیں مدرسہ احمدیہ میں داخل کروایا تھا کہ دینی علوم حاصل کر کے اس قابل ہو جاؤ کہ خدمتِ اسلام کر سکو لیکن تم کہتے ہو کہ مدرسہ احمدیہ میں نہیں پڑھنا چاہتا۔ یہ کہہ کر وہ دلگیر ہو کر کھڑے ہو گئے اور کمرے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ جس جذبے سے ان کے والد صاحب نے بات کی اور جو کیفیت اُس وقت اُن کی ہوئی، اُس کا میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ رات کو نیند نہیں آئی۔ والد صاحب کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ صبح میں نے عہد کیا کہ والد صاحب کی خواہش کے مطابق مدرسہ احمدیہ میں تعلیم جاری رکھوں گا اور زندگی بھی وقف کروں گا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب وقفِ زندگی کی تحریک فرمائی تو میں نے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھ کر درخواست کی کہ حضور از راہِ کرم میرا وقف منظور فرمائیں۔ تو اس طرح انہوں نے اپنے والد کی خواہش بھی پوری کی۔ دین کی خدمت کا جذبہ بھی پیدا ہوا۔

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کچھ مبلغین کے بارے میں فرمایا تھا کہ ہمارے مبلغین (اُن میں سے ایک نام ان کا بھی تھا۔ مسجد میں مجلس میں بیٹھے ہوئے

تھے) جو یہاں اس وقت ربوہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں اِن کو کوئی پوچھتا نہیں۔کوئی سمجھتا نہیں،لیکن یہی لوگ ہیں جو جن ممالک میں مبلغ ہیں، وہاں جاتے ہیں تو وہاں کے صدران اور وزراء بھی ان کو ملتے ہیں اور ان کو جو بڑے بڑے فنکشن ہوتے ہیں اُن میں بلایا جاتا ہے، بڑی عزت اور احترام دیا جاتا ہے۔

جب واپس آ گئے تو کینیا میں اپنے ایک احمدی دوست کو ایک خط لکھتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ میں مغربی افریقہ میں قریباً انتیس سال رہا ہوں۔ میں ہمیشہ اپنے آپ کو خدمت کے نااہل اور کوتاہ پاتا تھا۔ رات دو بجے کے قریب میری آنکھ کھلتی تھی اور اپنی کمزوریوں اور نااہلیوں کو سوچ کر بے کَل ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارتا تھا اور اگلے دن کا پروگرام بنایا کرتا تھا۔

پس سارے مبلغین کو اس نہج پر اپنی سوچوں کو لانا چاہئے۔ خدمت کا یہ جذبہ ہو، درد ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہو۔ اللہ تعالیٰ سب مبلغین کو وفا کے ساتھ اپنے وقف کو پورا کرنے کی اور خدمات ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرما صاحب کے بھی درجات بلند فرمائے۔

پھر اسی طرح قادیان میں جب پارٹیشن کے وقت فسادات ہوئے ہیں تو ان کے والد اور بھائی وہاں تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی کو لکھا اور والد کو لکھا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ یہاں ہیں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے۔ حالات ایسے ہیں کہ زندگی کا پتہ کوئی نہیں کہ کون زندہ واپس آتا ہے یا نہیں لیکن دین کی خاطر شہید ہونا بھی ایک اعزاز ہے۔ کاش کہ میں وہاں ہوتا تو یہ شہادت مجھے ملتی لیکن آپ لوگ وہاں ہیں تو یہ نہ ہو کہ خوفزدہ ہو جائیں کیونکہ زندگی آنی جانی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ مرکز کی حفاظت کر سکیں۔ یہ اُن کے جذبات تھے جو انہوں نے اُس وقت لکھے۔ بہر حال بہت نیک اور

مخلص انسان تھے۔ جب تک چلنے کے قابل تھے، باقاعدہ مجھے ملنے آتے رہے۔ جب چلنے کے قابل نہیں رہے، تو wheel chair پر آ کے ملتے تھے۔ یہ مسجد فضل میں جمعہ پڑھا کرتے تھے تو جب مَیں یہاں آنے کے لئے، کار میں بیٹھنے کے لئے باہر نکلتا تھا تو ہمیشہ wheel chair پر بیٹھے ہوتے تھے۔ جب تک یہ آ سکے، آتے رہے اور اُس وقت بڑی وفا اور پیار ان کے چہرے سے چھلک رہا ہوتا تھا۔ ملتے تھے، سلام علیک ہوتی تھی۔ اُس کے بعد بھی ان کے نواسے نے ذکر کیا کہ خلافت سے ان کا بڑا تعلق تھا اور بڑا اظہار کیا کرتے تھے۔ یہ نواسہ ان کا واقفِ زندگی ہے اور آج کل سویڈن میں مربی ہے۔ **اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنے نانا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔**'' (آمین)

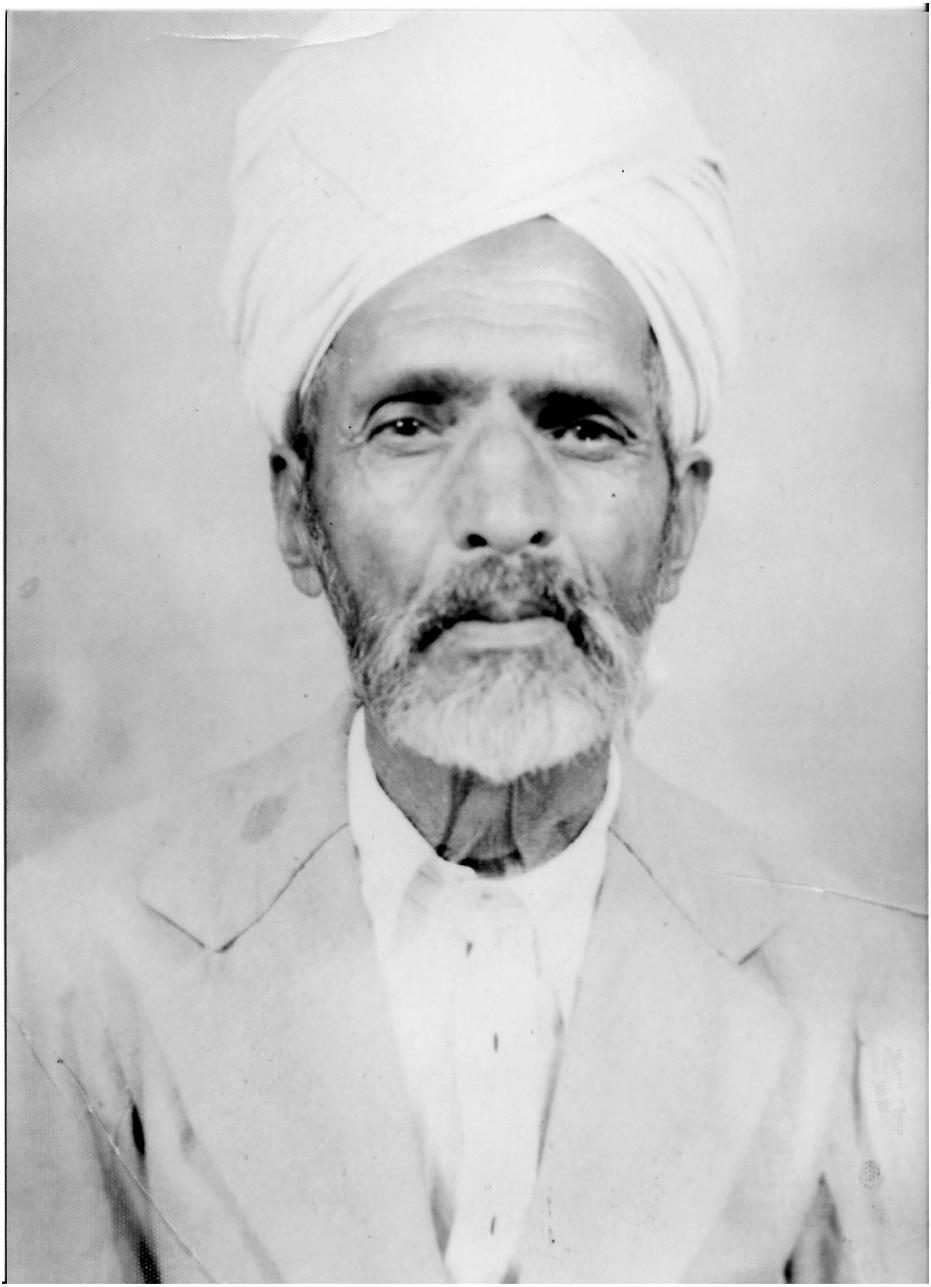
(خطبہ جمعہ مؤرخہ 12 جولائی 2013)



ملاقات سال 2006ء تصویر کی دائیں جانب خاکسار کے والد گرامی مکرم محمود احمد ورک صاحب۔



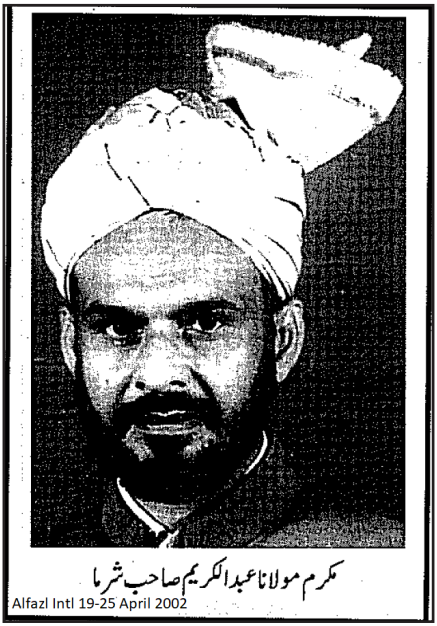
جوانی کی تصویر-مولانا عبد الکریم شرما صاحب



صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت شیخ عبد الرحیم شرماؓ صاحب،
مولانا عبد الکریم شرما صاحب کے والد بزرگوار۔

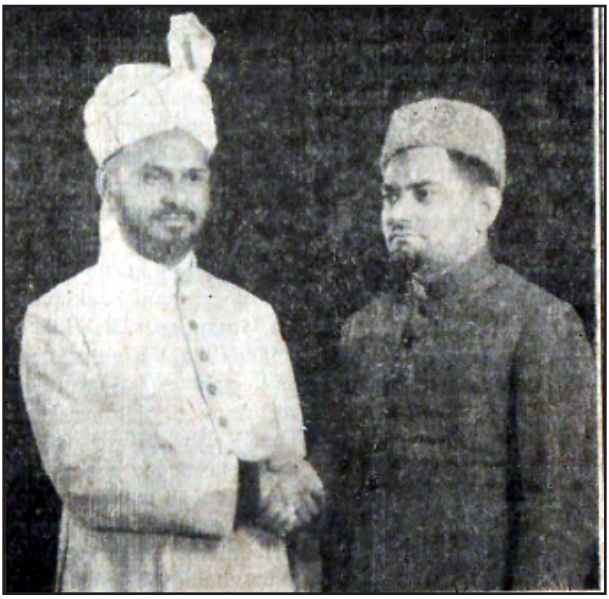


نقشہ ایسٹ افریقہ 1962ء



مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما

Alfazl Intl 19-25 April 2002



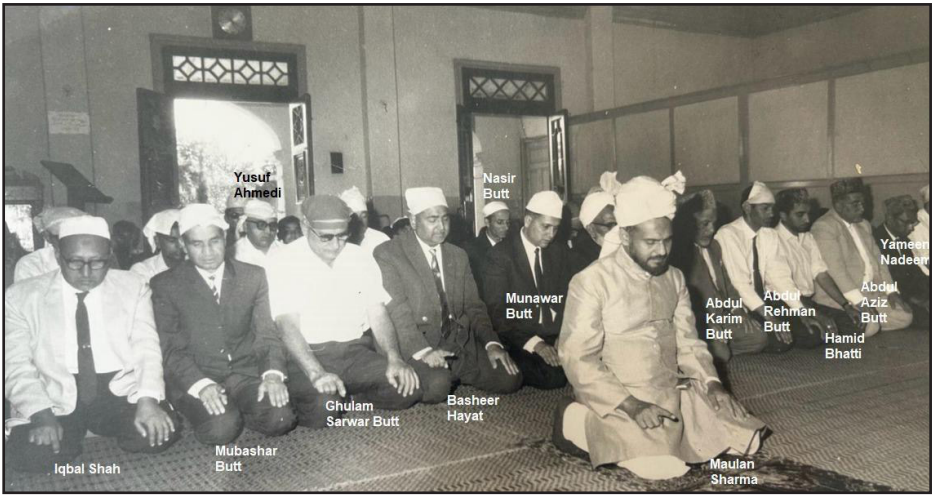
افریقہ میں آخری دور کی تصویر، مولانا جمیل الرحمٰن رفیق کو چارج دیتے ہوئے



سن 1968۔ بطور مبلغ انچارج کینیا آپ His excellency Dr.William Tubman
پریذیڈنٹ آف لائبیریا کو قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ آپ کے عقب میں مکرم اثمانی موینی
گاکوریا صاحب کھڑے ہیں جو جماعت کے دیرینہ مخلص خادم ہیں اور جنہوں نے یہ تصویر مہیا کی۔



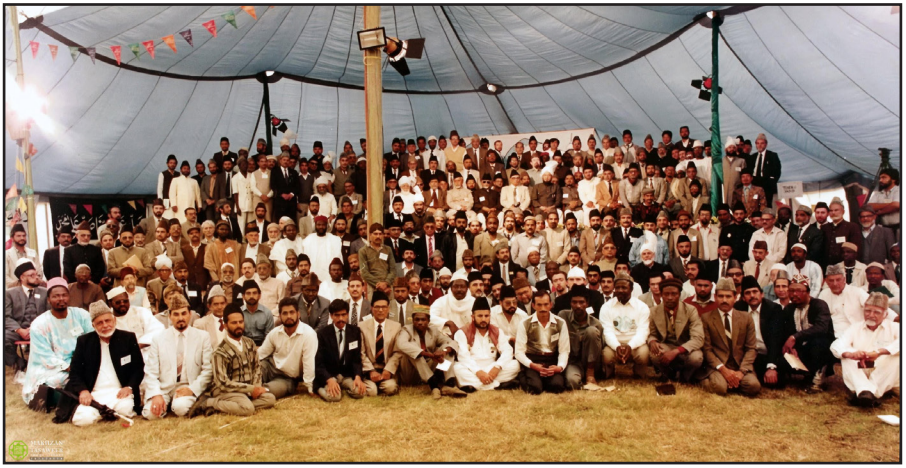
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ عبدالکریم شرما صاحب کی یادگار تصویر



مکرم عبدالکریم شرما صاحب کی ایک یادگار تصویر



اپنے گھر کے سامنے کی تصاویر نواسوں کے ہمراہ، Southfields



جلسہ صد سالہ جوبلی کی ایک یادگار تصویر۔ مولانا عبد الکریم شرما صاحب تصویر کی دائیں جانب کھڑے ہیں۔



قادیان دار الامان، 29 دسمبر 1991ء

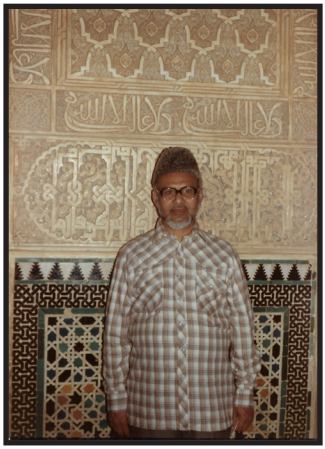


اپنے داماد مکرم بشارت نذیر صاحب کے ساتھ، ابن مولانا نذیر احمد علی مرحوم۔



الحمراء، بمقام اشبیلیا برموقعہ افتتاح مسجد بشارت 1982ء





الحمراء، بمقام اشبیلیا برموقعہ افتتاح مسجد بشارت 1982ء



گروپ فوٹو مع حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ



گروپ فوٹو مع حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ



جامعہ احمدیہ برطانیہ کی پہلی سالانہ کھیلیں 2006ء کے موقع پر انعامات تقسیم کرتے ہوئے۔



مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن و مبلغ انچارج یوکے تقریر کرتے ہوئے
(بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما۔ مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب

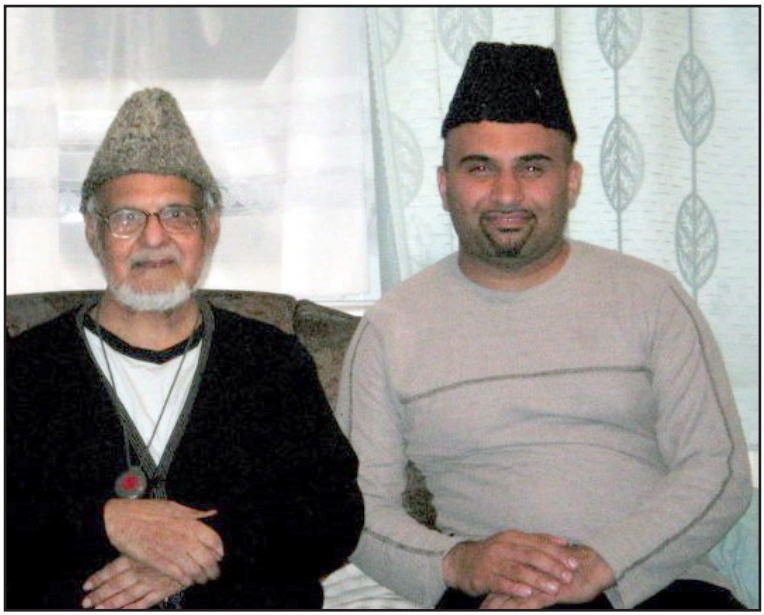


بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں: مکرم طاہر سیلبی صاحب، مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب، مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب

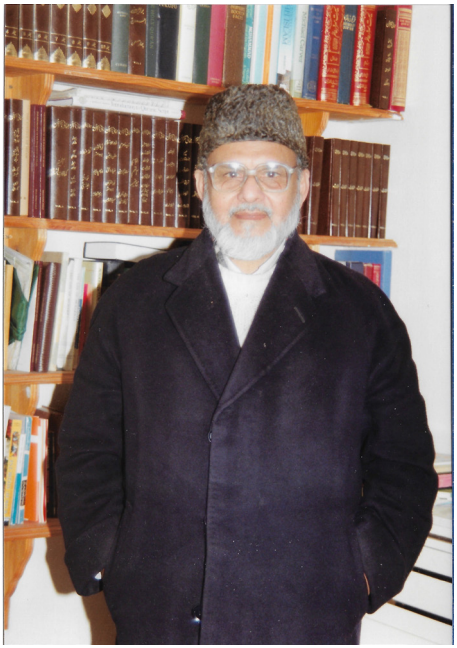
(کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں) مکرم مرزا محمود احمد صاحب، مکرم غلام احمد خادم صاحب، مکرم لئیق احمد طاہر صاحب، مکرم عبدالمنان طاہر صاحب، مکرم مرزا نصیر احمد صاحب



(دائیں سے بائیں): مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب، ایک زیر تبلیغ انگریز مہمان، مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب



(دائیں سے بائیں) عبدالباسط بھٹی صاحب، مولانا عبدالکریم شرما صاحب



مولانا عبدالکریم شرما صاحب اپنے گھر میں

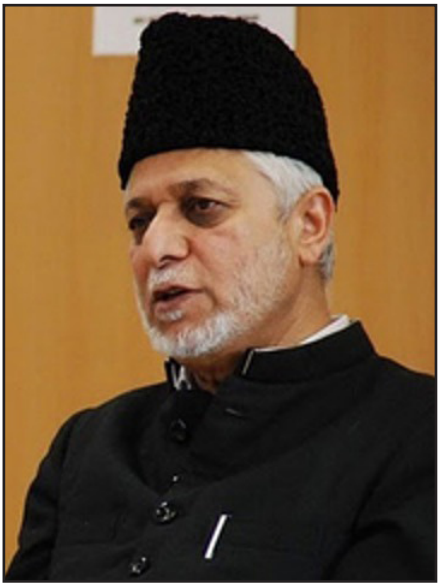


مولانا عبد الکریم شرما صاحب اور خاکسار کاشف احمد ورک

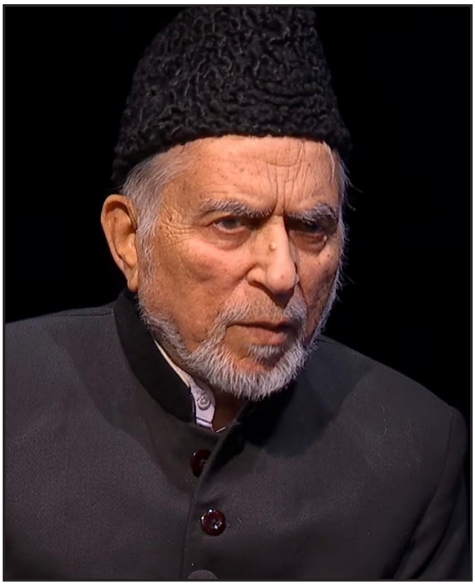


افریقہ میں آخری مرتبہ، مؤرخہ 8 مئی 1974ء

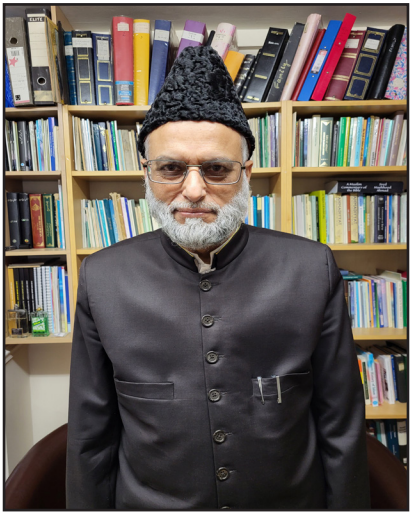
مندرجہ ذیل احباب کے کتاب میں تاثرات و انٹرویو شامل ہیں



مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب



مکرم مولانا عبد الباسط شاہد صاحب



مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب



مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب

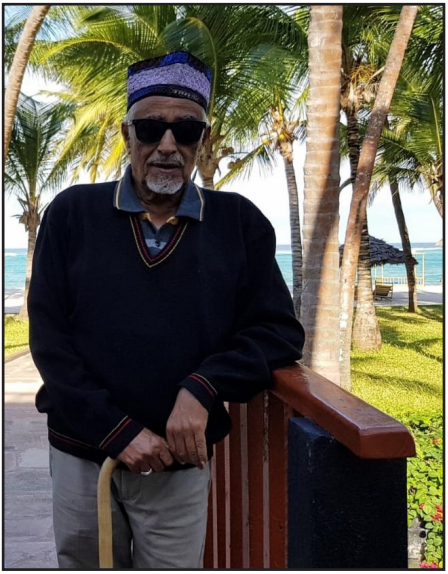
مندرجہ ذیل احباب کے کتاب میں تاثرات و انٹرویو شامل ہیں



مکرم رفیق حیات صاحب



مکرم ڈاکٹر سرافتخار ایاز صاحب



مکرم حسین صالح شریف صاحب



مکرم مولانا بشارت احمد طاہر صاحب

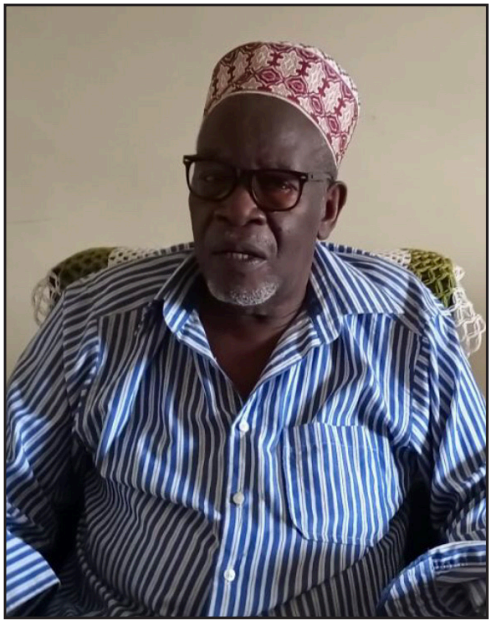
مندرجہ ذیل احباب کے کتاب میں تاثرات و انٹرویو شامل ہیں



A M Gakurya Sahib



Maulana Yusuf Kambaolaya Sahib



Sulaiman Mwanje Sahib



Salim Afif Sahib

حصہ اوّل

والد ماجد حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کا ذکرِ خیر

مولانا عبدالکریم شرما صاحب اپنی پیدائش اور خاندانی حالات کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں:

خاکسار کا نام عبد الکریم شرما ہے۔ پیدائشی احمدی ہوں۔ ولادت قادیان میں 26 مئی 1918ء کو ہوئی۔ میرے والد حضرت شیخ عبدالرحیم شرماؓ خدا تعالیٰ کے فضل سے صحابی تھے۔ ان کی ولادت ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ میں ہوئی۔ وہ برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ سابق نام کشن لعل تھا۔ 1904ء میں انہوں نے قادیان آ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت منشی عبدالوہاب سنا کی صاحب نے (جو خود پہلے ہندو تھے) آپ کو تبلیغ کی تھی۔ انکی صحبت نے آپ کو اسلام کی طرف مائل کیا تھا۔ ان کے ہمراہ آپ قادیان آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بعد میں والد صاحب کی شدید مخالفت ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے دل میں تحریک ہوئی کہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھیں۔ اس غرض کیلئے آپ نے دعائیں کیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے راہ ہموار کر دی اور آپ 1910ء میں وطن چھوڑ کر قادیان آ گئے۔ یہاں آ کر سلسلہ کے دفاتر میں بطور کلرک کام کرتے رہے۔ 1964ء میں ربوہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ آپ کی پہلی بیوی ہندو تھیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے لیکن آپ کے مسلمان ہونے کے بعد بیوی نے آپ کا ساتھ نہ دیا اور غالباً 1934ء میں دونوں لڑکوں اور ان کی والدہ نے ہندو ہونے کی حالت میں وفات پائی۔ جدی رشتہ داروں میں میری دادی اماں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔

انہوں نے 1920ء میں اسلام قبول کیا تھا۔ سابق نام جمنا دیوی تھا اور اسلامی نام حمیدہ رکھا گیا۔ 28 اگست 1935ء کو انہوں نے قادیان میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔

حضرت کرم داد اخان صاحبؓ (صحابی)

مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں کہ

میرے نانا محترم کرم داد خان صاحبؓ بھی صحابی تھے۔ وہ اعوان قوم سے تعلق رکھتے تھے اور کھاریاں کے نواح میں موضع ڈھینگ کے باشندہ تھے۔ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان ہجرت کر آئے اور خادمانہ حیثیت سے 'الدار' کی دربانی کرتے رہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کی روایات میں ان کا ذکر آتا ہے۔ انکی وفات غالباً 1904ء میں قادیان میں ہوئی۔ میری نانی سلطان بی بی مرحومہ مُغل قوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو انہوں نے دودھ پلایا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی کئی رضاعی والدائیں تھیں ان میں ایک وہ بھی تھیں۔ میری خالہ رحمت بی بی مرحومہ کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب نے دودھ پیا تھا۔ وہ آپؓ کی رضائی ہمشیرہ تھیں۔ وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

میری والدہ مرحومہ عائشہ بیگم حضرت ام المؤمنینؓ کی پروردہ تھیں۔ والدہ بھی اس لحاظ سے صحابیہ تھیں کہ انہوں نے بچپن میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ بعض باتیں ان کو بھی یاد تھیں۔ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت انکی عمر نو، دس سال کی تھی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ میری والدہ کو یہ سعادت بھی ملی کہ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کو دودھ پلایا تھا اسکے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی تین بچیوں کی بھی وہ رضاعی والدہ تھیں۔

حضرت عائشہ بیگم صاحبہ، والدہ ماجدہ مولانا عبدالکریم شرما صاحب

مکرم عبدالکریم شرما صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری اولاد دو بیٹیاں ہیں۔عزیزہ امۃ السمیع اورعزیزہ ریحانہ کوثر۔ دونوں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہیں۔عزیزہ ریحانہ ہائی ویکمب برطانیہ میں لجنہ اماء اللہ کی صدر ہی ہیں۔ان کے میاں ڈاکٹر بشارت احمد نذیر حضرت مولانا نذیر احمد علی مرحوم سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ کے فرزند ہیں۔ انکو بھی اللہ تعالیٰ نےMiddlesexبرطانیہ کی جماعتوں کے ریجنل صدر کے طور پر خدمت کی توفیق دی ہے۔

میرے چھوٹے بھائی میجر ریٹائر عبدالحمید شرما صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر اپنے آپ کو خدمت کیلئے پیش کیا تھا۔ پہلے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری ہوئے پھر بطور نائب ناظم وقف جدید کام کرتے رہے۔سندھ کے ضلع تھرپارکر میں ان کو ہندوؤں میں کام کرنے کا خاصا موقعہ ملا ہے۔دوسرے بھائی شیخ عبدالرشید شرما صاحب پاکستان بننے کے بعد 1950ء میں شکار پور میں آباد ہو گئے تھے۔ وہ سندھ کے چار اضلاع شکار پور، سکھر، جیکب آباد اور گھوٹکی کے امیر رہے ہیں۔ شکار پور میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر رہی ہے۔قتل کی دھمکیاں ان کو اور ان کے افراد خاندان کو ملتی تھیں لیکن یہ خاندان ثباتِ قدم سے خدمت دین میں لگا رہا۔معاندین نے بالآخر دھمکیوں کو عملی جامہ پہنایا۔ 1995ء میں ان کے بڑے بیٹے شیخ مبارک احمد شرما کو اور 1997ء میں ان کے دوسرے بیٹے شیخ مظفر احمد شرما کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان دونوں عزیزوں کی شہادت ہمارے خاندان کا اعزاز ہے۔

تیسرے بھائی عبداللطیف شرما صاحب حیدرآباد سندھ کے صدر تھے۔ بعد میں کینیڈا چلے گئے اور وہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے خدمت کی توفیق پاتے رہے ہیں۔

میری اہلیہ سکینہ بیگم کے والد حضرت شیخ عبدالرب مرحوم ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے۔ بڑے مخلص اور پُر جوش داعی الی اللہ تھے۔ اہلیہ کے بڑے بھائی شیخ عبدالقادر مرحوم بڑے پائے کے سکالر تھے۔ جماعت میں بطور محقق عیسائیت معروف ہیں۔ میری اہلیہ کو شروع سے ہی خدمت کی توفیق ملتی رہی ہے۔ شادی سے قبل فیصل آباد کی صدر تھیں بعد میں مشرقی افریقہ میں دارالسلام، ممباسہ، جنجہ اور نیروبی کی لجنات کی صدر رہیں۔ قیام ربوہ کے دوران محلّہ دارالعلوم غربی کی صدر تھیں۔ کچھ عرصہ لجنہ اماء اللہ ربوہ کی سیکرٹری تربیت کے طور پر کام کیا۔ انگلستان آکر حلقہ اِنّر پارک لندن کی صدر رہیں۔ قرآن مجید پڑھانے کا ان کو شغف ہے جس جگہ رہیں قرآن مجید پڑھانے کا کام انہوں نے بالتزام کیا۔ اس طرح بہت سے احمدی اور غیر احمدی بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کی انہیں توفیق ملی ہے۔

بچپن کی کھیل

مولانا عبدالکریم شرما صاحب کی پرورش قادیان کے پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ جہاں اکثر صحابہ کرامؓ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افراد بود و باش رکھتے تھے۔ ان بابرکت ایام کی یادیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ ہفتہ کے روز خواتین کو درس دیا کرتے تھے۔ اسوقت آپ بچے ہی تھے اور اپنی والدہ کے ساتھ شامل ہوا کرتے تھے۔ بعد میں بچوں کے ساتھ کھیل کے طور پر آپ خود اس شاہ نشین پر بیٹھ جاتے جس پر حضورؓ درس دیا

کرتے جو کہ حضرت اماں جان کے صحن میں واقع تھی۔انہیں خیال آتا کہ مَیں حضرت صاحب بنوں۔آپ رحل پر قاعدہ یسرنا القرآن رکھ کر محلہ کے لڑکے اور لڑکیوں کو سامنے بٹھا کر 'مم مم مم' کر کے درس دیتے۔آپ بیان کرتے ہیں کہ اسی طرح ہم دار المسیح اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کے مکانوں میں بھی کھیلا کرتے تھے۔

ایک دن آپ کی والدہ ناریل کی مٹھائی تیار کر کے مجمع میں لے کر گئیں تا کہ آپ کی بسم اللہ کرائیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن پڑھنا آتا ہے؟ آپ نے بچگانہ شرارت سے کہہ دیا کہ ''نہیں'' جس پر والدہ صاحبہ کہنے لگیں کہ حضورؓ اسے آتا ہے۔پھر کچھ پڑھ کر سنایا ایک نقطہ وغیرہ۔جب دعا کا وقت ہوا اور حضورؓ نے ہاتھ بلند کئے تو دعا کے دوران حضورؓ کی پگڑی پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور محفل سے چلے گئے۔

(بچپن کے کھیلوں کے متعلق) آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مَیں ڈاکٹر حشمت اللہ بنا۔جو کہ حضرت مصلح موعودؓ کے معالجِ خاص تھے۔آپ نے صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ اور صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیٹیاں تھیں، کا معالجہ کیا۔چارپائی پر انہیں لٹایا۔جھاڑو کا ایک تنکا لیکر انجیکشن لگانے کی کوشش کی جس پر اونچی آواز میں انہوں نے چیخ ماری۔

دادی کی یادیں

مولانا عبدالکریم شرما صاحب اکثر اپنی گفتگو میں اپنی دادی کا تذکرہ کرتے اور یقیناً ان کی شخصیت نے آپ کی ذات میں ایک انمٹ نقش چھوڑا تھا۔ان کا نام حمیدہ نو مسلمہ تھا اور ان کا تعارف قارئین کی خدمت میں تابعین احمد جلد نمبر 1 صفحہ 5 میں سے

پیش کیا جاتا ہے۔ یہ حالات آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب شرماؓ (سابق کشن لعل) نے تحریر فرمائے:

''محترمہ حمیدہ صاحبہ کا سابق نام جمنا دیوی تھا۔ آپ دیوی چند سب انسپکٹر قوم برہمن گوت بھاردواج ساکن سنّور ریاست پٹیالہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے خاوند پنڈت رلیا رام قوم برہمن ساکن قصبہ بنوڑ ریاست پٹیالہ تھے جو نسلاً بعد نسلٍ درزی۔ دھوبی، ترکھان، چھیمبے وغیرہ اقوام کے جو اضلاع لدھیانہ۔ پٹیالہ۔ انبالہ میں سکونت پذیر تھیں پروہت تھے۔

والدہ محترمہ ابتداء میں کٹّر سناتنی خیالات کی تھیں۔ مسلمانوں سے حد درجہ چھوت چھات کرتی تھیں۔ مجھے ملنے کے لئے 1914ء میں قادیان آئیں۔ یہاں آ کر سخت مخالفت کرتی رہیں۔ ہندو ہونے کی حالت میں یہاں قریبًا چھ سال رہیں۔ اس عرصہ میں اپنا کھانا پینا۔ چولہا چوکا الگ رکھا۔ مجھے بھی اپنی رسوئی کے نزدیک نہ آنے دیتی تھیں۔ چونکہ مسلمانوں کا پانی نہیں پیتی تھیں۔ اس لئے ان کی وجہ سے ہندوؤں کا مکان کرایہ پر لینا پڑا جس میں کنواں بھی تھا۔ ہمارے لئے سقّہ باہر سے پانی لاتا تھا۔ وہ اپنے لئے پانی کنوئیں سے لے لیتی تھیں۔ ہندو ماحول میں رہتے ہوئے ان کا اسلام قبول کرنا مشکل تھا۔ ان کا ماحول تبدیل کرنا میرے بس میں نہ تھا۔ ان کی ہدایت کیلئے دعائیں کرتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مالک مکان نے اپنی ضرورت کیلئے مکان خالی کروالیا۔ ہندو محلہ میں دوسرا مکان تلاش کیا گیا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مجبورًا والدہ صاحبہ احمدیوں کے محلہ میں رہنے کیلئے رضامند ہوگئیں۔ چنانچہ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مکانوں میں اٹھ آئے۔ یہاں آ کر آہستہ آہستہ ان کی چھوت چھات کی عادت

میں ایک حد تک کمی آ گئی اور اسلام سے متعلق باتیں سننا بھی شروع کر دیں۔ حضرت پیر منظور صاحبؓ موجد قاعدہ یسرنا القرآن ان کو تبلیغ کیا کرتے تھے۔ میں بھی ان کو تبلیغ کیا کرتا تھا۔ قرآن کریم اور اس کا ترجمہ پڑھ کر سناتا رہتا تھا۔ اچھے ماحول میں آجانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اسلام نے دل پر اثر کرنا شروع کیا۔ حتّٰی کہ ایک دن ایک رؤیا کے زیرِ اثر خود بخود اسلام قبول کرنے کیلئے رضامند ہوگئیں اور اس روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کسی تقریب پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔''

مولانا عبدالکریم شرما صاحب اکثر اپنی دادی کے اوصاف حمیدہ اور عبادات میں شغف کا تذکرہ کیا کرتے۔ ان کی بیعت کا واقعہ بھی اکثر بیان کرتے کہ ایک صبح انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کو کہا ''پُت رکشن (ان کا پیدائشی نام)، تم نے مجھے نماز کیلئے جگایا ہے؟'' انہوں نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگیں کہ انہیں کہیں سے آواز آئی ہے کہ نماز پڑھ لو۔ اس پر آپ کے بیٹے کہنے لگے کہ 'اماں، اب تو خدا نے بھی کہہ دیا ہے کہ مسلمان بن جاؤ'۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی۔

وہ اکثر اپنے بیٹے حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحب کو تلاوت قرآن کریم سنانے کو کہتیں۔ ساتھ ترجمہ بھی سنتیں۔ جب انبیاء کی مخالفت اور مشکلات کا ذکر آتا تو کہتیں ''ہاں، خدا کے بھگتوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے''۔ بھگت ہندی زبان میں برگزیدہ کو کہتے ہیں جس کا عربی مترادف نبی ہے۔ جب تک حیات رہیں باقاعدگی سے گھر میں درس القرآن ہوتا۔ اسی طرح صبح کے وقت گھر والوں کو نماز کیلئے جگاتیں اور فرماتیں ''اللہ اللہ کیا کرو، خالی دم نہ

بھرا کرو‘‘۔نماز میں ہمیشہ عربی الفاظ کے ساتھ ترجمہ بھی دوہراتی جاتیں۔پوچھنے پر بتاتیں کہ مجھے یاد نہیں رہتا کہ کس لفظ کے کیا معنی ہے اس لئے ساتھ ترجمہ پڑھتی ہوں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اسلام قبول کرنے سے قبل ہندو طریق پر سختی سے چھوت چھات کرتیں۔باورچی خانہ میں کسی غیر ہندو کو گھسنے نہ دیتیں۔کوئی روٹی مانگتا تو کہتیں ’’چونکی سے پرے رہو‘‘ اور وہیں روٹی پکڑاتیں۔حضرت امۃ الحی صاحبہ (دختر حضرت خلیفہ اوّلؓ اور حرم حضرت مصلح موعودؓ) بھی آپ سے روٹی لیا کرتی تھیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد خلافت سے اخلاص اور محبت میں بہت ترقی کی۔مولانا عبدالکریم شرما صاحب بیان کرتے ہیں کہ دادی اماں شاذ ہی گھر سے باہر نکلتیں صرف جلسہ اور عیدَین کے موقعے پر مجمع میں شامل ہوتیں۔جب حضرت مصلح موعودؓ کو خواتین سے خطاب کرتے وقت دیکھتیں تو رونے لگتیں۔گھر آتیں تو شرما صاحب ان سے پوچھتے کہ دادی اماں، آپ نے آج جلسہ میں کیا دیکھا ہے؟ آپ اپنے مخصوص پٹیالہ کے لہجہ میں کہتیں ’’یوں تو ایک فرشتہ تھا‘‘ (یعنی حضرت خلیفۃ المسیحؓ) اور یہ کہہ کر پھر رونے لگتیں۔ شرما صاحب پوچھتے کہ اس فرشتہ نے کیا بات کی؟ اس پر کچھ خفا ہو کر کہتیں کہ ’’اے دہہ پھٹیاں کچھ سننے دیویں؟!‘‘ مطلب کہ جلسہ کے پنڈال میں خواتین کے شور کے باعث خطاب سہی سے سن نہ پاتیں۔سوتے وقت چارپائی پر سادہ سی چادر بچھا دیتیں۔شرما صاحب جب ان سے پوچھتے تو بتاتیں کہ بیٹا آرام کرنے سے ’’دہ پٹھتی ہے‘‘ یعنی دل موٹا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت حمیدہ نومسلمہ موصیہ تھیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے قریبی تعلق

اللہ تعالیٰ کے فضل سے شرما صاحب کو بچپن میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قربت کا موقعہ ملا۔ اس بابرکت خاندان کے ساتھ رضاعی رشتہ بھی تھا۔ جیسا کہ مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے اپنے خاندانی تعارف میں لکھا ہے کہ:

'میری والدہ کو یہ سعادت بھی ملی کہ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کو دودھ پلایا تھا اسکے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی تین بچیوں کی بھی وہ رضاعی والدہ تھیں۔'

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی اپنی اہلیہ حضرت بو زینب صاحبہؓ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے ساتھ تین ہی بیٹیاں تھیں جن کا نام صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ، صاحبزادی امۃ الباری بیگم صاحبہ اور صاحبزادی امۃ الوحید بیگم صاحبہ تھا۔ یہ تینوں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پھوپھیاں ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے آپ کی رہائش حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مکانوں میں تھی جس کے ساتھ ہی حضرت میاں شریف صاحب کا مکان ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح حضرت امۃ الحی صاحبہ بھی ساتھ والے مکان میں رہائش پذیر تھیں۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق کی نسبت سے کئی واقعات شرما صاحب بیان کیا کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر بیان کیا:

''حضرت امۃ الحی صاحبہ حضرت خلیفہ اولؓ کی بیٹی تھیں۔ وہ جب کھانا پکاتی تھیں تو میں چولہے کے پاس پیڑی پر ساتھ بیٹھ کر کھاتا تھا۔ وہاں دالان میں ایک شتر مرغ کا انڈا لٹکا ہوتا تھا تو مجھے کسی نے کہا کے یہ ہاتھی کا انڈا ہے تو میں روز ہاتھی کے نکلنے کا انتظار کرتا

تھا۔ایک دفعہ میں اسے ڈنڈے سے کوشش کر رہا تھا نکالنے کی تو اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آ گئے کہنے لگے کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا ہاتھی کا بچہ نکالنا ہے۔حضورؓ نے مجھے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور باورچی خانہ لے گئے جہاں میری والدہ بیٹھی تھیں۔فرمایا دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ میں نے ہاتھی کا انڈا نکالنا ہے۔''

اسی طرح حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحب کا واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ:

''حضرت اماں جانؓ بعض دفعہ ہمارے گھر آ جاتی تھیں وہ پردہ چھتری سے کرتی تھیں (یہ بیان کرتے ہوئے شرما صاحب ہاتھوں کے اشارہ سے دکھاتے کہ کس طرح چھتری کو سر کے اوپر سے سامنے کو لٹکاتیں) ''مائی کاکو'' ان کے ساتھ آتیں تھی۔مائی کاکو حضرت مولانا جلال الدین صاحب (شمس) کی پھوپھی تھیں۔ایک دن جبکہ میں بچہ ہی تھا میرے گھر کے سامنے ایک بڑا خوبصورت گائے کا بچھڑا نظر آیا۔میں نے والدہ سے کہا کہ مجھے لے کر دو۔والدہ صاحبہ نے مجھے کہا اچھا جاؤ اسے پوچھو کہ کیا اس نے بچھڑی بیچنی ہے؟ میں دوڑا گیا اور گائے والے سے پوچھا کہ بیچنی ہے تو وہ کہنے لگا کہ ہاں بیچنی ہے۔ میں دوڑا دوڑا واپس گیا والدہ کے پاس اور ان کو جب یہ بات بتائی تو کہنے لگیں اچھا جاؤ پوچھو کے کتنے کی بیچنی ہے۔میں پھر دوڑا گیا اور اس سے قیمت پوچھی۔وہ کہنے لگا کہ چالیس روپے۔میں نے واپس جا کر والدہ کو بتایا۔کہنے لگیں اچھا چلو تمھارے ابا آئیں گے تو بات کریں گے۔میں ضد کرتا رہا۔اس دوران حضرت ام المومنینؓ آ گئیں۔ ہمارے گھر کا ایک دروازہ میاں شریف احمد صاحب کی کوٹھی کو جاتا تھا جہاں سے اکثر حضرت ام المؤمنینؓ داخل ہوتیں۔انہوں نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ یہ کیوں رو رہا ہے تو والدہ صاحبہ نے بتایا کے یہ بچھڑا مانگ رہا ہے وہ 40 روپے کا ہے۔حضرت ام

المؤمنینؓ نے فرمایا کہ میری بھینس سُونے والی ہے (بچہ دینے والی ہے) اُس کے بعد میرے پاس ایک گائے ہے وہ دودھ دینے والی ہے وہ میں آپکو بھیجوں گی۔ٹھیک دس دن بعد ایک آدمی کالا بچھڑا لے کر گھر آ گیا۔ہمارے پاس جگہ ہی نہیں تھی باہر درخت تھا اُس کے ساتھ باندھ دیا پھر والدہ صاحبہ نے حضرت بو زینب صاحبہؓ (حرم حضرت میاں شریف احمد صاحبؓ) سے بات کی کہ اس طرح ہمیں حضرت اماں جان نے گائے دی ہے تو ہم یہ آپ کے اصطبل میں باندھ لیا کریں۔تو اُنہوں نے کہا ہاں کوئی بات نہیں پھر اُس کے بعد ہمارے پاس گھر میں ہمیشہ جانور رہے۔''

یہ واقعہ سیرت حضرت اماں جان میں بھی درج ہے جہاں آپ کے والد حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کی روایت درج ہے جو کہ ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

''غالبًا یہ 1961ء کا واقعہ ہے۔حضرت بو زینب بیگم صاحبہ بیگم حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ نے اپنی کوٹھی واقعہ محلّہ دارالفضل قادیان میں رہائش کیلئے ہمیں ایک مکان دے رکھا تھا۔جس میں ہماری بود و باش تھی۔اس وقت ہمارا کنبہ پانچ افراد پر مشتمل تھا،اس وقت میری تنخواہ کچھ زیادہ نہ تھی گزارہ کچھ تنگی سے ہوتا تھا۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اکثر حضرت میاں شریف احمد صاحبؓ کی کوٹھی پر تشریف لایا کرتی تھیں۔ان کو ہماری اس تنگی سے گزارے کا علم ہو گیا۔ان کو معلوم ہوا کہ تمام کنبے کیلئے صرف آدھ سیر دودھ لیا جاتا ہے۔میرے ان چھوٹے بچوں کی حالت کو دیکھ کر ان کو ترس آیا۔کوٹھی سے واپس جا کر حضرت ام المؤمنینؓ نے پہلا یہ کام کیا کہ اپنی دودھ دینے والی گائے ہمارے گھر بھجوا دی۔اور کہلا بھیجا کہ بچوں کو خوب اچھی طرح دودھ پلایا کرو۔وہ گائے ایسی اچھی نسل کی تھی۔سات یا آٹھ سیر پختہ دودھ دیا کرتی تھی۔اس

گائے کا ہمارے گھر میں آنا تھا کہ ایسی برکت ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں حالت تنگی کی فراخی میں بدل گئی۔ یقین ہے حضرت ممدوحہ نے ہماری حالت سے متاثر ہو کر دعا بھی ضرور کی ہوگی۔ میری بیوی اس گائے کا نصف دودھ گھر کے استعمال کیلئے رکھ لیا کرتیں اور نصف دودھ فروخت کر کے اس کی خوراک وغیرہ کا انتظام کرتیں اس کے بعد ہم شیر دار مویشی رکھنے کے عادی ہو گئے۔ اور کوئی دقت نہ رہی۔ اے ہمارے خدا ہماری اس محسنہ اور ہمدرد غمگسار ام المؤمنین پر بے شمار اہنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما اور اس کی آل اور اولاد کی روحانی اور جسمانی پر بھی۔ آمین''

(سیرت حضرت اماں جان صفحہ 222-223)

مولانا عبدالکریم شرما صاحب ربوہ کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ:

''ایک دفعہ مَیں ربوہ میں تھا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ میرے ساتھ مسجد مبارک سے میرے ساتھ گھر تک گئے۔ میں نے ذکر کیا کہ میں قادیان جا رہا ہوں۔ گھر جانے کے بعد میں واپس آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میاں صاحب میرے پیچھے آ رہے ہیں تو میں کھڑا ہو گیا تو فرمانے لگے کے ''آپ قادیان جا رہے ہو تو میرے لئے دعا کریں۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ میں نے آپ کی نانی کا دودھ پیا ہے؟'' تو مَیں نے کہا ''آپ نہ بھی کہتے تو میں نے دعا کرنی تھی آپ دعا کریں کے اللہ مجھے توفیق دے دعا کرنے کی۔ بہر حال خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ہی میں پلا ہوں مجھے عورتیں اور بچے سب جانتے تھے اور میں اُن کو جانتا ہوں۔''

ایک دفعہ میں نے شرما صاحب سے پوچھا کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد میں آپ نے کیا خصوصیات دیکھیں؟ فرمایا:

’’یہ اسپیشل لوگ تھے بہت زیادہ خیال رکھنے والے مروت رکھنے والے اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی ہے یہ سب کا احترام بھی کرتے ہیں۔ معمولی روپے ماہوار ملتے تھے اُسی میں سب کچھ کرتے تھے۔ میرے والد صاحب اعتکاف بیٹھتے تھے اُن کو بھی وہ کھانا دیتے تھے۔‘‘

اعجازی کرتہ حضرت مولوی عبداللہ سنوریؓ صاحب

حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کا شمار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپؓ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ قدرتِ الٰہی کا ایک خاص نشان جن کے وہ بذات خود گواہ بنے، سرخ چھینٹوں والا نشان ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالمِ کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضاء وقدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا۔ اور پھر اُس کو دستخط کرانے کے لئے خداوندِ قادرِ مطلق جلّ شانہٗ کے سامنے پیش کیا ہے (اور یاد رکھنا چاہئے کہ مکاشفات اور رؤیا صالحہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفاتِ جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتے ہیں۔ اور مجازی طور پر وہ یہی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادرِ مطلق ہے۔ اور یہ امر اربابِ کشوف میں شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے۔ جس سے کوئی صاحبِ کشف انکار نہیں کرسکتا) غرض وہی صفت جمالی جو بعالمِ کشف قوتِ متخیّلہ کے آگے ایسی دکھلائی دی تھی جو خداوند قادر مطلق ہے، اُس ذاتِ بیچون وبیچگون کے آگے وہ کتاب قضاء قدر پیش کی گئی اور اُس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثّل تھا، اپنے قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اُس سُرخی کو اِس عاجز کی طرف چھڑکا

اور بقیہ سُرخی کا قلم کے مونہہ میں رہ گیا۔ اُس سے اُس کتاب پر دستخط کر دیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دُور ہوگئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا' تو کئی قطرات سُرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اُس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہوکر بیٹھے ہوئے تھے، دو یا تین قطرہ سُرخی کے اُن کی ٹوپی پر پڑے۔ پس وہ سُرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آ گئی۔''

مولانا عبدالکریم شرما صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ انہیں اس کرتہ کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اسوقت حضرت عبداللہ سنوری صاحبؓ کی بیماری کا دور تھا۔ جس وقت ان کی وفات ہوئی (1927ء) تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس کرتہ کو لایا گیا اور غسل کے بعد انہیں پہنایا گیا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عبداللہ سنوری صاحبؓ کا جنازہ پڑھایا تو تابوت کو کھول کر باقاعدہ دیکھا کہ کرتہ موجود ہے اس کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ شرما صاحب ان مراحل کے عینی شاہد بنے۔

استاد کی شفقت

زمانہ طالب علمی میں آپ کے ایک استاد ہوا کرتے تھے جو پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا نام مولانا خان ارجمند خان صاحب تھا۔ وہ منطق اور فلسفہ پڑھاتے تھے۔ ساتھ ہاکی کے بھی انچارج تھے۔ شرما صاحب بھی ہاکی کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے استاد نے آپ سے کہا کہ ''عبدالکریم بال کٹوا دو''۔ غالباً آپ کے بال لمبے ہو چکے تھے۔ آپ نے سکول کی کتابیں ایک دوست کو گھر پہنچانے کو کہا اور خود سیدھا نائی کے پاس چلے گئے۔ اسوقت مسجد اقصیٰ کے پاس ہی نائی کی دکان ہوتی تھی۔ وہاں استرے

سے سر کے سارے بال اتروا دیئے۔ اگلے دن آپ کے استاد مولانا خان ارجمند خان صاحب کہنے لگے کہ آؤ ہاکی کھیلو۔ آپ نے جواب دیا کہ آج میرے پاس ہاکی نہیں لہذا کھیل نہیں سکتا۔ لیکن اصل میں سر پر بال نہ ہونے کی وجہ سے ہچکچاہٹ تھی۔ یہ سن کر استاد نے اپنے مخصوص انداز میں کہا 'اولڑکے' اور آپ کی ٹوپی پر اپنا ہاتھ مارا۔ جس سے وہ نیچے گر گئی۔ جب بالوں کی کیفیت دیکھی تو وہ سمجھ گئے کہ نہ کھیلنے کی اصل وجہ کیا ہے۔ اس پر وہ بہت پشیمان ہوئے۔ اگلے دن کہنے لگے کہ ''دیکھو میں نے اتنے طلبا کو مارا ہے، کبھی خیال نہیں آیا کہ برا کیا اس (شرما صاحب) کو مارا تو احساس شدت سے ہوا۔ تہجد میں دعائیں کیں کہ اسے کیوں تھپڑ مارا۔'' یہ سن کر شرما صاحب بہت خوش ہوئے۔ آپ بازار گئے اور وہاں سے لذیذ آم خرید کر اپنے استاد کو پیش کئے۔ جس پر انہوں نے خوشنودی کا اظہار کیا اور دعائیں دینے لگے۔

الفضل قادیان میں رپورٹر

شرما صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''مَیں الفضل میں بطور رپورٹر کام کرتا رہا ہوں۔ میری ڈیوٹی یہ تھی کی حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے روزانہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صحت کے بارہ میں خبر لے کر رپورٹ شائع کروں۔ ایک دفعہ میں گیا تو ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کہا کہ آج وہ نہیں جا سکے لہذا صحت سے متعلق انہیں معلوم نہ تھا کہ اس دن کیسی ہے۔ حضرت صاحب اس دن حضرت امۃ المتین صاحبہ کے یہاں تھے جہاں سے قریب ہی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی قیام گاہ تھی۔ حضرت صاحب نے ہماری گفتگو سن لی۔ مَیں نے جب جا کر دروازہ پر دستک دی اور اندر آیا تو ان کی کوئی حرم وہاں موجود تھیں۔ میں نے ان سے

پوچھا کہ حضور کی صحت کیسی ہے۔تو حضور نے اندر سے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ 'ڈاکٹر حشمت اللہ سے پوچھو'۔ڈاکٹر صاحب سن رہے تھے مَیں نے دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟ انہوں نے کہا میں نے آواز سن لی ہے کہ حشمت اللہ سے پوچھو۔ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی یہ رپورٹ ہے جو میں نے ان کے دستخط کے ساتھ شائع کر دی۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ صحابی تھے ۔پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔میرے والد صاحب ایک دفعہ بیمار ہوئے تو وہ رات کو سحری کے وقت آئے میرے والد صاحب کو دیکھ کر دوائی دے کر گئے۔بہت بڑے ڈاکٹر تھے نور ہسپتال میں۔''

زندگی وقف کرنے کا واقعہ

مولانا عبدالکریم شرما صاحب تحریر کرتے ہیں:

''مَیں مدرسہ احمدیہ کی چوتھی یا پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ بعض وجوہ کی بناء پر میرا دل مدرسہ سے اچاٹ ہو گیا۔میں چاہتا تھا کہ مدرسہ چھوڑ کر ہائی سکول میں تعلیم حاصل کروں۔انہیں دنوں میرے دو کلاس فیلو جو حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کے فرزند تھے مدرسہ احمدیہ کو چھوڑ کر ہائی سکول چلے گئے اس وجہ سے بھی میں پُرشوق ہو گیا۔مَیں نے ایک دو مرتبہ اس خواہش کا اظہار حضرت والد صاحب سے کیا لیکن انہوں نے توجہ نہ دی۔ایک دن ہم صحن مین چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے بہت اصرار کیا اور کہا آپ نے دوسرے بھائیوں کو تو ہائی سکول میں داخل کروایا ہے مجھے کیوں مدرسہ احمدیہ میں پڑھاتے ہیں؟ والد صاحب نے فرمایا دیکھو! میں ہندوؤں سے مسلمان ہوا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے اسلام کی نعمت سے مجھے نوازا۔لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ مَیں اسلام کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔میرے دل میں خواہش ہے

کہ میرا بیٹا خدمت کرے اس نیت سے مَیں نے تمہیں مدرسہ احمدیہ میں داخل کروایا تھا کہ دینی علوم حاصل کر کے اس قابل ہو جاؤ کہ خدمت اسلام کر سکو لیکن تم کہتے ہو کہ میں مدرسہ احمدیہ میں نہیں پڑھنا چاہتا۔ وہ دلگیر ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کمرہ میں جا کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جس جذبہ سے انہوں نے بات کہی اور جو کیفیت اسوقت ان کی ہوئی اس کا میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ رات کو نیند نہیں آئی والد صاحب کیلئے دعائیں کرتا رہا۔ صبح میں نے عہد کیا کہ والد صاحب کی خواہش کے مطابق مدرسہ احمدیہ میں تعلیم جاری رکھوں گا اور زندگی بھی وقف کروں گا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب وقفِ زندگی کی تحریک فرمائی تو میں نے حضور کی خدمت میں خط لکھ کر درخواست کی کہ حضور ازراہِ کرم میرا وقف منظور فرمائیں۔ کچھ عرصہ بعد دفتر کی طرف سے جواب ملا کہ آپ کا نام نوٹ کر لیا گیا ہے۔''

خدمتِ خلق کا جذبہ

آپ نے بیان کیا کہ ہائی اسکول کی چار جماعتیں پاس کر کے پھر آپ دوبارہ مدرسہ احمدیہ چلے گئے۔ یہاں کے کئی طالب علم یتیم تھے۔ ان میں سے کچھ تو دوسرے گھروں میں کھانا کھا کر آتے تھے جبکہ باقی بچے اپنے گذارے کی خاطر گھروں میں جا کر آٹا مانگا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو خیال آیا کہ دیکھیں کے آخر یہ بچے کیا کھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ آٹا جو ان بچوں کے حصہ آتا اس میں سُسر یاں (ایک قسم کا کیڑا) پڑی تھیں اور دال کا ذائقہ پانی کی طرح ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کو تکلیف ہوئی۔ آخر آپ نے ایک ترکیب سوچی۔ کچھ خدام کو اپنے ساتھ لیا اور آٹا لانے کو کہا۔ گھر گھر جا کر جمع کیا۔ ساتھ ہی مدرسہ والوں کو بھی کہہ دیا کہ آئندہ یہ بچے آٹا مانگنے نہ جایا کریں ہم خود ان

کے لئے انتظام کیا کریں گے۔اس کے بعد حضرت میاں ناصر صاحبؓ نے باقاعدہ محلوں میں چٹھی لکھی کہ اس کارِ خیر میں سب تعاون کریں۔ یہ کام شرما صاحب کو بطور زعیم سپرد ہوا اور اس طرح سے ان بچوں کیلئے بہتر غذا کا سامان مہیا کیا گیا۔

ٹرین میں تبلیغ کا واقعہ

عنفوانِ شباب کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر ایک غیر احمدی سے تبلیغی گفتگو شروع ہوئی۔ دورانِ گفتگو آپ نے ایک لمبا مدلّل بیان دیا جو کافی تسلی بخش تھا اور جس سے مدّمقابل لاجواب رہ گیا۔ بیچ میں جب آپ سانس لینے کیلئے رُکے تو کسی نے آپ کو چھڑی سے ہلایا اور کہا کہ 'اور بولو، اور بولو'۔ آپ بڑے حیران ہوئے۔ جب نظر ڈالی تو دیکھا کہ حضرت مولوی نذیر احمد صاحب علی (رئیس التبلیغ مغربی افریقہ) تھے۔

لوائے احمدیت کی پاسبانی

مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں:

مَیں نے 1939ء میں مولوی فاضل اور 1941ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو خاکسار کئی سال تک محلّہ دارالفضل قادیان کا زعیم رہا۔ جلسہ سالانہ 1939ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر لوائے احمدیت تیار ہوا اور حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دست مبارک سے اسے پہلی مرتبہ لہرایا۔ اس موقع پر حضورؓ نے جن نوجوانوں کو لوائے احمدیت کی پاسبانی کا شرف بخشا ان مَیں حافظ قدرت اللہ صاحبؓ مرحوم اور خاکسار بھی شامل تھے۔ الحمدللہ علی ذلک۔ ان دنوں میری رشتہ کی بھی بات چل رہی تھی۔ میری اہلیہ کو تأمل تھا وہ لائل پور سے قادیان جلسہ پر

اپنی والدہ کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ زنانہ جلسہ گاہ میں بھی حضورؑ کی آواز پہنچ رہی تھی۔ جب انہوں نے حضورؑ کی زبانِ مبارک سے میرا نام سنا تو انکے خیالات بدل گئے اور انہوں نے والدین کی تجویز پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ جلسہ کے بعد ہمارا نکاح ہو گیا۔

کنجروں کا قبرستان۔ معروف مخالفِ احمدیت کا عبرتناک انجام

مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے کئی بار خاکسار کو بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان میں کسی نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ أَرَادَ اِھَانَتَكَ (یعنی میں ہر اس شخص کو رسوا کروں گا جو تیری رسوائی چاہے گا) کے حوالہ سے بیان کیا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب جو کہ جماعت کے ایک شدید اور معروف دشمن تھے ان کی تدفین کنجروں کے قبرستان میں ہوئی ہے۔ یہ بات آپ کیلئے حیرت کا موجب بنی۔ چنانچہ آپ نے ارادہ کیا کہ اس نشان کے پورا ہونے کو اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھ لیں۔ جب آپ اس قبرستان میں گئے جہاں مولوی صاحب کی قبر تھی تو ایک مجاور جو قبروں پر مٹی ڈال رہا تھا سے آپ نے پوچھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی قبر کہاں ہے؟ اس نے اشارہ سے کہا کہ اس طرف۔ پوچھنے پر بتایا کہ اس حصہ کو کنجروں کا قبرستان کہتے ہیں اور یہاں مولوی صاحب کی تدفین کی وجہ یہ بنی کہ جس دن قبر کھودی گئی تو شدید بارش ہوئی اور کھدائی میں مشکل پیش آئی لہذا کچھ فاصلہ پر مناسب جگہ تلاش کی گئی اور وہاں قبر کا انتظام کیا گیا۔ گو یہاں سب مدفون ہوتے ہیں تاہم نام اس کا کنجروں والا قبرستان پڑ گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے مولوی صاحب کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو خطاب کیا کہ 'مولوی صاحب دیکھا آخر مامور کی مخالفت کا انجام کیسا ہوا؟'۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنی تحریرات میں لکھا ہے کہ کس طرح ان کی

اپنی اولاد قسم قسم کی بدکاریوں میں ملوث تھی۔شرما صاحب نے بیان کیا کہ افریقہ میں ان کی ملاقات مولوی صاحب کے ایک بیٹے سے ہوئی۔وہ کہنے لگا کہ میں نے مرزا صاحب کو دیکھا ہے۔کہتا ''میں ایک دفعہ بٹالہ سے قادیان گیا تھا تو مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مسیح موعودؑ سیر پر جانے لگے تو راستے میں ملاقات ہوئی۔اس موقعہ پر حضرت صاحب نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھا،مولوی صاحب (یعنی ان کے والد) کا حال دریافت کیا اور آگے سیر پر نکل گئے۔''

مولوی محمد علی صاحب سے مذاکرہ

انجمن اشاعتِ اسلام (لاہوری جماعت) کے پہلے امیر مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا ایک دفعہ جوانی میں مذاکرہ ہوا۔اسوقت آپ جامعہ احمدیہ کی پہلی کلاس میں تھے اور ایک نمائش دیکھنے کی غرض سے لاہور آئے ہوئے تھے۔وہاں کسی نے ذکر کیا کہ مولوی محمد علی صاحب کی اہلیہ بھی آئی ہوئی ہیں۔آپ کو شوق ہوا کہ مولوی صاحب کو دیکھیں۔چنانچہ وہاں آپ کے ایک رفیق نے کہا کہ میں تمہیں لے جاتا ہوں مگر خود ان سے ملاقات نہیں کرسکوں گا کیونکہ میں نے ان کے خلاف ایک مضمون 'تبدیلیٔ عقائد' کے نام سے لکھا ہے۔جب شرما صاحب مسجد احمدیہ لاہور پہنچے تو کسی سے دریافت کیا کہ مولوی صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔اس نے کہا کہ ابھی نماز کا وقت ہے مولوی صاحب آتے ہیں۔لیکن جب آپ وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی اور مولوی صاحب پر صرف پیچھے سے ایک نظر پڑ سکی جبکہ وہ وہاں سے نکل رہے تھے۔اس شخص نے کہا کہ آپ کو ان کے دفتر لے جا کر ملاقات کروا دیتا ہوں۔شرما صاحب وہاں گئے۔راستے میں آپ کی نظر کئی ایسے افراد پر پڑی جو جماعت میں زیرِ تعذیر تھے یا کسی

اور وجہ سے الگ ہو گئے تھے۔مولوی صاحب کے دفتر میں ایک بڑی سی میز تھی اس کے ایک طرف بیٹھ گئے۔اور گفتگو شروع ہوئی۔

آپ نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ'' آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے اور خدمت بھی کی ہے۔ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ہم تو بعد میں پیدا ہوئے اور لوگوں سے سنا ہے۔آخر اختلاف کس بات پر ہوا؟'' مولوی محمد علی صاحب کہنے لگے کہ اصل اختلاف کفر اسلام پر ہوا ہمارے نزدیک مرزا صاحب کا منکر کافر نہیں ہوتا ہم اسے مومن ہی سمجھتے ہیں۔شرما صاحب نے کہا کہ اگر آپ کے ان مضامین سے جو آپ ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے رہے ہیں ان سے ثابت ہو جائے کہ پہلے آپ کے عقائد اَور تھے۔ آخر آپ نے رسالہ الوصیت کی تعلیم کی بنا پر حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت کی تھی۔اب اس کے خلاف عقیدہ اختیار کیا ہے۔کتاب اصول شافی میں لکھا ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔آپ نے جو عقیدہ اختیار کیا ہے اس کی دلیل پیش کریں۔مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ تو منطقی باتیں کرتے ہیں۔شرما صاحب نے کہا کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب آج لاہور آئے ہوئے ہیں آپ لکھ کر دے دیں کہ ہمیں خلیفہ سے انکار نہیں ہے محض کفر اسلام پر ہے۔ یہ آپ لکھ کر دیں تو میں عشاء کی نماز پر آپکی تحریر پیش کر دوں گا۔لیکن مولوی صاحب اس پر راضی نہ ہوئے۔ یہ گفتگو قریبًا دو گھنٹوں تک چلتی رہی اور ہر مسئلہ پر مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور جواب نہ دے سکے۔آخر ان کے خسر آ گئے اور مولوی صاحب نے اجازت چاہی۔آپ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس سے پتا لگتا ہے کہ یہ مخالفت دراصل خلیفہ کی تھی۔کفر اسلام کے عقیدہ کی نہیں۔بعد ازاں آپ نے شام کی نماز کے بعد اس مذاکرہ کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ سے بھی کیا۔

حصہ دوم

فوج کا زمانہ

مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے قریباً پانچ سال برطانوی فوج میں خدمت کی (1942 تا 1946)۔اس دوران مختلف حیثیتوں سے کام کیا اور کئی تجارب میں سے گزرے۔آپ ہمیشہ اس زمانہ کی یادوں کو بڑی مسرت اور فخر سے بیان کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ کی چند جھلکیاں ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

فوج کی یادیں

جس زمانہ میں آپ نے فوج میں بھرتی لی اس وقت جنگِ عظیم دوم اپنے زوروں پر تھی۔فوج کا نمائندہ قادیان میں نوجوانوں کو باقاعدہ بھرتی کرنے کیلئے آتا تھا۔آپ کی عمر اس وقت اکیس سال تھی۔شروع میں شرما صاحب نے سپلائی ڈیپارٹمنٹ میں ڈیوٹی دی جہاں بڑے بڑے بموں کی دیکھ بھال کا کام کرتے کہ کہیں پھٹ نہ جائیں یا ان کی گیس نہ نکلے۔کچھ عرصہ بعد آپ کو ایک کورس لینے کی غرض سے دہلی بھجوایا گیا۔وہاں ہندوستان کے مختلف شہروں کے پڑھے لکھے نوجوانوں کے ساتھ آپ کا واسطہ پڑا جبکہ آپ نے صرف میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہوئی تھی۔آپ کی UNIT والوں کو بھی شکوہ تھا کہ آخر انہیں ہی کیوں بھجوایا گیا ہے۔مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ امتحان میں اوّل آئے جس پر اعلیٰ افسران نے خوشنودی کا اظہار کیا۔

شرما صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''اس طرح کچھ عرصہ کے بعد الکٹریکل مکینکل انجینئرز کا محکمہ کھلا۔تو مجھے وہاں

ٹرانسفر کر دیا گیا کیونکہ میرے نمبر اچھے آئے تھے۔ وہاں ایک چھاؤنی تھی جہاں پر چھوٹی ٹرین جاتی تھی۔ وہاں جا کر مجھے پتا چلا کہ علاقہ خوست اس کے قریب تھا جو کہ حضرت صاحبزادہ عبدالطیفؓ شہید کا آبائی علاقہ تھا۔ انکا گاؤں صرف 30 میل کے فاصلہ پر تھا لیکن وہاں پر فوجی آدمی جا نہیں سکتا تھا کیونکہ کہیں سے بھی بندوق سے گولی لگ سکتی تھی۔''

آپ بیان کرتے ہیں کہ:'' ہماری دو برانچیں تھیں میں برانچوں کا بھی انچارج رہا۔ ورک شاپ کافی بڑی تھی میں وہاں رہا پھر کوارٹر ماسٹر بنا اور ہر قسم کے انتظامات کروانے کی ذمہ داری ملی۔ باقی فوجی تو اجتماعی رہائش میں رہتے تھے میرا الگ کوارٹر تھا۔ ایک دن وہاں مسلمانوں کا گوشت آتا تھا جو ذبح ہوتا تھا دوسرے دن ہندوؤں کا آتا تھا جو جھٹکے والا ہوتا تھا۔ میں ہر میس میں جاتا تھا کیونکہ میرا کام چیک کرنا ہوتا تھا جب میں وہاں گیا تو انہوں نے ہڑتال کر دی کیونکہ میں مسلمان تھا۔ جب یہ معاملہ ہمارے کمانڈر کے پاس آیا تو وہ پوچھنے لگا کہ کیا معاملہ ہوا تو میں نے سب کچھ اسے بتا دیا۔ وہ کہنے لگا کہ ان باتوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کوئی کہتا ہے کہ بالوں کی ایک بودی رکھو (یعنی ہندو)، کوئی کہتا ہے کہ بالوں کو کوئی ہاتھ نہ لگائے (یعنی سکھ)،۔۔۔۔ وہ کہتے مجھے سمجھ نہیں آتی تم کیا ہو۔ یورپین خواہ انگلستان کے ہوں یا جرمنی کے ہوں رنگ ایک ہی ہوگا۔ لیکن تمہاری قوم ایسی ہے کہ کوئی سفید، کوئی گندمی، کوئی سیاہ کالا۔ اس پر میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ گھوڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں کوئی سرخ کوئی سفید کوئی کالا۔ جبکہ گدھے کا رنگ ایک ہی ہے۔ اس جواب پر وہ افسر بوکھلا گیا۔''

بندوق کا نشانہ

فوج کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ شرما صاحب نے بندوق سے نشانہ لگانے

والے مقابلہ میں حصہ لیا۔جس میں وہ ہار گئے۔اس پر انہیں ملال ہوا۔انہوں نے سوچا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں ہار جاؤں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ تیرے ماننے والے دوسروں پر غالب آئیں گے۔ چنانچہ آپ نے ایک کہنہ مشق گورکھا استاد سے مشق لینی شروع کر دی اور کچھ ہی عرصہ میں آپ کو مہارت حاصل ہوگئی۔ اور اگلے مقابلہ میں آپ کا نشانہ عین ہدف پر لگا اور آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب پر سبقت لے گئے۔

ایک دفعہ آپ ایک دستہ کی کمان کر رہے تھے جسے بذریعہ کاشن (caution) قلعہ کے اندر لے کر جانا تھا۔ جب کاشن دینے لگے تو بجائے انگریزی میں اردو میں دے دیا یعنی ''دائیں دیکھ!''۔لیکن کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔

نہر میں نہانا

جہاں پر شرما صاحب کا سٹیشن تھا۔ وہاں قریب ہی ایک نہر گزرتی تھی جس میں فوجی نہایا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ کچھ انگریز سپاہی وہاں ننگے نہا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے ماتحتوں کو آرڈر دیا کہ ان پر پتھراؤ کیا جائے۔اس پر وہ انگریز برانگیختہ ہو کر کمانڈر ان چیف کے پاس شکایت کرنے گئے۔ کمانڈر ان چیف کا نام مسٹر لانگمن (Mr. Longman) تھا۔انہوں نے آپ کو بلایا اور ماجرا پوچھا۔آپ نے ان کو بتایا کہ اسی نہر میں پٹھانوں کی عورتیں پانی لینے آیا کرتی ہیں۔اگر ان کے علم میں یہ بات آ گئی تو انہوں نے کسی دن فائرنگ کر دینی ہے۔اس لئے مناسب تھا کہ ان لوگوں کو تنبیہ کر دی جائے۔ یہ جواب سن کر افسر مطمئن ہوگیا۔

فوج میں تبلیغ کے بارہ میں بیان فرمایا: ''میں نے فوج میں ہمیشہ تبلیغ کی ہے۔ایک

دن ہمارا ڈویژن رینکس انسپیکٹر آفیسر میرے پاس آ گیا۔ایک یوسف نامی کارکن ہوتا تھا جو ہر چیز کو صفائی اور ترتیب سے رکھتا تھا تو وہ کمانڈنگ آفیسر بیرک میں چلا گیا جس میں یوسف نے بوٹ بڑی ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔آفیسر نے اس سلیقہ شعاری کو دیکھ کر کہا کہ جنگ کے بعد بوٹوں کی دوکان کھولو گے؟ میں نے کہا نہیں اسکے بعد ایک اور جنگ لگے گی جو میں نے لڑنی ہے۔موجودہ جنگ سے دنیا میں امن نہیں آ سکتا مگر جو جنگ میں لڑنے جاؤں گا اس سے دنیا میں امن قائم ہوگا۔اس پر آفیسر حیرت سے بولا کہ What!۔میرے انچارج نے آفیسر کو بتایا کہ دراصل یہ احمدیہ مبلغ ہے اور جنگ کے بعد اس نے تبلیغ کے میدان میں جانا ہے۔اس کے بعد آفیسر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر نکلنے لگا تو مَیں جلدی سے ہاتھ میں ایک کتاب لی اور سائیکل پر چڑھ گیا۔گاڑی کے پاس جا کر جب کھڑا ہوا تو آفیسر نے کھڑکی نیچے کی۔میں نے اعتماد سے کہا کہ

Sir, may I start that war from today?

یعنی کیا میں اس جنگ کو آج سے ہی شروع کر دوں؟ اور وہ کتاب تحفۃً آفیسر کو دی جو اس نے بخوشی قبول کی اور اسے پڑھنے کا وعدہ کیا۔''

شرما صاحب کی ہمیشہ یہ عادت رہی کہ جہاں کہیں جاتے تو جماعت کا تعارفی لٹریچر اپنے ساتھ رکھتے اور پیش کرتے۔

فوج میں ایک یوسف رسائی نامی شخص تھا جسے شرما صاحب مسلمان سمجھ کر تبلیغ کیا کرتے تھے۔غالباً یہ اوپر مذکور سلیقہ شعار شخص کا ہی ذکر ہے۔اس کا نام کیونکہ یوسف تھا لہذا شرما صاحب اسے مسلمان سمجھتے رہے۔ایک دن اس نے بتایا کہ میں تو عیسائی ہوں۔ شرما صاحب اسے کہنے لگے اچھا تو تم عیسائی ہو پھر آپ نے عیسائیت کے نقطہ نظر سے

اسے تبلیغ کرنی شروع کر دی اور بائبل کے حوالے دینے لگے۔

اخبار الفضل پڑھنے کی عادت آپ کو زندگی بھر رہی۔ حتّٰی کہ پیرانہ سالی میں بھی باقاعدگی سے الفضل آپ کے گھر آتا رہا۔ فوج میں بھی آپ اس کا مطالعہ کرتے اور بسا اوقات اپنے ساتھیوں کو کہتے کہ ادھر آؤ یہ اخبار ہے ذرا پڑھ کر سناؤ۔ کیونکہ آپ کا rank ان سے بڑا تھا اس لئے وہ بات مان لیتے۔ اور اس طرح سے ان کو تبلیغ کرتے۔

آپ کے دفتر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوٹو آویزاں رہتی۔ بعض دفعہ انگریز فوجی آتے اور پوچھتے کہ کیا یہ آپ کے والد ہیں؟ پوچھنے پر تفصیل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں بتاتے اور جماعت کا تعارف کرواتے۔

فوج میں ایک صوبیدار میجر ہوتا تھا جو جماعت کا شدید مخالف بھی تھا۔ ایک دفعہ اس نے شرما صاحب کو طنزاً امرزائی کہا۔ شرما صاحب نے وہیں کھڑے کھڑے اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ اس پر سب حیران ہوئے کہ ایک سینیئر آفیسر کے ساتھ کس طرح یہ حرکت آپ نے کی۔ آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس سے باقاعدہ معافی منگوائی۔ کیونکہ اس قسم کی فرقہ واریت کی باتیں فوج میں جائز نہیں تھیں۔

ہندوؤں کی ہڑتال

فوج میں آپ کوارٹر ماسٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کی ڈیوٹی میں یہ بھی شامل تھا کہ سپاہیوں کے باورچی خانہ اور میس کا معائنہ کریں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کا میس الگ تھا۔ ایک دفعہ جب آپ ہندوؤں کے باورچی خانہ میں گئے اور ان کے دیگچوں وغیرہ کو ہاتھ لگایا تو شور پڑ گیا کہ ان کے برتن بھرشٹ (ناپاک) ہو گئے ہیں۔ اور ہنگامہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ آپ نے کمانڈر اِن چیف کو جا کر خبر دی کہ ایسی صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ اس پر

فیصلہ ہوا کہ آئندہ فوج میں ایسی حرکت سپاہیوں کی طرف سے جائز نہیں ہوگی۔

فوج سے سالانہ رخصت ملنے پر جب شرما صاحب قادیان آتے تو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ فوج کے بارہ میں باتیں ہوتیں۔فوج میں آپ کی غذا تین دن گوشت اور باقی دن دال اور سبزی وغیرہ ہوتی،پھل تو سب اپنے اپنے خریدتے تھے۔سروس کے دوران آپ کو انڈیا کے بہت سے علاقے دیکھنے کا موقعہ ملا جن میں فیروز پور،حیدرآباد دکن،سکندرآباد،بلاسپور وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح فوج کے زمانہ سے متعلق آپ نے بیان کیا کہ:

بہرحال اس طرح سے میں لگا رہتا تھا۔یہ ساری فوج کی ہسٹری ہے۔صحت الحمدللہ اچھی تھی ویسے کمزور نہیں تھی بس شروع سے ہی اللہ تعالیٰ نے ترقی دی مجھے۔شاید اس وجہ سے کہ میں کورس کر کے آیا تھا۔جب جنگ ختم ہوئی تو ہم سے پوچھا گیا کہ کون فوج میں مستقل رہنا چاہتا ہے۔مَیں نے اپنا نام لکھوا دیا۔دوسرے دن مجھے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی چٹھی آ گئی کہ اب جنگ ختم ہوگئی اس لئے اب اس کو release کردو۔پھر مجھے بلاسپور بھیجا گیا وہاں سے ریلیز ہو کر پھر میں قادیان آیا تو کچھ عرصہ بعد قادیان سے افریقہ مجھے بھیجا گیا۔''

اہلیہ کا عہد

مولانا عبدالکریم شرما صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد میں بیمار ہوگیا اسلئے اسوقت خدمت کیلئے نہیں بلایا گیا۔کچھ عرصہ بعد میں فوج میں ملازم ہوگیا۔1945ء میں مَیں لورالائی (بلوچستان) میں متعین تھا میری اہلیہ میرے ساتھ تھیں اور حاملہ تھیں۔وضع حمل کے دن قریب تھے انکو

کھانسی کا شدید دورہ پڑتا تھا۔شام کو ڈاک آئی اس میں دفتر تحریکِ جدید کی چٹھی تھی جس میں لکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرقی افریقہ بھجوانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ جنگ چونکہ اختتام کو پہنچ رہی ہے اس لئے فوج سے ریلیز لے کر قادیان آجاؤ۔ میری اہلیہ چارپائی پر کروٹ لئے لیٹی ہوئی تھیں۔ میں گھر آکر ان کی پشت کی طرف چارپائی پر بیٹھ گیا۔ڈاک چارپائی پر رکھ دی اور خود الفضل کا پیکٹ کھول کر پڑھنے لگا۔میری اہلیہ نے چٹھی اٹھا کر پڑھی۔ان کے ہلنے سے مجھے محسوس ہوا کہ وہ رو رہی ہیں۔ مَیں نے خیال کیا کہ اچانک معلوم کر کے کہ مجھے افریقہ بھجوانے کے لئے بلایا جا رہا ہے شاید ان کو صدمہ ہوا ہے آہستہ آہستہ دل اطمینان پکڑ لے گا کچھ دیر کے بعد انہوں نے کروٹ بدل کر منہ میری طرف کیا اور کہا مجھے چٹھی پڑھ کر قلق ہوا تھا کہ میں اس حالت میں ہوں اور بیمار ہوں۔آپ خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہیں اور بے فکر ہو کر خدمت کیلئے جائیں انشاء اللہ آپ مجھے اس عہد پر ثابت قدم پائیں گے۔اگلے دن میں نے کمانڈنگ آفیسر کو کہہ کر ہیڈ کوارٹر کو ریلیز کرنے کیلئے درخواست دی اور رخصت لے کر فیملی کو قادیان چھوڑنے کیلئے چلا گیا وہاں سے جبل پور اپنے سینٹر گیا۔ کچھ عرصہ ریلیز ہونے میں لگا۔ واپس آیا تو وضع حمل کا وقت آچکا تھا اور بیٹا پیدا ہوا۔حضرت مصلح موعودؓ نے عبدالولی نام رکھا۔لڑکے کی ولادت کے بعد اہلیہ کی بیماری نمایاں ہوگئی معلوم ہوا کے ٹی بی ہے۔علاج کیلئے ان کو لاہور لے گیا اور گلاب دیوی ہسپتال میں جو ٹی بی کا ہسپتال تھا ان کو داخل کروا دیا۔ ادھر وکالت تبشیر نے مشرقی افریقہ کے مشن کو انٹری پرمٹ بھجوانے کیلئے لکھا اور پاسپورٹ بنوانے کیلئے کاروائی شروع کر دی۔

شرما صاحب کی اہلیہ کا نام محترمہ سکینہ شرما تھا۔ آپ حضرت شیخ عبدالرب

صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ وہ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے۔ اسی طرح محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کی غیرتِ دینی کا ایک واقعہ شرما صاحب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ جب میں کام کے بعد ورکشاپ سے گھر واپس جا رہا تھا تو سڑک جہاں ختم ہوتی تھی اس کی دوسری جانب میرا کوارٹر تھا۔ اچانک ایک سپاہی آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے حضرت صاحب نے ایک کنواری لڑکی کے ساتھ دوسری شادی کر لی ہے۔ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ کہنے لگا کہ زمیندار اخبار میں لکھا ہے۔ میری بیوی اُس وقت سُن رہی تھی۔ دیوار کے اوٹ سے کرسی پر چڑھ کر کہنے لگیں۔ شرما صاحب، اسے ذرا پوچھئے کہ وہ مسلمان ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی شادیاں کی تھیں؟ یہ سن کر معترض وہاں سے بھاگ نکلا۔ شرما صاحب گھر آئے اور بیگم کی بہادری پر حیرت کا اظہار کیا کہ کس طرح باوجود حاملہ ہونے کے کرسی پر چڑھ کر اتنا عمدہ جواب دیا۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ کے بارہ میں خاکسار سے بیان کیا کہ آپ کی نانی بہت تبلیغ کرتی تھیں۔ بلکہ تبلیغ تو اس کی جان تھی۔ انہوں نے علماء سے بھی بحثیں کی ہیں وہ خاندان ہی تبلیغ والا تھا۔ جتنی بھی لڑکیاں گئیں وہ سبھی واقفینِ زندگی سے ہی بیاہی گئیں۔

قبولیت دعا کا نشان

مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں کہ:

ایک دن میرے دل میں زور سے تحریک ہوئی کہ اہلیہ کی صحت کیلئے تخلیہ میں جا کر دعا کروں صبح نو بجے کا وقت تھا محلّہ دارالفضل کی مسجد میں جا کر اندر سے دروازے بند کر

لئے اور نماز میں اپنے رب کے حضور مضطر ہو کر فریاد کی۔ تیسری رکعت کیلئے جب کھڑا ہوا تو کشفی حالت طاری ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے گھر کے سامنے والے میدان کے گرد خاردار تار کی باڑ لگی ہوئی ہے۔ باڑ کے اندر ایک لڑکا جس کا نام عطاء الرحمٰن ہے کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سبز رنگ کی دو پنسلیں ہیں۔ ایک بڑی اور ایک چھوٹی میری چھنگلی جتنی۔ میں باڑ کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ بڑی پنسل کے ایک سرے پر چب سے پڑے ہوئے ہیں۔ لڑکے نے ہاتھ بڑھا کر کہا ان میں سے ایک پنسل آپ لے لیں۔ میں نے بڑی پنسل لے لی اس پر اس نے ہاتھ کھینچ لیا اور چھوٹی پنسل اپنے پاس رکھ لی۔ نماز میں ہی مجھے تفہیم ہوئی کہ اہلیہ کو صحت ہو جائے گی اور بچہ فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا چند دنوں کے بعد بچہ نمونیہ سے فوت ہو گیا اور اہلیہ کو اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت

اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے دل اضطراب میں تھا۔ ایک دن ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر ملہوترا کو ملا اور اہلیہ کی بیماری کی کیفیت معلوم کرنی چاہی۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتا ہوں اور عنقریب دعوت الی اللہ کی غرض سے افریقہ جانے والا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ روانہ ہونے سے قبل اہلیہ کی صحت کے متعلق مجھے اطمینان ہو جائے۔ وہ کہنے لگے آپ ان کو بہت دیر سے ہسپتال لائے ہیں بائیں پھیپھڑے کی حالت اچھی نہیں ہے۔ بیماری تیسرے درجے تک پہنچ گئی ہے۔ صحت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر سوچ کر کہنے لگے ایک نیا علاج Thoracoplasty کا آپریشن ہے جو ابھی لاہور میں شروع نہیں ہوا۔ کسولی میں ایک انگریز سرجن یہ آپریشن کرتے ہیں۔ آپ ان سے آپریشن کروالیں۔ قادیان آ کر میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے

عریضہ لکھا۔ اس میں اہلیہ کی بیماری کی کیفیت بتائی اور سرسری طور پر آپریشن کے متعلق ڈاکٹر ملہوترا کے مشورے کا ذکر بھی کیا۔ حضورؓ نماز پڑھا کر جب 'الدار' میں تشریف لانے لگے تو میں نے مصافحہ کرتے ہوئے عریضہ حضورؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضورؓ اندر تشریف لے گئے اور میں مسجد سے نکل کر دعا کیلئے بہشتی مقبرہ کی جانب چل پڑا۔ ابھی میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں پہنچا ہی تھا کہ ایک صاحب تیزی سے میرے پیچھے آئے اور مجھے پکارا۔ میں کھڑا ہو گیا پاس آ کر انہوں نے کہا تم نے حضور کو کوئی خط دیا تھا؟ میں نے کہا ہاں دیا تھا۔ کہنے لگے خط پڑھ کر حضور مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور تمھارا پوچھ رہے ہیں۔ مَیں جلدی سے مسجد میں گیا۔ میرے پہنچنے سے قبل حضور واپس جا چکے تھے اور خان عبدالاحد خان مرحوم کو جو حضور کے اس وقت محافظ تھے فرما گئے تھے کہ وہ آئے تو اسے کہہ دینا کل پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر آ جائے۔ اگلے دن جب میں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ یہ آپریشن اب امرتسر کے ہسپتال میں بھی ہونا شروع ہو گیا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر یعقوب صاحب کے نام جو ہسپتال میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے چٹھی لکھ دی۔ اس طرح امرتسر کے سول ہسپتال میں اہلیہ کے داخلہ کا انتظام ہو گیا۔ ایک اور احمدی ڈاکٹر حضرت چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب بھی ہسپتال میں کام کرتے تھے۔ وہ میری اہلیہ کا بہت خیال رکھتے تھے قریباً روزانہ دیکھنے آتے اور ان کی دلجوئی کرتے۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء**۔ ڈاکٹر امیر الدین صاحب ہسپتال کے ایک ماہر سرجن تھے۔ انہوں نے دو مرحلوں میں آپریشن کیا۔ پہلے مرحلہ میں تین پسلیاں کاٹ کر بائیں پھیپھڑے کے ایک حصہ کو بند کیا۔ ابھی پہلے مرحلہ کے آپریشن کو تین چار دن ہوئے تھے کہ وکالت تبشیر کہ چٹھی اہلیہ کے پتہ پر میرے نام

آئی۔لکھا تھا کہ مبلغین کا قافلہ افریقہ جانے کے لئے روانہ ہونے والا ہے آپ آجائیں۔ جب چٹھی آئی اس وقت میں باہر گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو بیوی کے ہاتھ میں چٹھی دیکھی میں نے جلدی سے بڑھ کر چٹھی کو لینا چاہا۔ اہلیہ نے کہا ''مَیں نے چٹھی پڑھ لی ہے آپ کو بلایا گیا ہے آپ جائیں۔'' ان کی آواز میں رقت تھی۔ مَیں نے انہیں دلاسا دیا اور کہا کہ کل صبح میں چھوٹے بھائی کو آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کو میں نے چٹھی کے مضمون سے آگاہ کیا اور مریضہ کا خیال رکھنے کی گزارش کی۔ ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ وارڈ میں آئے اور کہنے لگے مریضہ کی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ اس وقت انہیں چھوڑ کر چلے جائیں۔ ان کا دوسرے مرحلے کا آپریشن بھی ہونا ہے۔ آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حالات لکھ کر تھوڑا عرصہ ٹھہرنے کی اجازت لے لیں۔ میری اہلیہ نے کہا ''ہرگز نہیں کسی کو اجازت نہیں ہے کہ کچھ لکھے میں نے خود اپنے آپ کو وقف کیا ہے اور میں اس عہد پر قائم ہوں۔ آپ کو جہاں بھیجا جاتا ہے آپ جائیں۔ حضور کو میری بیماری کا علم ہے''۔ غرض میں ان سے الوداع ہوکر قادیان آگیا اور حضرت عبدالمغنی خان صاحب وکیل التبشیر کو ملا۔ ان سے دریافت کیا کہ جانے والے مبلغین کی ملاقات حضرت اقدس سے کب ہوگی۔ انہوں نے فرمایا میں نے ملاقات کی درخواست کے ساتھ مبلغین کے نام حضور کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ حضور نے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ کس طرح جا سکتے ہیں ان کی اہلیہ تو ہسپتال میں بیمار پڑی ہے اسلئے آپ فی الحال نہیں جائیں گے۔ اگلے روز میں امرتسر آگیا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کو بات بتائی۔ ڈاکٹر صاحب اسی وقت مجھے لیکر میری اہلیہ کے پاس آئے اور ان کو مخاطب کر کے کہا مبارک ہو آپ بھی امتحان میں کامیاب ہوگئی ہیں اور آپ کے خاوند بھی۔ حضور نے خود ہی از راہِ شفقت آپ

کے خاوند کو فی الحال افریقہ جانے سے روک لیا ہے۔ تین ماہ بعد پھر آپریشن ہوا اور دوسرے مرحلہ میں دو اور پسلیاں نکالی گئیں۔

ہندوستان کی آزادی کا وقت قریب آ گیا تھا۔ امرتسر میں فسادات شدت اختیار کر گئے۔ لوگ زخمی ہو کر ہسپتال میں آنے لگے۔ میرے چھوٹے بھائی عبدالحمید صاحب نے جو فوج میں ان دنوں کاکول میں متعین تھے کاکول کے قریب ایک گاؤں میں کرایہ پر مکان لے لیا۔ میں اپنی اہلیہ کو لے کر وہاں چلا گیا۔ باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ کے اعلان کے بعد پنجاب میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے متعلق ایبٹ آباد میں خبر ملی کہ حضور بخیریت لاہور پہنچ گئے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے بیقرار ہو گیا۔ اہلیہ کو ان کی والدہ کے پاس لائل پور چھوڑ کر خود لاہور چلا گیا۔ حضور نے مجھے مہاجرین کی آبادکاری کے کام پر لگا دیا۔

حصہ سوم

افریقہ کیلئے روانگی

مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں:

''یکم جنوری 1948ء کو رتن باغ لاہور سے پانچ مبلغین کا قافلہ افریقہ کیلئے روانہ ہوا۔ تین نے مغربی افریقہ جانا تھا اور مولانا محمد منور صاحب اور خاکسار نے مشرقی افریقہ جانا تھا۔ 'داغِ ہجرت' کے بعد یہ مبلغین کا پہلا قافلہ تھا جو حضرت مصلح موعودؓ نے روانہ فرمایا۔ بحری جہاز میں سیٹیں بُک نہیں تھیں۔ روانگی سے ایک روز قبل ہمیں اچانک نمازِ عصر کے بعد حکم ملا کہ کراچی جا کر خود انتظام کر لیں۔ ان دنوں وکیل التبشیر مولوی عبدالمغنی خان صاحب تھے۔ ہم نے ان سے حضور سے ملاقات کے بارہ میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا اس وقت رات ہوگئی ہے کل فجر کی نماز کے لئے حضور تشریف لائیں گے تو اس وقت ملاقات کروا دوں گا لیکن اگلے روز علالت کے سبب حضور نماز کیلئے تشریف نہیں لائے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب مجبوری ہے آپ چلے جائیں حضور کو دعا کیلئے عرض کر دوں گا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضور کو اطلاع تو کر دینی چاہئے چنانچہ مکرم مولانا محمد منور مرحوم کی ڈائری سے ایک ورق نکال کر اطلاعاً حضور کی خدمت میں عریضہ لکھا گیا اور خاکسار نے رتن باغ کی رہائش گاہ کی اوپر والی منزل پر جہاں حضور کا قیام تھا دروازہ پر جا کر دستک دی۔ ایک خادمہ آئیں انہوں نے بتایا کہ حضور نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے رقعہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور تشریف لے آئے اور ہم سب سے معانقہ فرمایا اور دعا کروائی۔ اس طرح ہم سب مطمئن ہو کر ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی چونکہ جلدی میں ہوئی تھی۔ مولانا محمد منور اور میرے اہل وعیال لاہور سے باہر تھے

اس لئے ہم انہیں اطلاع نہ دے سکے۔ میری اہلیہ ابھی پورے طور پر صحت یاب نہیں ہوئی تھیں۔ ان کو میں لائل پور چھوڑ آیا تھا۔ ریل گاڑی جس میں ہم سفر کر رہے تھے۔ جب ملتان پہنچی تو ساتھیوں نے کہا ہم کراچی جا کر سیٹیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپ اور مولانا محمد منور صاحب (جن کی اہلیہ ملتان میں تھیں) یہاں اتر جائیں اور اپنے گھروں میں اطلاع دے آئیں۔ کل اسی وقت گاڑی میں سوار ہو کر کراچی آ جائیں۔ چنانچہ میں اتر کر لائل پور کی گاڑی میں جو تیار کھڑی تھی سوار ہو گیا اور شام کو لائل پور پہنچا۔ اہلیہ کو بتایا کہ حضور کے ارشاد پر افریقہ جا رہا ہوں اور آپ کو ملنے آیا ہوں۔ میں نے اپنے برادرِ نسبتی عزیزم شیخ عبدالسلام کو تاکید کی کہ کل صبح کے وقت تانگہ منگوا رکھیں تا میں ملتان جانے والی گاڑی میں سوار ہو سکوں۔ علی الصبح بچیوں کو جو سوئی ہوئی تھیں پیار کیا اور اہلیہ سے کہا میری دعا ہے کہ آپ اور دونوں بچیاں اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں رہیں۔ ان سے الوداع ہو کر میں تانگہ میں سوار ہو گیا۔ ملتان پہنچا تو مولانا محمد منور صاحب بھی سٹیشن پر موجود تھے اور جماعت کے چند احباب الوداع کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ کراچی پہنچے تو فساد کی وجہ سے کراچی میں کرفیو (curfew) لگا ہوا تھا۔ ان دنوں کراچی سے بحری جہاز افریقہ کیلئے روانہ نہیں ہوتے تھے۔ بمبئی جانا پڑتا تھا۔ بمبئی جانے والے جہاز انڈین ہائی کمشنر نے ہندو تارکینِ وطن کیلئے ریزرو کروا لئے تھے اسلئے ہمیں جگہ نہ ملتی تھی۔ روزانہ دریافت کرنے جاتے ہمیں یہی جواب ملتا کہ آپ کا ہندوؤں کے ساتھ سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ہمارے اصرار پر بالآخر ایک جہاز میں ہمیں جگہ مل گئی۔ سارے جہاز میں ہم صرف پانچ مبلغین ہی مسلمان تھے باقی سب ہندو تھے۔ بمبئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاندھی جی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ بمبئی میں بھی حالات خراب ہو گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رکنا پڑا۔

آخر 'کرانجہ' جہاز میں مولانا محمد منور صاحب اور مجھے سیٹیں مل گئیں۔ مولانا نے کینیا جانا تھا اسلئے وہ ممباسہ اتر گئے۔ میں نے ٹانگہ نیکا جانا تھا میں جہاز میں رہا اور دارلاسلام میں اترا۔ اس طرح 5 مارچ کو میں افریقہ پہنچا۔ دارالسلام میں جہاز جب بندرگاہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اس وقت صبح کا وقت تھا۔ میں نے دور سے کشتیاں جہاز کی طرف آتی دیکھیں۔ ان میں افریقی سوار تھے۔ جونہی میری نظر ان پر پڑی میرے دل میں دعا کی تحریک پیدا ہوئی۔ میں نے ایک کونے میں جا کر نہایت الحاح اور درد سے دعا کی کہ الٰہی میں ان لوگوں کیلئے یہاں آیا ہوں ان کی محبت میرے دل میں بھر دے اور ان کی خدمت اور خیر خواہی کی مجھ کو توفیق دے۔ افریقہ میں قیام کے دوران میری یہی کیفیت رہی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ عاجز کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی جسے قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔''

مشرقی افریقہ میں اسلام احمدیت

مشرقی افریقہ میں کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، نیاسا لینڈ (ملاوی) اور موزامبیق شامل ہیں۔ اسی طرح صومالیہ بھی براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اسی طرح روانڈا، برونڈی، بھی کسی وقت ٹانگانیکا کے ساتھ مل کر جرمن ایسٹ افریقہ سے موسوم تھے۔ نیاسالینڈ جسے آج ملاوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کینیا، یوگنڈا اور موجودہ تنزانیہ (جو پہلے ٹانگانیکا اور زنجبار تھے) کے ساتھ مل کر برٹش ایسٹ افریقہ کہلاتے تھے۔ ٹانگانیکا اور زنجبار کا اپریل 1964ء میں الحاق ہو گیا اور دونوں مل کر جمہوریہ تنزانیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ مشرقی افریقہ کے ممالک کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ میں ایشین کے علاوہ عرب مہاجرین بھی آباد تھے مگر افریقن ممالک کی آزادی کے بعد صورت حال بہت حد تک بدل چکی ہے۔ ایشین اور دیگر باشندوں کی آبادی اب برائے نام ہے۔ مشرقی افریقہ کا بڑا

حصہ خطِ استوا پر واقع ہے اس وجہ سے اس علاقہ میں بھی مسلسل رطوبت اور بارشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خط استوا پر ہونے کے باوجود موسم نہایت خوش گوار ہے۔ اس خطہ میں بعض علاقے کافی بلندی پر واقع ہیں۔ چنانچہ کینیا، یوگنڈا اور تنزانیہ میں کافی اونچے اونچے پہاڑ موجود ہیں۔ جن میں سے بعض پہاڑی چوٹیوں کی بلندی 19 ہزار فٹ تک ہے۔ کلیمن جارو پہاڑ اسی علاقہ میں واقع ہے۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے ایک تحریر میں اس علاقہ میں اسلام کی آمد کے بارہ میں لکھا:

''مشرقی افریقہ کے ساحل پر اسلام پہلی صدی میں پہنچ گیا تھا جو آہستہ آہستہ ساحلی علاقہ کو متأثر کرتا رہا۔ اور بعد میں عربوں کے ذریعہ اندرونِ ملک بھی پہنچا۔ یوگنڈا کا ملک چونکہ ساحل سے دور اور الگ تھلگ واقع ہے اس لئے اسلام کا نفوذ یہاں جلد نہ ہوسکا۔ انیسویں صدی کے وسط میں اسلام یہاں عرب تاجروں کے ذریعہ پہنچا۔ ان کے تھوڑا ہی عرصہ بعد عیسائی مشنری بھی پہنچ گئے۔ اور دونوں نے یہاں کے حکمران خاندانوں کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ دربار میں کبھی عربوں کا اثر بڑھ جاتا تھا اور کبھی پادریوں کا۔ باہمی رقابت کے سبب جھگڑے بڑھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ دربار میں مسلمانوں کا غلبہ ہوگیا اور ایک مسلمان پرنس Kelama نامی کو بادشاہ بنایا گیا۔ یہ پرنس دو سال حکمران رہا۔ آخر اس کے تعلقات عربوں سے بگڑ گئے۔ عیسائیوں نے اکٹھے ہوکر اس پر چڑھائی کی اور اس کو مار بھگایا۔ اور اس کی جگہ ایک ایسے شخص کو تخت نشین کیا جو عیسائیوں کا طرفدار تھا۔ مسلمان تتر بتر ہوگئے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اسلام جو اس وقت تک دارالحکومت تک محدود تھا دوسرے علاقوں میں بھی پہنچ گیا۔ مسلمانوں کے شاہی دربار سے نکل جانے کے

بعد رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان کشمکش ہونے لگی۔ جو بالآخر خون خرابا پر منتج ہوئی۔ کئی معرکے لڑے گئے۔ اسی اثناء میں انگریزوں نے یوگنڈا کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ انگریزی تسلط قائم ہونے کے بعد اگرچہ مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن یوگنڈا میں مذہبی تعصب کا بیج بو دیا گیا۔ جس کو عیسائی چرچ اب تک ہوا دیتے چلے آتے ہیں۔'' (غیر مطبوعہ)

عربوں نے افریقن قبائل میں شادیاں کیں اور ان کی اولاد سواحیلی کہلانے لگی یعنی ساحل سمندر کے لوگ۔ اس طرح ایک نئی زبان بھی معرضِ وجود میں آئی جو کہ اسی مناسبت سے سواحیلی کہلائی جو عربی سے بھی فیض یافتہ اور اس کے علمی الفاظ اور اصطلاحات سے مالا مال ہے۔ اس کا رسم الخط ابتداء میں عربی تھا مگر جب انگریزوں نے اس علاقہ کو اپنے زیرِ نگیں کیا تو اس کا رسم الخط بھی انگریزی کر دیا گیا۔

مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کا آغاز

1895 میں برطانوی عہدِ حکومت میں یوگنڈا ریلوے کا عظیم منصوبہ شروع ہوا۔ یہ اتنا بڑا منصوبہ تھا کہ اس کی تکمیل کیلئے برطانوی حکومت نے ہندو پاکستان سے ماہرین اور مختلف پیشہ وروں کو ہزارہا کی تعداد میں مشرقی افریقہ بلایا۔ ان میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض جلیل القدر صحابہ بھی تھے جو اس غرض کیلئے یہاں پہنچے۔ چنانچہ حضرت منشی محمد افضل ایڈیٹر اخبار البدر اور حضرت میاں عبداللہ 1896ء میں یوگنڈا ریلوے میں بھرتی ہو کر مشرقی افریقہ پہنچے۔ اسی سال حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل، شیخ محمد بخش، شیخ نور احمد جالندھری اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم خاص حضرت شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی بھی یہاں پہنچے۔ بعض صحابہ کو آب و ہوا موافق نہ آئی

اور وہ واپس چلے گئے۔

مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ ایسٹ افریقہ تحریر کرتے ہیں:

''انیسویں صدی کے آخر اور 1896ء کے شروع میں SS. Sindhia جہاز کے ذریعہ مرحوم و مغفور میاں محمد افضل صاحب ایڈیٹر اخبار البدر سب سے پہلے احمدی تھے۔ جہاں تک میں نے تحقیقات کیں۔ جنہوں نے مشرقی افریقہ کے ساحل پر قدم رکھا۔ بعض حالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات واشتہارات وبعض اخبارات سلسلہ جو ان دنوں شائع ہوا کرتے تھے وقتاً فوقتاً اس علاقہ میں پہنچتے رہے۔ مرحوم میاں محمد افضل صاحب جب ممباسہ پہنچے تو ان دنوں کینیا ریلوے کنسٹرکشن (construction) کا کام شروع تھا اور تمام کام کا ہیڈ کوارٹر کلنڈنی ممباسہ تھا اور اس سلسلہ میں پنجاب اور ہندوستاب کے دیگر صوبہ جات کے بہت سے لوگ مزدور طبقہ دکاندار، ڈاکٹر اور کلرک وغیرہ بھرتی کر کے یہاں لائے گئے۔ مرحوم میاں محمد افضل صاحب چونکہ نہایت مخلص احمدی تھے۔ انہوں نے ان لوگوں میں دعوت الی اللہ شروع کر دی۔ اور ان میں سلسلہ کا لٹریچر کتب واشتہارات حضرت مسیح موعودؑ کی اشاعت کرتے رہے۔۔۔'' (روزنامہ الفضل 10 جنوری 1940)

مصنفہ Cynthia Salvadori اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں کینیا کی 12 مساجد کا تعارف کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی اس ملک میں تاریخ کے بارہ میں لکھتی ہیں:

"In 1917 they formed a community association and in 1923 opened a fund to build their own mosque in Nairobi.

Relying solely on contributions by east African Ahmadis, this took time, but in 1931 their elegant white mosque with its two minarets was opened on Fort Hall Road (now Murang'a road). Ahmadiyya missionaries continued their work amongst the local peoples, and by the 1980s there were around 30 Ahmadiyya mosques in Kenya, ranging from simple mud buildings to substantial stone ones. But the first one, the lovely white mosque on Murang'a Road, remains their architectural jewel,"

(Twelwe mosques:History of Islam in Kenya by Cynthia Salvadori)

تبلیغ کا سلسلہ شروع

خلافت ثانیہ کے ابتدا میں بھی ہندو پاکستان کے مختلف علاقوں سے احمدیوں کی کافی تعداد مشرقی افریقہ پہنچی اور ان میں سے اکثر نے اپنے اپنے رنگ میں دعوت الی اللہ کا کام کیا۔ اسی زمانہ میں یہاں احمدیت کی مخالفت ہونے لگی اور جماعت کے خلاف کثرت سے اشتہارات شائع ہونے لگے۔

1934ء میں انجمن حمایت اسلام نیروبی نے فیصلہ کیا کہ احمدیوں کی دینی کوششوں کے مقابلہ کیلئے کوئی عالم منگوایا جائے۔ چنانچہ اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان کی سفارش پر لال حسین اختر مشرقی افریقہ پہنچے۔ اس پر جماعت نیروبی نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مرکز سے درخواست کی جائے کہ یہاں عارضی طور پر کسی مبلغ کو بھجوایا

جائے۔ جب یہ معاملہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور نے محترم شیخ مبارک احمد صاحب کو مشرقی افریقہ کیلئے منتخب فرمایا۔ آپ نومبر 1934ء کو مشرقی افریقہ پہنچے۔ آپ نے یہاں آتے ہی احمدی جماعتوں کو منظم کرنا شروع کیا اور بعض مناظرے بھی منعقد ہوئے جن میں جماعت کو نمایاں کامیابی ملی۔ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کی آمد سے مقامی افریقن باشندوں میں بھی باقاعدہ تبلیغ شروع ہوئی اور بعض نامور شخصیتوں نے بھی اس زمانہ میں جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ مخالفت کا زور بھی بڑھتا گیا اور دشمنانِ احمدیت نے جسمانی حملوں اور سوشل بائیکاٹ کے ذریعہ جماعت کی ترقی کو روکنے کی ناکام کوششیں کیں۔ 1936ء میں سواحیلی اخبار Mapenze Ya Mungo (محبتِ الٰہی) کا اجراء ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عیسائیوں کے خلاف یہ ایک مقبول حربہ بنا۔ جس کے نتیجہ میں عیسائی اخبارات میں بھی باقاعدہ مخالفت شروع ہوئی۔ 1937ء ٹبورا احمدیہ سکول کا اجراء ہوا۔ شیخ مبارک احمد صاحب یہاں دس سال تک جماعت کے واحد مبلغ رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے لوکل زبان سواحیلی میں مہارت حاصل کی اور بعد ازاں قرآن کریم کا ترجمہ اس زبان میں شائع کیا۔

یوگنڈا میں احمدیت

یوگنڈا میں جو ساحل سمندر سے قریباً 8 سو میل اندرون علاقہ میں ایک سرسبز خطہ ہے۔ سب سے پہلے یہاں دو احمدی ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جہلم کے رہنے والے تھے اور ہاتھی دانت کی تجارت کرتے تھے بعد ازاں بیلجین کونگو کے علاقے میں چلے گئے اور پھر ان کے حالات کا علم نہیں ہو سکا خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی سلسلہ کا وہاں جا کر ذکر کیا ہوگا۔

نیروبی کی جماعت احمدیہ

اس کے بعد ان جماعتوں میں سے نیروبی کی جماعت بلحاظ تعداد وغیرہ کے مشرقی افریقہ کی اس زمانہ کی تمام جماعتوں سے بڑھ گئی تھی ۔ اور خدا کے فضل سے پچاس گھرانوں پر یہ جماعت اردگرد کے احباب کو شامل کر کے مشتمل تھی اور مشرقی افریقہ و دیگر علاقہ جات کے احمدیوں کے تعاون سے ایک نہایت شاندار، خوبصورت مسجد تیس ہزار سے زائد شلنگ خرچ کر کے تعمیر کی گئی جسے یورپین سیاح شوق سے دیکھنے آتے اور فوٹو لے جاتے تھے۔اس جماعت نے ترقی کی اور مالی قربانیوں میں بھی غیر معمولی حصہ لیا۔مشرقی افریقہ کے احمدیوں کا چندہ تمام غیر ممالک کے احمدیوں کے چندہ سے بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔

ٹانگانیکا میں احمدیت

ٹانگانیکا کا علاقہ جو جنگ عظیم سے قبل جرمن مشرقی افریقہ کے نام سے مشہور تھا احمدیت کے قریب ہی کے زمانہ میں روشناس ہوا تھا۔ ہندوستانی احمدیوں کی ایک مختصر جماعت اس علاقہ کے مختلف مقامات میں پھیلی ہوئی تھی ،جن میں سے مکرم بابو محمد یوسف صاحب پوسٹ ماسٹر ایک لمبا عرصہ اس علاقہ میں ملازمت کے سلسلہ میں مقیم رہے۔اور پہلی مرتبہ ان کی اور بعض دوسرے احمدی نوجوانوں کی کوشش و ہمت سے دارالسلام میں جو دارالسلطنت ہے ٹانگانیکا کی جماعت کو باقاعدہ نظام کے ساتھ قائم کیا گیا۔

ٹبورا ٹانگانیکا میں دوسرا مقام ہے جہاں ہندوستانی احمدیوں کی آٹھ دس گھرانوں پر مشتمل جماعت ہوتی تھی۔اور سوائے ایک دوست کے سب تجارت پیشہ تھے۔اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بعض نے مالی طور پر اچھی پوزیشن قائم کر لی تھی اور اپنے اخلاص و محبت

سلسلہ اور کوششوں میں سے کسی سے کم نہیں بلکہ سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ یہ ہے مشرقی افریقہ میں اشاعت احمدیت کا پہلا دور۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب اس علاقہ میں احمدیت کی ابتدا کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''سب سے اوّل محترم شیخ مبارک احمد صاحب 1934ء میں مشرقی افریقہ میں متعین ہوئے، وہ پہلے نیروبی میں رہے۔ بعد میں ٹبورا منتقل ہو گئے۔ مشرقی افریقہ کے تینوں ممالک یوگنڈا کینیا اور تنزانیہ میں اس سے قبل احمدی جماعتیں موجود تھیں۔ جو ہندوستانی احمدیوں پر مشتمل تھیں۔ مقامی باشندے ابھی احمدیت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ پاکستانی احمدیوں کے تعاون سے محترم شیخ صاحب نے ان میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ وہ اس وقت مشرقی افریقہ میں اکیلے مبلغ تھے۔ یوگنڈا بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اسی دوران پاکستانی احمدیوں کی وساطت سے ان کا تعارف یوگنڈا کے ایک مسلم سازا چیف عبدالعزیز بلوڈا سے ہوا۔ محترم شیخ صاحب کے علم وفضل سے متاثر ہو کر عبد العزیز بلوڈا صاحب نے اپنے لڑکے زکریا کزیٹو صاحب کو ان کے سپرد کیا اور خواہش کی کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور تعلیم دیں۔ شیخ صاحب زکریا صاحب کو ٹبورا لے آئے۔ وہاں وہ کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس طرح ان کو یوگنڈا میں پہلے احمدی ہونے کی سعادت ملی۔

1948ء میں مولوی نورالحق انور مرحوم کو یوگنڈا میں متعین کیا گیا۔ چند سال وہ وہاں رہے۔ ان کے ذریعہ حاجی ابراہیم سینفو ما صاحب جو جنجہ کی مسجد کے پیش امام تھے احمدی ہوئے۔ کچھ عرصہ مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی نے بھی مولوی نورالحق انور مرحوم کی رفاقت میں کام کیا۔ ان کے بعد حکیم محمد ابراہیم مرحوم یوگنڈا میں آئے۔ اور کمپالہ میں

مقیم ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حافظ بشیر الدین عبید اللہ مرحوم کو بھی یوگنڈا بھجوایا گیا۔ ان کا قیام جنجہ میں تھا۔ قریبًا تین سال وہ وہاں رہے۔ ان کے دورانِ قیام میں جنجہ کی مسجد تعمیر ہوئی۔

1962ء میں مشرقی افریقہ کے تینوں ممالک تنزانیہ، کینیا اور یوگنڈا کا علیحدہ علیحدہ مستقل نظام قائم ہوا۔ اس نئے نظام کے تحت خاکسار عبدالکریم شرما کو یوگنڈا کا پہلا امیر اور مبلغ انچارج مقرر کیا گیا۔ حکیم محمد ابراہیم مرحوم اور مولانا عنایت اللہ خلیل مرحوم خاکسار کے ساتھ تھے۔ خاکسار نومبر 1969ء تک قریبًا سات سال یوگنڈا میں رہا۔ اس دوران کمپالہ اور مساکہ کی مساجد تعمیر ہوئیں۔ سکول کی مستقل عمارت تعمیر ہوئی۔ جس کا خاکسار نے افتتاح کیا۔ لوگنڈا زبان میں قرآن مجید کے پہلے پانچ سپاروں کا ترجمہ شائع ہوا۔ بعض بنیادی لٹریچر لوگنڈا زبان میں شائع کیا گیا۔ یوگنڈا کے شمالی علاقوں کی زبان لانگو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح پر کتاب شائع ہوئی۔ اس زبان میں یہ پہلی اسلام کے متعلق کتاب ہے۔ موضع پیٹا میں پرائمری سکول کا آغاز ہوا۔ مندرجہ بالا مبلغین کے علاوہ خاکسار کے دوران قیام میں مرکز نے حسب ذیل مبلغین کو یوگنڈا میں بھجوایا۔

مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب۔ انہوں نے قریبًا ڈیڑھ سال یوگنڈا میں کام کیا۔ ان کا قیام کمپالہ میں تھا۔ پیٹا کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ بعد میں خرابی صحت کی بنا پر ممباسہ میں تبدیل کر دئے گئے۔ مکرم مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح انہوں نے ساڑھے تین سال کام کیا۔ مکرم مرزا محمد ادریس صاحب نے بھی کئی سال تک یوگنڈا میں کام کیا۔ اس دوران مکرم مختار احمد ایاز صاحب مرحوم کی کوششوں سے کمپالہ میں بشیر ہائی سکول کا قیام ہوا۔ مولانا ذبیح صاحب نے اس سلسلہ میں ان کے ساتھ کام کیا تھا۔ اس سکول کیلئے مرکز سے

استدعا کی گئی کہ ٹیچر بھجوائیں۔اس پر مرکز نے مکرم محمود احمد صاحب کو بھجوایا۔

سب سے آخر خاکسار کی استدعا پر 1962ء میں مرکز نے مکرم مولوی جلال الدین قمر صاحب کو یوگنڈا بھجوایا۔ان کو مسا کا متعین کیا گیا۔اسی دوران خاکسار کا تبادلہ کینیا میں مبلغ انچارج اور امیر کے طور پر ہو گیا۔اور مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب جو نیروبی میں متعین تھے۔خاکسار کی جگہ یوگنڈا میں تبدیل ہو کر آ گئے۔''

مشن کی کامیابیوں کا اعتراف

مشرقی افریقہ کے احمدیہ مشن کے متعلق اُس زمانہ میں غیروں کی آراء پر مشتمل صرف ایک حوالہ اس موقعہ پر پیش کرتا ہوں۔یہ حوالہ ''نوائے وقت'' کا ہے جن کے ماریکا میں مقیم نامہ نگار حفیظ ملک لکھتے ہیں:

''حال ہی میں امریکہ کے مشہور و معروف پادری بلی گراہم (Billy Graham) نے افریقہ کا دورہ کیا۔گزشتہ ہفتہ انہوں نے صدر آئزن ہاور سے وائٹ ہاؤس میں چالیس منٹ تک تبادلہ خیالات کیا اور صدر آئزن ہاور کو یہ مشورہ دیا کہ وہ نائجیریا کا دورہ کریں۔۔۔ انہوں نے رپورٹروں کو بتایا کہ مسلمان مشرقی افریقہ میں جب سات حبشیوں کو مسلمان بناتے ہیں تو عیسائی مشکل سے تین کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔۔۔افریقہ میں اگر کوئی پاکستانی مذہبی گروہ مشنری کام کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔نیروبی میں تو احمدیوں نے ایک بہت بڑا مذہبی مرکز قائم کر رکھا ہے۔اخبار بھی شائع کرتا ہے۔۔۔بلی گراہم جب اپنے حالیہ دورہ میں نیروبی گئے تو اسلام کی طرف سے اگر کسی جماعت نے انہیں مباحثہ کی دعوت دی تو وہ جماعت احمدیہ تھی۔''

(نوائے وقت لاہور 2۔اپریل 1960ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے 1945ء میں فرمایا:

''خدا نے ان افریقن ممالک کو احمدیت کے لئے محفوظ رکھا ہوا ہے اور اسلام کی ترقی کے ساتھ ان کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ ہمارا مستقبل افریقہ کے ساتھ وابستہ ہے افریقن ممالک میں دس پندرہ کروڑ کی آبادی ہے جو انہی حالات میں سے گزر رہی ہے جن میں سے رسول کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب گزر رہا تھا، وہ خشک لکڑیاں ہیں یا سوکھے ہوئے پتوں کے ڈھیر ہیں جو میلوں میل مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔مگر ضرورت ان ہاتھوں کی ہے جو دیا سلائی لیں اور ان خشک لکڑیوں اور پتوں کے ڈھیروں کو جلا کر راکھ کر دیں۔ایسی راکھ جو دنیا کی نظر تو راکھ ہوگی لیکن خدا تعالیٰ کی نظر میں تریاق جو ایسے کیمیاوی مادے اپنے اندر رکھتا ہوگا کہ نہ صرف ان لوگوں کی زندگی کا باعث ہوگا۔ بلکہ ساری دنیا کو زندہ کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔۔۔پس ہمارے لئے یہ بڑی ہوشیاری اور بیداری کا وقت ہے انتہائی سرعت اور تیزی سے کام کرنے کا وقت ہے۔ دنوں اور مہینوں کے اندر اندر ہمیں تمام افریقہ پر چھا جانا چاہئے۔۔۔اور تثلیث کی بجائے خدائے واحد کی بادشاہت اس ملک میں ہمیشہ کیلئے قائم کر دینی چاہئے۔''

(روزنامہ الفضل 8 فروری 1961ء)

مکرم اثمانی موینی گاکوریا صاحب مقیم کینیا ان علاقوں میں رہنے والے جماعت کے ایک دیرینہ خادم ہیں۔انہوں نے 1964ء میں بیعت کی تھی اور مولانا شرما صاحب کے ساتھ لمبا عرصہ کام کیا۔آپ اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

'آج جماعت احمدیہ کے مراکز مشرقی افریقہ کے ہر ملک میں الگ الگ قائم ہیں اور ہر ملک خودمختار ہے۔تینوں ملکوں کے دارالحکومتوں میں جماعت ترقی پذیر ہے جن میں

نیروبی (کینیا)، کمپالہ (یوگنڈا) اور دار السلام (تنزانیہ) شامل ہیں۔ ان علاقوں میں دو پریس قائم ہیں جو کہ دارلاسلام تنزانیہ اور نائروبی کینیا میں واقع ہیں۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں میں تقویت لانے کیلئے یہاں ایک معلمین ٹریننگ سنٹر دار السلام تنزانیہ میں قائم ہے۔ جماعت احمدیہ کے مبلغین نے ان علاوں کی مادی امداد بھی کی ہے۔ موجودہ لٹریچر میں وسعت پیدا کی گئی۔ قرآن کریم کا سب سے پہلا کیسواحیلی ترجمۃ القرآن شائع کیا نیز اور بہت سی جماعتی کتب بشمول

The Prayer Book, The Promised Son, The Will, Foundation of Christianity, The Ahadith, A Gift for the Queen, The Star of Victoria, World crisis and the Pathway to Peace.

وغیرہ، جن میں سے بہت سی کتب ان مبلغین کی تحریر کردہ ہیں۔ الحمدللہ۔'

(خط مؤرخہ 6 جولائی 2021ء)

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ایسٹ افریقہ اوائل کے مشکلات اور مخالفت کے دور سے بخوبی نکل کر نئی ترقیات کی منازل طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے اور اب قوم اور ملک کے عام وخاص کی نگاہ میں عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

مشرقی افریقہ میں جماعت کا یہ تعارفی نوٹ مندرجہ ذیل حوالہ جات کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

1۔ مشرقی افریقہ میں اشاعت احمدیت کی ابتدائی تاریخ۔ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ روزنامہ الفضل 9 مئی 2005ء۔ تاریخ احمدیت جلد 7 ص 257 تا 263

2۔ مشرقی افریقہ کے تبلیغی حالات پر محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کے لیکچر کا

خلاصہ۔روزنامہ الفضل 5 جون 1962

3۔مشرقی افریقہ میں دعوت الی اللہ کی تاریخ۔محمد شفیق قیصر صاحب۔روزنامہ الفضل 15 جون 2005ء

4۔افریقہ میں تبلیغ اسلام کیلئے جماعت احمدیہ کی جدّ و جہد۔مجید اے چوہدری، ایم ایس سی۔روزنامہ الفضل 18 جنوری 1964ء

5۔مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کا آغاز۔مولانا شیخ مبارک احمد صاحب روزنامہ الفضل 19 جنوری 1940ء

6۔یوگنڈا مشن کے متعلق کچھ یادداشتیں۔مولانا عبدالکریم شرما صاحب (غیر مطبوعہ)

7۔مشرقی افریقہ کے شہر ٹانگا کے مختصر حالات۔مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب، مبلغ ایسٹ افریقہ (حوالہ) 8۔تحریر مکرم ایم اے گاکوریا صاحب، خط بتاریخ 6 جولائی 2021ء

1962ء میں برٹش ایسٹ افریقہ کی تقسیم

اروشہ میں مشن کا آغاز

اب مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے مشرقی افریقہ میں میدانِ عمل کے حالات کو جو کہ اکثر وبیش آپ کی خودنوشت یادوں پر مشتمل ہیں۔مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں:

''ان دنوں مشرقی افریقہ کا مرکزی دفتر ٹبورہ میں تھا۔محترم شیخ مبارک احمد صاحب یہاں مقیم تھے وہ سفر پر جانے والے تھے ان کے ساتھ مشرقی افریقہ کے تینوں ممالک کا سفر کیا۔سفر سے واپس آ کر آپ نے ٹانگانیکا کے شمالی صوبہ میں مشن کھولنا چاہا۔اس غرض کیلئے مجھے اروشہ جو کہ اس صوبہ کا صدر مقام تھا جانے کا ارشاد فرمایا۔اس صوبہ میں دو سال

کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اروشہ اور موشی میں کچھ احمدی ہوئے۔ کلمن جاروبرّ اعظم افریقہ میں سب سے بلند پہاڑ ہے۔ اس کی اترائی میں چاگا قبیلہ آباد ہے۔ اس قبیلہ میں تبلیغ کے مواقع ملے۔ مچامے میں کچھ لوگوں نے احمدیت قبول کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں ہماری ایک مسجد ہے۔ 1973ء میں اس مسجد کا خاکسار نے افتتاح کیا تھا۔

کلمن جارو کا علاقہ عمدہ کافی کے لئے مشہور ہے۔ چاگا قبیلہ کے علاوہ پہاڑ کی اترائی میں ان دنوں یورپین آبادکاروں نے بھی کافی کے باغات لگائے ہوئے تھے۔ ان سے وقت لے کر ملنے کیلئے جاتا اور ان سے مذہبی گفتگو ہوتی۔ دلچسپی لینے والوں کو لٹریچر دیتا۔ سردار بشارت احمد مرحوم لیا مونگو میں کافی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں الیکٹریشن تھے۔ جب میں لیا مونگو آتا تو ان کے ہاں قیام کرتا۔ اتوار کو وہ بھی میرے ساتھ تبلیغ کرنے کیلئے جاتے اور اپنے جاننے والوں سے ملواتے۔ چاگا قبیلہ کی اکثریت عیسائی ہو چکی تھی۔ یہ لوگ ذہین اور ہوشیار ہیں۔ اس علاقہ میں بہت سے سکولوں میں تقریر کے مواقع ملے۔ جب سوالات کا موقعہ دیا جاتا تو طالب علم اس کثرت سے ہاتھ کھڑا کرتے کہ باری دینی مشکل ہو جاتی۔

ایک دفعہ چاگا قبیلہ کے ایک چیف اگسٹس مریالے کے ہاں ٹھہرا۔ ان کی بیگم میرے لئے ہندوستانی طرز کا کھانا پکانے کی کوشش کرتیں۔ میدہ منگوا کر پراٹھے بنا کر دیتیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ چیف کے والد بزرگوار ٹانگانیکا میں جرمن اقتدار کے زمانہ میں قبیلہ کے پیراماؤنٹ چیف تھے۔ بوڑھے ہو چکے تھے لیکن آنکھوں میں خاص چمک تھی۔ میرے پاس بیٹھتے تو پرانی باتیں بتایا کرتے۔ چیف کے ایک چچا پیٹر مریالے نے چاگا کلچر پر ایک کتاب ' Masiha ya Wachaga kati ka

Dunya na Ahera' لکھی تھی۔انہوں نے یہ کتاب تحفۃً مجھے دی۔اس میں انہوں نے چاگا قبیلہ کے رسم و رواج ، شادی بیاہ کا طریق، پیدائش و اموات کے رسوم، اعتقادات اورتوہمات وغیرہ دلچسپ انداز میں تحریر کئے تھے۔تین دن چیف کے ہاں ٹھہرا۔علاقہ میں تبلیغ کے اچھے مواقع ملے۔

موشی شہر میں جب جاتا تو رات کومکرم جمعہ انے عبداللہ کے ہاں قیام کرتا۔طالب علمی کے زمانہ میں انہوں نے ٹبورہ میں احمدیت قبول کی تھی۔موشی کے ہسپتال میں کلرک تھے۔تنزانیہ کی آزادی کے بعد ٹانگانیکا پراونس کے ریجنل کمیشنر ہوئے۔1973ء میں جب خاکسار آخری بار تنزانیہ آیا تو وہ دارالسلام ائیر پورٹ پر مجھے لینے آئے تھے۔ان دنوں وزارت عظمیٰ میں سیکرٹری کے عہدہ پر فائز تھے۔موشی میں ایک اور صاحب اکبر خان بھی تھے جو احمدیت سے عقیدت رکھتے تھے۔ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔موشی میں ان کا اچھا ہوٹل تھا۔ان کا اصرار ہوتا تھا کہ جب موشی آؤں تو ان کے ہوٹل میں ٹھہروں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک کمرہ مخصوص کیا ہوا تھا۔ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔یاددہانی کے لئے بعد میں بھی خطوط لکھتے رہے۔پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے جواب ملتا کہ حضور نے دعا کی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد عطا فرمائے۔آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔دو بچے وہ مجھے دکھایا کرتے تھے۔ان کے ہوٹل میں ٹھہرنے کا مجھے ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ شام کو وہاں پاکستانی جمع ہوجایا کرتے تھے۔انکو تبلیغ کرنے کا موقع ملتا تھا۔ایک صاحب وہاں مجھے ملے جنہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھتیجے ہیں اور کہا کہ وہ دس بارہ سال کے تھے کہ ایک دفعہ قادیان گئے

تھے اور حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے ان کو حضرت مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا تھا اور بتایا تھا کہ یہ لڑکا مولوی محمد حسین صاحب کا بھتیجا ہے۔ حضورؑ نے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تھا اور مولوی محمد حسین کی خیریت پوچھی تھی۔ مولوی محمد حسین کے ذکر پر وہ نفرت کا اظہار کرتے اور لعنت بھیجتے اور کہتے کہ وہ بہت مغضوب الغضب تھے۔ اپنی اولاد کو پیٹتے رہتے تھے اور ہم سے بھی بدسلوکی کرتے تھے۔ خاندان کے سب لوگ ان سے نالاں تھے۔ ان کے بیٹے تو ان کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ میں نے لوگوں سے کہا سنتے ہو، یہ عبرت کا مقام ہے۔ ایک شخص جو اہلحدیث فرقہ کا لیڈر تھا ہندوستان میں علمی فضیلت کی وجہ سے شہرت یافتہ اور عزّت کا مقام رکھتا تھا۔ مامور زمانہ کی مخالفت کے نتیجہ میں بالآخر ایسی ذلت کی حالت کو پہنچا کہ اب اس کے اپنے خاندان کے لوگ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ان صاحب کے بارہ میں بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ یہاں کیسے آئے اور کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ نوجوان تھے جب داس ڈالنے والے طائفہ کے ساتھ یہاں آئے تھے اور پاؤں میں گھنگرو ڈال کر ناچا کرتے تھے۔ اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور ایک فارم میں رہتے ہیں۔''

صوبہ کے حاکم اعلیٰ کا قابلِ ستائش رویہ

ایک دفعہ کلمن جارو کے علاقہ میں تبلیغ کیلئے آیا ہوا تھا۔ جس دن واپس جانا تھا اس دن بہت بارش ہوئی۔ افتاں وخیزاں سڑک تک پہنچا۔ گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا کہ دور سے ایک کار آتی نظر آئی۔ قریب پہنچی تو دیکھا کہ اس پر یونین جیک لہرا رہا ہے، بہت مایوسی ہوئی کہ کار سرکاری نکلی۔ اس میں پراونشل کمشنر جارہے تھے۔ کار پاس سے گزر گئی تھوڑے فاصلہ پر جا کر رُک گئی۔ پھر واپس آئی اور میرے قریب ٹھہر گئی۔ شوفر باہر نکلا اور

اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ پراونشل کمیشنر نے کہا اندر آ جاؤ۔ مجھے تأمل ہوا میری شلوار، کوٹ اور جوتے کیچڑ سے لت پت تھے اور بھیگا ہوا بھی تھا۔ کمیشنر صاحب نے بھانپ لیا کہ مجھے تأمل کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ کہنے لگے کوئی حرج نہیں آ جاؤ۔ میں کار میں جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اروشہ پہنچ کر وہ گورنمنٹ ہاؤس میں اتر گئے اور شوفر کو کہا کہ شیخ کو گھر پہنچا آؤ۔ میں نے یہ واقعہ اس لئے لکھا ہے کہ سبق حاصل ہو۔ احمدی نسلیں خدا تعالیٰ کے فضل سے آئندہ اعلیٰ مناصب پر فائز ہونگی۔ مجھے امید ہے کہ احمدیت کی تربیت کے نتیجہ میں وہ سلطنت برطانیہ کے شریف النفس حکام سے کہیں بڑھ کر شفیق اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے والے ہونگے۔

ڈاکٹر روش سے گفتگو

اروشہ کے قریب دو میل کے فاصلہ پر لوتھرن مشن کا سیکنڈری سکول تھا۔ خاکسار وہاں جایا کرتا تھا۔ ہیڈ ماسٹر امریکن تھے۔ تپاک سے ملتے اور گھر لے جاتے۔ ان سے اور ان کی اہلیہ سے مسیح موعودؑ کے ظہور کی باتیں ہوتیں۔ ایک دن انہوں نے بتایا کہ لوتھرن مشن کے مشہور مناد ڈاکٹر روش کل آ رہے ہیں۔ یہ صاحب روسی نژاد تھے بعد میں امریکن نیشنیلٹی لے لی تھی۔ عراق میں کئی سال مسیحی مناد کے طور پر کام کیا۔ عربی زبان جانتے تھے۔ سواحلی زبان میں انہوں نے ایک کتابچہ لکھا جس کا عنوان تھا' JINSI DINI YA ISLAMU ILIVYOTUNGWA' یعنی اسلام کس طرح بنایا گیا۔ یہ کتابچہ ینابیع الاسلام کا چربہ تھا جو انیسویں صدی میں لکھی گئی تھی۔ اگلے روز ان کو ملنے گیا۔ میں نے کہا کہ آپ کا کتابچہ پڑھا ہے۔ آپ نے بیکار کاوش کی ہے۔ قرآن خود بتاتا ہے کہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کہ اس میں پہلی الہامی کتب کی مستقل نوعیت کی تمام تعلیمات آ گئی

ہیں۔قرآن Perfection کا دعویٰ کرتا ہے Originality کا نہیں کرتا یعنی یہ نہیں کہتا کہ اس کی تمام تعلیمات نئی ہیں جو پہلی کتب میں موجود نہیں تھیں بلکہ وہ اکمال دین کا دعویٰ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (المائدہ آیت 4) آج میں نے تمھارا دین تمھارے لئے کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی۔

پہلی کتب کی تعلیمات اور قرآن کریم کی تعلیمات میں جہاں مماثلت پائی جاتی ہے وہاں تفصیلات میں بیّن فرق بھی موجود ہے۔ پہلی کتب کی تعلیمات عالمگیر نہیں تھیں۔ مختلف اقوام کو سدھارنے کیلئے ان کی ارتقائی حالت کو مدّنظر رکھ کر جو تعلیمات ان کو دی جاتی تھیں وہ اگرچہ ان کے مناسبِ حال معلوم ہوتی تھیں اسلئے نامکمل تھیں۔قرآن کریم نے ان کو مکمل کیا ہے اور نسلِ انسانی کے ہر طبقہ کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر عالمگیر، مکمل اور دائمی تعلیم دی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام آیت 39) ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔ بنیادی اعتقاداتی مسائل کو لے لو، ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی حقیقت، اسکی ذات وصفات کا عرفان، حیات بعد الاموت کی حقانیت کے دلائل، انسان کی پیدائش کی غرض، مرنے کے بعد کی حالت، جزا سزا کا فلسفہ ایسے مضامین کو قرآن کریم نے جس شرح وبسط سے یادفرمایا ہے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتا۔اسی طرح خدا تعالیٰ کے ساتھ اخلاص ومحبت کے تعلق کو استوار کرنے کیلئے عبادات کی اہمیت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی تفصیلات اور ان کو بجا لانے کے فوائد اور اثرات جس حسین اور مؤثر انداز میں قرآن کریم بیان کرتا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی دوسری کتب میں بیان نہیں ہوا۔یہی حال اخلاقی اور تمدنی تعلیمات کا ہے۔

مَیں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ملک عرب جہالت کا گہوارا تھا۔ پڑھے لکھے لوگ خال خال تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اُمی تھے۔ نہ وہاں دارالعلوم تھے نہ لائبریریاں اور کتب خانے تھے پھر یہ کیونکر ممکن ہوا کہ ایک امّی شخص نے دوسرے مذاہب کی کتب سے اخذ کر کے تعلیمات کا ایک بے مثال مجموعہ تیار کر دیا جو اتنا مؤثر ہوا کہ اقوامِ عالم کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ یہ اعجاز اس امّی شخص کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس وحی الٰہی کا تھا جو اس پر نازل ہوتی تھی۔

قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ کلام اللہ ہے۔ اس کا ثبوت اس کی بے نظیری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے سکالرز کو قرآن کریم میں بار بار چیلنج دیا ہے کہ اگر تم کو اس بات میں شک ہے تو اس کی نظیر بنا کر لے آؤ اور اگر نہ بنا سکو تو یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی شان یہ ہے کہ کوئی دوسرا اس جیسی تخلیق نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا آپ عربی دان ہیں اور بقول خود قرآنی ماخذ کو جانتے ہیں پھر آپ کو چیلنج قبول کرنے میں تأمل کیوں ہے۔ قرآنی ماخذ پر رسالہ لکھنے کی بجائے آپ کو چاہئے تھا کہ آپ کوئی ایسا کلام بنا کر پیش کرتے جو فصاحت و بلاغت، حسن بیان، اثر پذیری اور قوت احیاء میں قرآن کا ہم پلّہ ہوتا پھر اس میں تائید الٰہیہ کے نشان اور پیشگوئیاں بھی ہوتیں جن کو لوگ پورا ہوتے دیکھتے۔ قرآن نے تحدی کی ہے کہ اس کتاب کی مثل کبھی کوئی نہیں بنا سکے گا۔ (البقرۃ آیت 24، 25) چودہ سو سال گزر گئے ہیں ابھی تک اس کی مثل منصۂ شہود میں نہیں آئی۔

مَیں نے کہا ایک امتیاز قرآن کریم کو یہ حاصل ہے کہ وہ زمانہ نزول سے لے کر اب

تک اصل صورت میں محفوظ چلا آتا ہے۔ بائبل کی یہ حالت نہیں ہے۔اس میں رد و بدل اور تحریف ہوئی ہے۔اس کے ثبوت میں مَیں نے کچھ حوالے پیش کئے۔ کہنے لگے قرآن بھی انسانی دست برد سے محفوظ نہیں رہا۔شیعہ کہتے ہیں کہ بعض آیات حضرت علیؓ کے متعلق تھیں اس میں نہیں ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن کے چالیس سیپارے تھے جن میں سے تیس محفوظ رہ گئے ہیں۔ میں نے کہا یہ بے اصل حکایات ہیں۔ان کا کوئی ثبوت نہیں۔شیعہ علماء کے ایک طبقہ نے ان حکایات کو رد کیا ہے۔ یورپین محققین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کا متن من وعن وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پیچھے چھوڑا تھا۔غرض ان سے اڑھائی گھنٹہ تک سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

شیعہ مجتہد کی بوکھلاہٹ

اروشہ میں گجرات کاٹھیاواڑ کے اثنا عشریہ شیعہ کافی تعداد میں تھے۔ان کا امام باڑہ بھی تھا۔لکھنؤ کے ایک مجتہد امام باڑہ کے ایک ملحق چوبارہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ان کے پاس بھی میں جاتا رہتا تھا۔ڈاکٹر روش سے گفتگو کے بعد میں ان سے ملنے گیا۔اور ان کو گفتگو کی روداد سنائی اور یہ بھی بتایا کہ ڈاکٹر روش کہتے تھے کہ شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ رائج الوقت قرآن میں بعض آیات جو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے بارہ میں تھیں شامل نہیں ہوئیں۔ کہنے لگے بات تو ان کی درست ہے میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کا تو وعدہ ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجرات آیت 10) کہ ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہونگے۔ دوسری جگہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ خاطر جمع رکھو یہ وحی جو تجھ پر نازل ہوتی ہے ضائع نہیں ہوگی بلکہ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (القیامۃ آیت 18) اسکا جمع کرنا بھی ہماری

ذمہ داری ہے اور اس کا دنیا کے سامنے پڑھا جانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ میں نے کہا کہ اس وعدہ کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح ممکن تھا کہ کوئی انسان قرآن کو جمع کرتے وقت کمی بیشی کر دیتا اور پھر اس قرآن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رائج بھی کر دیتا۔ میں نے کہا بفرضِ محال اگر اس نظریہ کو مان لیا جائے تو پھر ایک اور سوال اٹھتا ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس کمی کو درست کیوں نہیں کروایا اور قرآن کے اس حصہ کو ضائع ہونے دیا۔ باتیں ابھی ہو رہی تھیں کہ کچھ شیعہ نوجوان سیڑھیوں سے اوپر آ گئے۔ جونہی مجتہد صاحب نے آہٹ سنی وہ پلنگ سے جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے اچھل کر کھڑے ہو گئے اور شور مچانے لگے کہ تم قادیانی ہو کافر ہو۔ مجھے حیرت ہوئی کہ ایک لمحہ پہلے تو وہ آرام سے گفتگو کر رہے تھے یکلخت انکو کیا ہوا۔ دراصل وہ دوسروں کے روبرو اگر اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تھے وہ مجھ کو اشارہ کر دیتے کہ پھر بات کریں گے تو بہتر ہوتا لیکن بوکھلاہٹ میں انہوں نے ایسا رویہ اختیار کیا جو قابلِ شرم تھا۔ اس وقت مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی یاد آئی کہ عُلَمَاءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ اس زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

نیانزہ پراونس میں کام

کچھ عرصہ کے بعد عارضی طور پر مجھے یوگنڈا جانے کا ارشاد ہوا۔ مکرم مولوی نورالحق انور مرحوم ان دنوں وہاں تھے۔ جنجہ سے کمپالہ کی طرف دس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ناکی سانجہ میں ہمارا قیام تھا۔ ایک افریقی عالم شیخ ابراہیم سیفو ماجو جنجہ کی جامعہ مسجد کے امام تھے ان دنوں احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے زیرِ اثر بعض معلمین نے بعد

میں احمدیت قبول کی ۔ خاکسار چند ماہ یہاں رہا پھر کینیا کے نیانزہ پراونس میں منتقل ہوا گیا۔ اس علاقہ میں مولانا محمد منور مرحوم افریقن ریزرو میں تبلیغی جہاد میں ہمہ تن مصروف تھے، ان کے ساتھ لوانڈی میں کچھ عرصہ قیام کیا مولانا صاحب بہت محنتی تھے۔ خودنمائی سے مبرّا اور بے لوث خدمت کرنے والے تھے۔ بلا کا حافظہ پایا تھا۔ سواحیلی زبان کے چوٹی کے ادیب تھے۔ نیانزہ پراونس کی لوؤ اور ابالوھیا زبانیں بھی سیکھ لیں تھیں۔ شُستہ انگریزی لکھتے تھے۔ فلسطین میں ایک سال رہ چکے تھے اس لئے عربی زبان کا معیار اونچا تھا۔ ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ بہت دعا گو تھے۔ لوانڈا میں Corrugated Sheets کے بنے ہوئے چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ مکان کا ایک حصہ تبلیغی نشست کے کام آتا اور دوسرے میں ہم دونوں رہتے تھے۔ افریقی مہمان آتے تو ان سے تبلیغی گفتگو ہوتی جب کھانے کا وقت ہو جاتا تو میں کہتا مولانا اب کچھ باطنی دلائل کا بھی انتظام ہونا چاہئے ۔ مجھے تو کھانا پکانے کی مہارت نہیں تھی۔ مولانا اٹھ کھڑے ہوتے ۔ قمیض اتار دیتے دھوتی پہن لیتے اور آٹا گوندھ کر پراٹھے بناتے پھر چائے یا سالن تیار کر کے مہمانوں کے سامنے پیش کر دیتے۔ باہر کا پروگرام یہ ہوتا کہ ایک ہفتہ کیلئے میں دیہات میں چلا جاتا واپس آجاتا تو مولانا صاحب چلے جاتے۔ فوجی ایمونیشن کا خالی بکس ہم نے کباڑیوں سے خریدا ہوا تھا۔ اس کے دونوں سروں پر مضبوط رسّے جڑے ہوئے تھے ان کی وجہ سے اٹھانے میں سہولت ہوتی۔ اس میں کھانا پکانے کیلئے Stove رکھ لیتے اور راشن چاول، مسور کی دال، نمک، مرچ، گھی وغیرہ ڈال لیتے اور بس میں سوار ہو کر چلے جاتے۔ جہاں اترنا ہوتا وہاں اطلاع دے دی جاتی تھی۔ سڑک پر کوئی نہ کوئی صاحب بس کے انتظار میں کھڑے ملتے ۔ سامان اٹھا کر کسی گاؤں میں چلے

جاتے۔صبح کھانے سے فارغ ہوکر دیہات میں تبلیغ کیلئے نکل جاتے۔تو مسلمانوں کے گھروں میں جا کر انکو نماز سکھاتے اور دینی اسباق دیتے۔کبھی ہم دونوں تبلیغ کیلئے نکلتے۔ صبح جاتے اور شام کو واپس آتے۔ جب بھوک لگتی علاقہ میں اس دن جہاں مارکیٹ لگی ہوتی ادھر کا رخ کرتے۔ یہاں برسات کے بعد پروں والی دیمک زمین سے نکلتی ہے افریقی اسے پکڑ کر شوق سے کھاتے ہیں بعض عورتیں سوراخوں کے اوپر ٹوکریاں رکھ کر انکو جمع کر لیتی ہیں اور پھر تیل میں تل کر فروخت کیلئے لے آتی ہیں۔مولانا صاحب کو بھوک لگی انہوں نے ایک دن پڑیا خرید لی اور پھر مزے سے کھانے لگے۔ مجھے گھن آئی میں نے کہا کیا کرتے ہو۔ وہ مجھے چڑانے کیلئے کہتے Tamu Sana بہت لذیذ ہے Mafuta Tele روغنی بہت ہے کھا کر دیکھو۔ میں کہتا Shenzi یعنی تم اجڈ ہو۔ میں بھی پیٹ بھرنے کیلئے کچھ ڈھونڈ لیتا۔غرض بہت پُرلطف دن تھے۔اب یاد آتے ہیں۔ افسوس دن بہار کے یونہی گزر گئے۔

افریقی بزرگ کا واقعہ

لوانڈا کے قریب رابور میں ہماری مسجد تھی۔ جمعہ کیلئے جب وہاں جاتا تو ایک ضعیف العمر بزرگ مزیہ داودی کو مسجد کے قریب درخت کے سایہ میں بیٹھے پاتا وہ پانچ چھ میل کے فاصلہ سے چل کر آتے تھے اور جمعہ کے انتظار میں باہر بیٹھ جاتے تھے۔ایک دن میں نے پوچھا مزیہ داودی آپ نے احمدیت کیسے قبول کی؟ کہنے لگے میں بوڑھا ہو گیا تھا ابھی نام نہیں لیا تھا مراد ان کی یہ تھی کہ ابھی بپتسمہ نہیں لیا تھا۔ مجھے فکر ہوئی کہ بغیر نام لئے مر گیا تو اچھا نہ ہوگا۔اتوار کے دن میں ایک چرچ میں چلا گیا اور آخری بینچ پر بیٹھ گیا۔ چونکہ اس وقت وہ لامذہب یعنی Pagan تھے ان کا لباس سلیقہ کا نہ تھا ایک کمبل سے جسم کو ڈھانپا

ہوا تھا اور کاندھے پر گرہ لگائی ہوئی تھی۔ داڑھی اور سر کے بال الجھے ہوئے تھے، پادری صاحب کی نظر پڑی تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ تم گندے ہو ان کو چلا جانے کو کہا انہوں نے کہا کہ کچھ دنوں کے بعد لوگوں سے پتہ لگا کہ ایک اور مذہب آیا ہے جو بہت اچھا ہے۔ رابور میں ان کی عبادت گاہ ہے۔ میں پوچھتا ہوا یہاں آیا اور درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جب جمعہ کا وقت ہوا تو ایک پاکستانی مبلغ آئے اور میرے قریب آ کر پوچھا۔ بزرگ کیسے آئے ہو۔ میں نے کہا میں نے نام لینا ہے۔ وہ میرے پاس بیٹھ گئے اور مجھے اسلام کی تعلیم سمجھانے لگے اور یہ بھی کہا کہ اسلام میں شراب پینا منع ہے۔ میں نے کہا نہیں پیؤں گا۔ قریب معلم کا گھر تھا انہوں نے ان کے گھر سے پانی اور صابن منگوایا اور اپنے ہاتھ سے میرا منہ ہاتھ اور پاؤں دھوئے اور پھر اپنی جیب سے رومال نکال کر میرا چہرا صاف کیا اور مجھے کلمہ پڑھایا۔ میں نے جی میں کہا Kumbe! سچا مذہب تو یہ ہے۔ اس بزرگ کیلئے مبلغ کی محبت اور شفقت اسلام کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ باوجود پیرانہ سالی کے وہ باقاعدہ جمعہ کی نماز کیلئے آیا کرتے تھے۔

پادری کے الہام کی حقیقت

ایک دن مولانا محمد منور احمد صاحب اور خاکسار کُسُموں کے شہر کے پادریوں کو ملے۔ ان سے ہم نے کہا کہ بائبل سے پتہ لگتا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں اسرائیلی اور عیسائی بزرگوں سے خدا ہمکلام ہوتا تھا۔ مذہب کی غرض بھی یہی ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ قرب کا تعلق قائم ہو جائے۔ کیا اس وقت بھی عیسائی دنیا میں کوئی ایسا بزرگ موجود ہے جس سے خدا کلام کرتا ہو؟ اکثر نے لاعلمی کا اظہار کیا البتہ مکتی فوج کے میجر بک نے (جو انگلستان کے باشندہ تھے) بتایا کہ ان کے علم میں ایک امریکن پادری ہیں جن کا دعویٰ ہے

کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ African Inland Mission کے ینگوری میں انچارج ہیں۔ وہ جمعرات کو یہاں ایک سنٹر میں آیا کرتے ہیں ان سے آپ کی ملاقات کرا دوں گا۔ جمعرات کو وقت مقررہ پر جب ہم سنٹر پہنچے تو پتہ چلا کہ پادری صاحب آج نہیں آئے۔ ہم نے خیال کیا کہ اگلی جمعرات تک انتظار کرنے کی بجائے ہم خود ینگوری جا کر انہیں مل آتے ہیں چنانچہ ہم ینگوری پہنچ گئے اور ان کے بنگلہ پر جا کر اطلاع کروائی۔ پادری صاحب جلد ہی باہر آ گئے۔ جب ہم نے انہیں اپنے آنے کی غرض بتائی تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے عجیب بات ہے آج صبح ہی روح القدس نے بتا دیا تھا کہ دو ہندوستانی صداقت کے متلاشی ملنے آئیں گے سو دیکھو آپ لوگ آ گئے۔ میں نے کہا یہ تو بہت اچھا ہوا میں تو خیال کرتا تھا کہ ملاقات کا وقت لئے بغیر ہم آ گئے ہیں اس سے آپ کو کوفت ہو گی لیکن اب یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ روح القدس نے تو پہلے سے ہی ملاقات کا انتظام کر رکھا ہے۔ غرض وہ خوشی خوشی ہمیں اپنا مشن دکھانے لے گئے۔ سکول بھی دکھایا پھر دفتر میں آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا آپ کو الہام کیسے ہوتا ہے کہنے لگے میں بہت گنہگار تھا۔ شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا۔ ایک پارک میں ایک دفعہ رات کو مدہوش پڑا تھا کہ ناگہاں روح القدس مجھ پر نازل ہوئی۔ اس نے کہا اے انسان ہوش کر، دیکھ خداوند نے تجھے چن لیا ہے تو افریقہ میں جا اور خدا کی بادشاہت کی منادی کر۔ اس کے بعد میری حالت بدل گئی اور دیکھو میں افریقہ میں خداوند کے مشن کی منادی کرتا ہوں۔ مَیں نے دریافت کیا کہ الہام کی کیفیت کیا تھی۔ کیا آپ نے اس وقت آواز سنی تھی یا کوئی فرشتہ ظاہر ہوا تھا جس نے آپ کو مخاطب کر کے یہ باتیں کہی تھیں یا پھر آپ کے دماغ میں یہ خیالات آئے تھے۔ جواب میں انہوں نے پھر اسی قصہ کو دہرانا شروع

کر دیا۔ بار بار پوچھنے پر جب وہ اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکے تو ہم نے موضوع بدل دیا اور مسیح کے کفارہ پر بات چل نکلی۔ جب ہم نے اس عقیدہ کے رد میں بائبل کے حوالے پیش کئے تو وہ گھبرا گئے اور کہنے لگے مجھے اس وقت فرصت نہیں ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے ہم پھر آجائیں گے آپ وقت بتا دیں۔ کہنے لگے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا فائدہ کیوں نہیں ہوگا ہمیں عیسائی عقائد کی حقانیت معلوم کرنے میں مدد ملے گی کہنے لگے نہیں ایسا نہیں ہوگا کیونکہ آپ حق کے متلاشی نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ ہم حق کے متلاشی نہیں ہیں۔ کہنے لگے روح القدس نے بتایا ہے۔ میں نے کہا عجیب بات ہے صبح تو روح القدس نے ہمارے متعلق آپ کو بتایا تھا کہ دو ہندوستانی حق کے متلاشی آرہے ہیں اور اب یہ الٹ بات بتا رہے ہیں۔ دراصل صبح کی بات وہ بھول چکے تھے۔ جب ان کو یاد دلائی تو کھسیانے ہوکر پیچھا چھڑانے کیلئے طیش میں آگئے اتنے میں ایک کینیڈین جوان کے ساتھ کام کرتے تھے آگئے۔ انہیں جب ہم نے سارا قصہ بتایا تو ہمارے ساتھ باہر تک آئے اور پادری صاحب کے رویہ پر ہم سے معذرت کی۔

اسیمبو بے (Asembo Bay) میں قیام

لوانڈا کی آب و ہوا مجھ کو موافق نہ تھی۔ رات کو Hay Fever کا حملہ ہوجاتا۔ چھینکیں آتیں، آنکھوں اور ناک سے پانی بہتا اور دم کشی کی تکلیف ہوجاتی۔ کچھ عرصہ مولانا صاحب کی مصاحبت میں رہا پھر اس صوبہ میں اسیمبو بے کے مقام پر منتقل ہوگیا۔ اسیمبو بے (Asembo Bay) جھیل وکٹوریہ کے کنارے ایک چھوٹی سی ٹاؤن شپ ہے۔ ہندوؤں اور اسماعیلیوں کی یہاں چند دکانیں تھیں۔ ٹاؤن شپ سے ہٹ کر ایک افریقی جھونپڑی میں میرا قیام تھا۔ اس علاقہ میں لوؤ قبیلہ آباد ہے۔ یہ لوگ عیسائی تھے یا

لامذہب (Pagan) تھے۔ احمدی مبلغین کے آنے سے قبل یہاں ایک بھی افریقی مسلمان نہیں تھا۔ اسیمبو بے سے تین میل کے فاصلہ پر لواق کی پہاڑی پر رومن کیتھولک مشن تھا۔ اس مشن کے اردگرد کچھ لوگوں نے احمدیت قبول کی۔ خاکساران کو تعلیم دینے کیلئے جاتا اور ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھاتا تھا۔ ایک دن مشن میں چلا گیا۔ ایک ڈچ فادر وھیز مشن کے انچارج تھے۔ انکو اس وقت علم نہیں تھا کہ مشن کے احاطہ کے باہر لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ تپاک سے ملے اور چائے پیش کی۔ مسیح کی آمد ثانی سے متعلق ان سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ الیاس نبی کی آمد ثانی کے متعلق مسیح نے خود حواریوں کو بتایا تھا کہ یہ پیشگوئی یوحنا بپتسمہ دینے والے کے وجود میں پوری ہوئی ہے (متی باب 17 آیت 12)۔ اسی طرح مسیح کی آمد ثانی اصالتًا نہیں ہونی تھی بلکہ یہ پیشگوئی ایک ایسے شخص کے ظہور سے پوری ہونی تھی جو روحانی لحاظ سے مسیح کے مشابہ ہو۔ مسیح نے حواریوں کو فرمایا تھا کہ 'میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے، جب تک نہ کہو گے کہ مبارک وہ ہے جو خداوند کے نام سے آتا ہے' (متی باب 23 آیت 39)۔ یعنی وہ میرے ظہور ثانی کی پیشگوئی کو اسی صورت میں پورا ہوتے دیکھ سکیں گے جب وہ مسیح کا نام پا کر آنے والے موعود کو قبول کریں گے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے ڈاک لینے کیلئے جانا تھا وہ جیپ میں مجھے اسیمبو بے چھوڑ گئے۔

ایک دن میں جھیل کے کنارے کھڑا تھا فادر وھیز مجھے دیکھ کر ادھر آ گئے۔ انکے ساتھ رنگالہ سیکنڈری سکول کے پرنسپل بھی تھے۔ آتے ہی وہ مجھ پر برس پڑے کہ تم نے مشن کے اردگرد بسنے والے لوگوں کو مسلمان بنانا شروع کر دیا ہے۔ میں نے کہا اس میں

اعتراض کی کونسی بات ہے؟ کہنے لگے مَیں نے ان لوگوں کے گھروں میں جا کر انکا امتحان لیا ہے انکو تو کچھ بھی نہیں آتا پھر بھی تم نے ان کو اسلامی نام دے دئے ہیں۔ مَیں نے کہا اسلامی طریق یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور صدقِ دل سے کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ شخص مسلمان ہو جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ اسلامی تعلیم سیکھ لیتا ہے اور عبادت ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت کچھ افریقی نوجوان مچھلیاں پکڑ رہے تھے ان کے گلوں میں چھوٹی چھوٹی صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ میں نے ایک نوجوان کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نے بپتسمہ لیا ہے؟ کہنے لگا ہاں میں نے بپتسمہ لیا ہوا ہے۔ مَیں نے مسیحی عقائد کے متعلق اس سے دو سوال کئے۔ وہ جواب نہ دے سکا اور خاموش رہا۔ مَیں نے کہا بپتسمہ کے وقت تم نے پادری صاحب کو کچھ دیا بھی تھا؟ اس نے کہا پادری صاحب نے تین شلنگ لئے تھے۔ مَیں نے پادری صاحب کو مخاطب کر کے کہا آپ کے سامنے میں نے نوجوان سے دو سوال کئے ہیں لیکن وہ جواب نہیں دے سکا۔ آپ نے اس غریب سے تین شلنگ بھی لئے ہیں حالانکہ مسیح نے حواریوں سے کہا تھا 'تم نے مفت پایا مفت دینا' (متی باب 10 آیت 8) آپ نے مسیح کے فرمان کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اس پر پرنسپل صاحب نے پادری صاحب کو کہا کہ ہر شخص کو تبلیغ کا حق ہے ہمیں معترض نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کہہ کر وہ پادری صاحب کو لے گئے۔ لوانڈا میں مولانا محمد منور صاحب کے ساتھ معلم رجب کام کرتے تھے۔ یہ معلم بہت خوش لحن اور جہیر الصوت تھے۔ مَیں نے مولانا محمد منور صاحب کو لکھا کہ ان کو کچھ عرصہ کیلئے اسیمبو بے بھجوا دیں۔ جب وہ آئے تو مَیں پانچوں وقت اذان دو اور نمازیں پڑھایا کرو اور نومسلموں کو دین سکھاؤ چنانچہ لواق کی پہاڑی پر آذانیں گونجنیں لگیں۔ پادری صاحب خاموش ہو گئے۔

ڈپٹی کمیشنر کا فیصلہ

اسیمبو بے میں قصاب عیسائی تھے وہ اپنے طریق پر بیل کاٹ کر گوشت فروخت کرتے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ اب علاقہ میں مسلمان ہو گئے ہیں ان کو حلال گوشت کی ضرورت ہوگی میں معلم کو کہہ دیتا ہوں وہ آپ کا جانور ذبح کر جایا کرے لیکن وہ رضامند نہیں ہوئے کہتے تھے اس طرح جانور کی کھال خراب ہوگی۔ جمعہ میری قیام گاہ پر ہوتا تھا۔ یہ عارضی جگہ تھی۔ اسیمبو بے کے قریب ایک بزرگ محمد اڈیپو اور ان کی اہلیہ ہاجرہ احمدی تھے۔ انہوں نے مسجد اور پرائمری سکول کیلئے زمین پیش کی لیکن یہاں کے چیف اور افریقن کونسل کے لوگ اس زمین کو جماعت کے نام منتقل کرنے میں لیت ولعل کرتے تھے ہم نے ڈپٹی کمشنر کو چٹھی لکھی۔ مولانا محمد منور اور خاکسار ڈی سی کو ملنے گئے۔ انہوں نے فرمایا میں اسیمبو بے کے دورہ پر جب جاؤں گا آپ کو اطلاع کر دوں گا، آپ بھی آجائیں موقع پر جا کر فیصلہ کرونگا۔ کچھ دنوں کے بعد دورہ کے پروگرام کے متعلق ان کی چٹھی آ گئی محمد اڈیپو کے پلاٹ میں انہوں نے کچہری لگائی۔ لوگ کافی تعداد میں حاضر تھے۔ ڈی سی نے محمد اڈیپو سے پوچھا کیا آپ اپنی یہ زمین احمدیہ جماعت کو دینے کیلئے رضامند ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں میں بخوشی یہ زمین احمدیہ جماعت کو دیتا ہوں۔ ڈی سی نے چیف اور افریقن کونسل کے ممبروں سے پوچھا کہ آپ کو کیا اعتراض ہے؟ ایک صاحب اٹھے انہوں نے کہا یہاں کافی گرجے ہیں مسجد بھی بن گئی تو اختلافات جنم لیں گے۔ ڈی سے نے کہا یہ تو کوئی اعتراض کی وجہ نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے عقیدہ کے مطابق اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرے گا۔ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ مذاہب کی عبادت گاہیں ایک ہی سڑک پر قریب قریب ہوا کریں۔ اس سے رواداری کا سبق ملے گا۔ ایک دوسرا

شخص اٹھا۔اس نے کہا احمدی مشنری پاکستانی ہیں یہ اس پلاٹ میں دکانیں بنالیں گے اور تجارت شروع کر دیں گے۔ڈی سی نے کہا اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا ہم جماعت کو یہ زمین دینی اور تعلیمی اغراض کیلئے دیں گے اور کسی مصرف میں انہیں لانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ڈی سی نے فیصلہ دے دیا کہ احمدیہ جماعت کے نام پلاٹ منتقل ہو جانا چاہئے۔آخر میں ڈی سی نے پوچھا کوئی اور بات؟ میں نے کہا ایک اور تکلیف بھی ہے۔ مسلمانوں کو یہاں حلال گوشت نہیں ملتا۔قصاب عیسائی ہیں میں نے ان کو کہا تھا کہ وہ ہمارے معلم کو اجازت دے دیں وہ ان کا جانور ذبح کر دیا کرے گا لیکن وہ رضامند نہیں ہوتے تھے۔ڈی سی نے کہا میں احمدیہ جماعت کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اسلامی طریق پر جانور ذبح کر کے گوشت فروخت کر لیا کریں۔شام کو عیسائی قصاب میرے پاس آئے اور کہا ہم کو بھی بزنس میں شامل کر لیں۔میں نے کہا ڈی سی نے احمدیوں کو اجازت دے دی ہے دوسروں کو ہم کیسے شامل کر سکتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو اس مخمصہ میں پڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن آپ لوگوں نے ضد کی اور میری تجویز کو رد کر دیا اب تو مجبوری ہے احمدیوں کو یہ بزنس اپنے ہاتھ میں لینا پڑیگا۔انہوں نے کہا ہم سے غلطی ہوئی اب ہم رضامند ہیں۔معلم آ کر جانور ذبح کر دیا کرے۔میں نے کہا کہ میں احمدیوں سے بات کروں گا اگر وہ رضامند ہو گئے تو میں معلم کو کہہ دوں گا۔لیکن وہ تین میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں انکو یہاں آنا پڑا کریگا۔آپ کو انہیں فی جانور دو شلنگ اور ایک کلو گوشت دینا ہوگا۔انہوں نے کہا ہم کو منظور ہے ہم دیں گے۔

مچھروں کی یلغار

اسیمبو بے میں مچھر بہت تھے۔شام کو جھیل کی طرف سے ان کی یلغار ہوتی۔پرے

باندھ باندھ ہر آتے تھے بات کرتے وقت منہ کھلتا تو گھس کر حلق تک پہنچتے۔ بستر پر ہر وقت مچھر دانی لگی رہتی۔ رات کو میں ایک کونہ اٹھا کر اس میں گھس جاتا تھا صبح ناشتے کے بعد کسی کو ساتھ لیکر تبلیغ کیلئے دیہات میں نکل جاتا اور شام کو جب واپس آتا تو اتنا تھکا ہوا ہوتا کہ کچھ پکانے کی ہمت نہ ہوتی۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ آخر سوچ کر یہ ترکیب نکالی کہ ایلومینیم کا ایک بڑا دیگچہ خریدا۔ تبلیغ کیلئے باہر جانے سے قبل انگیٹھی میں کوئلے سلگا کر دیگچہ میں پانی بھر کر اسپر رکھ دیتا اور اس میں مکئی کے دانے ڈال کر اور تھوڑا سا نمک ملا کر دیگچہ کو ڈھانپ کر پکنے کیلئے چھوڑ جاتا امید یہ ہوتی کہ واپسی پر مکئی پکی ہوئی ملے گی۔ جب واپس آتا تو دیکھتا کہ دانے پہلے سے بھی زیادہ سخت ہیں مچھر دانی میں لیٹ کر دانوں کو چباتا تو جبڑے تھک کر دکھنے لگتے۔ یہ ماجرا عرصہ تک رہا۔ ایک دفعہ ایک دوست نے بتایا کہ دانے اس لئے سخت ہوجاتے ہیں کہ آپ پکنے سے پہلے نمک ڈال دیتے ہیں۔

یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اسیمبو بے میں میری خوراک ایسی ہی تھی۔ نہیں۔ وہاں بہت عمدہ تازہ مچھلی ملتی تھی۔ مرغی بھی خرید لیتا تھا۔ انڈے بہت سستے تھے، جمعہ کے روز تو گھر پر ہی رہنا ہوتا تھا، دوسرے دنوں میں بھی جب گھر پر ہوتا تھا تو مچھلی یا مرغی پکتی تھی اور خوب عیاشی ہوتی تھی۔ آٹا گوندھنا مجھے آج تک نہیں آیا اس لئے روٹی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ چاول اور مسور کی دال پکاتا اور مزے سے کھاتا تھا۔ سچ کہتا ہوں کہ جو مزہ کھانے کا اسیمبو بے میں آتا تھا بعد میں اَور کہیں نہیں آیا۔ شاید اپنے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیز کا مزہ ہی اور ہوتا ہے۔

جھیل میں بالہزاریہ

میرا پینے کا پانی جھیل سے آتا تھا۔ ایک خاتون ایک پیپا پانی کا بھر کر لے آتی

تھیں۔ مَیں ان کو اجرت دے دیتا تھا۔ چونکہ وہ جھیل کے کنارہ سے کنستر بھر کر لاتی تھیں جہاں مویشی آ کر پانی پیتے تھے اسلئے پانی میں گوبر کی باس ہوتی تھی۔ میرے پاس فلٹر تو نہیں تھا یہی پانی استعمال کر لیتا تھا۔ ایک دفعہ مکرم محمد اکرم غوری مرحوم اور ان کے داماد ڈاکٹر حق بیوی بچوں کو لے کر آ گئے۔ جھیل کے کنارے پر آ کر بچوں نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا ڈاکٹر صاحب نے بچوں کو منع کیا اور کہا کہ جھیل کے پانی میں بالہزاریہ ہے اس میں ہاتھ نہ ڈالو۔ غوری صاحب نے کہا کہ شرما صاحب تو مہینوں سے یہ پانی پیتے ہیں انکو تو بالہزاریہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے تعجب سے مجھ کو دیکھا اور کہا آپ یہ پانی استعمال نہ کریں۔ میں خاموش رہا۔

لباس کا معاملہ

ایسے علاقوں میں جہاں مسلمان نہ ہوں لا مذہب یا عیسائی ہوں تبلیغ کی نسبت تربیت کا کام کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے۔ جمعہ کی نماز کیلئے جو نومسلم افریقی خواتین آتی تھیں انہوں نے اپنے رواج کے مطابق ایک فراق پہنی ہوئی ہوتی جس سے سجدہ کے وقت وہ عریاں ہو جاتی تھیں میں چاہتا تھا کہ اسلامی طریق کے مطابق ان کی ٹانگوں کی پوری ستر پوشی ہو۔ میں نے لٹھے کا تھان خرید کر کسوموں میں مکرم رشید احمد حیات صاحب کی بیگم کو دیا کہ وہ شلواریں سی دیں۔ انہوں نے مہربانی کی اور کچھ شلواریں سی دیں۔ جمعہ کے روز میں نے وہ شلواریں نومسلم خواتین کو دیں کہ انہیں پہن لیں۔ لیکن خطبہ کے وقت وہ بے قرار رہیں۔ جونہی نماز ختم ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور شلواریں اتار کر قہقہے لگانے لگیں۔ اسی دوران میرا تبادلہ ہو گیا۔ نہ معلوم بعد میں کیا ہوا۔ مولانا محمد منور صاحب کو انہیں عادی بنانے کیلئے کیا کیا جتن کرنے پڑے اور کس حد تک ان کو کامیابی ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ

شلوار کی نسبت دھوتی پہننا ان کیلئے آسان تھا۔ اس لئے وہ راضی ہو جاتیں۔ کوسٹ کے علاقے کی افریقی مسلمان عورتیں دھوتی پہنتی ہیں۔

ڈسٹرکٹ میرو کے احمدی گھرانے

1952ء میں مَیں ڈسٹرکٹ میرو میں گیا۔ اس ضلع میں Maua کے مقام پر دو احمدی گھرانے تھے۔ یہ پہلے آغا خان کو ماننے والے اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابراھیم احمد بھائی مرحوم پہلے احمدی ہوئے بعد میں ان کے بھتیجے علی حبیب نے بھی بیعت کر لی۔ اسماعیلی فرقہ مشرقی افریقہ میں بہت منظّم تھا اور تجارت پر چھایا ہوا تھا۔ ان سے برداشت نہ ہو سکا کہ ان کے دو فرد اسماعیلی مذہب کو ترک کر کے احمدی ہو جائیں۔ انہوں نے ان کو بہت دکھ دیئے۔ ان کی تجارت کو تباہ کیا، انکے خاندان والوں نے ان کو مارا پیٹا اور بہت ذلیل کیا۔ علی حبیب کے والد بہت مالدار تاجر تھے۔ انہوں نے بیٹے کو عاق کر دیا۔ دونوں نے سب دکھ سہے مگر استقامت میں فرق نہیں آیا۔ میں ان کو ملنے گیا۔ پانچ دن Maua میں رہا۔ دونوں بہت خوش تھے کہ ایک احمدی مبلغ دور سے ملنے آیا ہے۔ شام کو دوسرے تاجروں کے ہاں تبلیغ کیلئے لے جاتے۔ اس جگہ دو سنی عرب تاجر انکو بحث کیلئے بلا لیتے رات گئے تک گفتگو ہوتی۔ ابراھیم احمد بھائی کی بچی کا نکاح نیروبی میں ابوبکر عثمان کے ساتھ ہونا قرار پایا تھا۔ سیٹھ عثمان یعقوب مرحوم کی خواہش پر اس موقع پر نکاح فارم مکمل کروایا۔ Maua سے کچھ دور لارے میں ایک احمدی گھرانا مکرم نور محمد صاحب کا تھا۔ وہ کچھ (سندھ) کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ لارے کے تاجر جہالت کی وجہ سے احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ نور محمد صاحب ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتے تھے۔ میں ان کے پاس بھی گیا چند دن ٹھہر کر لارے میں تبلیغ کی۔ میرو کے علاقے میں

رومن کیتھولک مشن کا زور ہے۔ پادری صاحبان اور مشن کا زیادہ تر عملہ اطالوی تھا۔ میں چونکہ راستے میں افریقیوں کو تبلیغ کرتا آیا تھا۔ جہاں گاڑی رکتی پمفلٹ تقسیم کرتا تھا۔ اس لئے بازگشت پادریوں تک پہنچ گئی تھی۔ لارے میں میری واپسی کا وقت آیا تو تیز بارشیں شروع ہوگئیں۔ پھسلن اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے سرکاری طور پر گاڑیوں کی آمد و رفت پر پابندی لگادی گئی۔ اس وجہ سے مجھے رکنا پڑا۔ اتفاق سے کیتھولک مشن کی ایک گاڑی اس نواح میں آئی ہوئی تھی جس نے میرو جانا تھا۔ نور محمد صاحب نے پادری صاحب سے درخواست کی کہ ہمارے مبلغ کو ساتھ لے جائیں۔ انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہم اس کو نہیں لے جائیں گے۔ نور محمد صاصب نے آکر مجھے بتایا کہ پادری صاحب نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ اب میں جاتا ہوں۔ کم از کم ان سے باتیں تو ہونگی۔ میں نے فادر کو کہا میں دشمن تو کسی کا نہیں ہوں۔ آپ مجھے دشمن سمجھتے ہیں تو آپ کی مرضی لیکن میں آپ کو یاد کرواتا ہوں کہ مسیح نے کہا تھا تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو میں نے کہا مسیح کی تعلیم آخر کس دن کیلئے ہے۔ کیا صرف وعظ کیلئے ہے یا عمل کرنے کیلئے بھی ہے۔ وہ کھسیانے ہوگئے۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب نے کہا کہ ہم کرایہ لیں گے۔ میں نے کہا جتنا کہو دونگا۔ کہنے لگا کہ اچھا پھر آجاؤ۔ میں بیٹھ گیا گاڑی چل پڑی ایک جگہ جا کر رک گئی۔ کچھ خرابی ہوگئی تھی۔ وہ اتر کر درست کرنے لگے۔ میں بھی اتر گیا۔ گاڑی ٹھیک کرنے میں وقت لگا۔ میں پہلے جب یہاں سے گزرا تھا تو لوگوں کو پمفلٹ دئے تھے۔ لوگ مجھے دیکھ کر جمع ہوگئے۔ ان سے تبلیغی گفتگو شروع ہوگئی۔ وہ سوال کرتے میں جواب دیتا رہا۔ گاڑی ٹھیک ہوگئی تو ہم چل پڑے۔ میرو پہنچ کر میں نے کہا کتنا کرایہ دوں۔ انہوں نے کہا کرایہ کی ضرورت نہیں

ہے۔ میں نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ آپ سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ آپ کو کرایہ لینا ہوگا مگر وہ رضامند نہ ہوئے مجھے اتار کر چلے گئے۔

اسیئولو (ISIOLO) میں تبلیغ

کچھ دنوں بعد میں Isiolo میں گیا۔ یہ قصبہ کینیا کے شمال مشرقی صوبہ کا صدر مقام ہے۔ یہ بہت بڑا وسیع علاقہ ہے۔ اس کی شمالی سرحدیں ایتھوپیا کے ساتھ لگتی ہیں اور مشرقی سرحدیں صومالیہ کے ساتھ۔ اس جگہ فقیر محمد لال خان اینڈ سنز کا جنرل سٹور ہے۔ اس سٹور کے مالک مخلص احمدی تھے اور کڑیانوالہ ضلع گجرات کے معروف کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خاکسار جب یہاں آتا تو یہ لوگ خوش دلی سے میرا خیر مقدم کرتے۔ اس سٹور سے صومالیہ اور ایتھوپیا تک سامانِ تجارت جاتا تھا ان ممالک سے جو تاجر آتے عبدالحمید بٹ صاحب انکو مردانہ نشست گاہ میں میرے پاس بھیجتے۔ ان سے تبلیغی گفتگو ہوتی میری خواہش ہوتی کہ تجارتی سامان کے ساتھ احمدیت کا پیغام بھی ان ممالک تک پہنچ جائے۔

ایک دن میں یہاں کے پراونشل کمشنر Mr. Turn Bull کو ملنے کیلئے ان کے دفتر گیا۔ ہیڈ کلرک نے کہا آپ براہِ راست نہیں مل سکتے پہلے ڈپٹی کمیشنر کے پاس جائیں پھر انکی وساطت سے آئیں۔ میں نے کہا مجھے ان سے کوئی ذاتی کام نہیں ہے۔ میں احمدیہ مبلغ ہوں۔ علاقہ میں آیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ ان سے بھی مل لوں۔ ہماری گفتگو کے دوران ایک لمبے قد کے انگریز باہر سے آگئے اور ہمارے پاس ذرا رک کر میری بات سن کر انہوں نے میرا بازو پکڑ لیا اور کہا میں Turn Bull ہوں۔ آؤ اندر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ وہ مجھے اپنے دفتر میں لے گئے۔ مَیں نے ان کو احمدیہ جماعت سے متعارف کروایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق انہوں نے باتیں پوچھیں۔

احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان فرق معلوم کیا۔ بعض اسلامی مسائل دریافت کئے، میں نے ان کو انگریزی ترجمۃ القرآن کی جلد اور دوسرا لٹریچر بطور تحفہ دیا۔ میں نے کہا اس علاقہ میں صومالی بہت ہیں۔ ان کے بچوں کیلئے ہماری جماعت سکول کھولے تو کیا اچھا نہ ہوگا؟ انہوں نے کہا صومالیوں کا اپنا مزاج ہے وہ سمجھتے ہیں کہ سارے زمانہ کی عقل ودانش ان کے سروں میں ہے۔ آپ اگر سکول کھولنا چاہتے ہیں تو خود براہِ راست کوشش نہ کریں۔ میری وساطت سے کام کریں ورنہ آپ کو نقصان پہنچ جانے کا احتمال ہے۔ انہوں نے کہا کل میں ہوائی جہاز میں Wajir جا رہا ہوں آپ جانا چاہیں تو صبح آجائیں اکٹھے چلیں گے۔ انہوں نے کہا Wajir میں ایک برطانوی تاجر Mr. Mackintosh رہتے ہیں۔ وہ مسلمان ہیں۔ وہ آپ کو مل کر خوش ہوں گے۔ مَیں نے کہا مَیں آپ کے ساتھ ضرور چلتا لیکن ہماری جماعت کی شوریٰ پرسوں نیروبی میں ہو رہی ہے۔ میرا اس میں شرکت کرنا ضروری ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد Mr. Turn Bull ٹانگانیکا کے گورنر بن کر دارالسلام چلے گئے۔ شیخ کالوٹا امری عبیدی مرحوم ان دنوں دارالسلام کے میئر تھے۔ گورنر نے ایک دن ان کو ساتھ لے کر دارالسلام شہر کا دورہ کیا۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ شیخ امری عبیدی احمدی ہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ کی جماعت کے مبلغ عبدالکریم شرما سے انکی Isiolo میں ملاقات ہوئی تھی اور ان سے احمدیہ جماعت کا تعارف ہوا تھا پھر پوچھا کہ وہ آجکل کہاں ہیں؟ امری صاحب نے مجھے لکھا کہ عجیب بات ہے کہ آٹھ نو سال گزر جانے کے باوجود گورنر کو آپ کا پورا نام اور گفتگو یاد تھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ملاقات سے انہوں نے احمدیہ جماعت کا اچھا تاثر لیا تھا۔ His Excellency Sir Turn Bull ٹانگانیکا میں

سلطنت برطانیہ کے آخری گورنر تھے۔انکے عہد میں ٹانگانیکا کو آزادی ملی تھی۔

ٹانگا پراونس میں کام

ایک سال بعد مجھے دوبارہ اروشہ میں بھجوایا گیا اور اس کے ساتھ ٹانگا پراونس میں دعوت الی اللہ کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ کچھ وقت اروشہ ٹھہر کر ٹانگا منتقل ہوگیا۔ اس صوبہ میں اوسمبارا کے پہاڑی علاقہ میں گاؤں گاؤں پھر کر پیغام حق پہنچایا۔ اسی طرح کروگوے، سنڈینی اور ہنڈینی پنگانی کے علاقہ میں بسنے والے قبائل میں تبلیغ کے مواقع ملے۔ اروشہ اور موشی میں بھی جاتا رہا۔ ٹانگا شہر میں چند گھرانے پاکستانی احمدیوں کے تھے ان میں مکرم مختار احمد ایاز مرحوم بہت مخلص اور تبلیغ کا شغف رکھتے تھے۔ مرزا یعقوب بیگ مرحوم ریلوے میں TTI تھے اور سفروں میں سلسلہ کا لٹریچر فروخت کیا کرتے تھے۔ ٹانگا میں دارالتبلیغ تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔

اوسمبارہ کا خوبصورت علاقہ

ٹانگا پراونس میں Usambara کا پہاڑی علاقہ بہت خوبصورت ہے۔ آب و ہوا عمدہ ہے۔ Wa-Samba قبیلہ یہاں آباد ہے۔ انکی اکثریت مسلمان ہے لوگ عموماً شریف اور قابلِ اعتبار ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مشن بھی یہاں کام کرتے ہیں لیکن ان کو زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ علاقہ کی انتظامیہ کا صدر مقام لشوٹو میں ہے جہاں ڈسٹرکٹ آفیسر رہتے ہیں۔ ان دنوں ٹانگانیکا کے گورنر بھی گرمیوں کی چھٹیاں یہاں گزارنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ مکرم محمد یوسف مرحوم یہاں پولیس افسر تھے جو ساؤتھ افریقہ کے رہنے والے تھے۔ مشرقی افریقہ میں انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ اسوقت تک میری ان کے ساتھ روشناسی نہیں تھی۔ جب پہلی دفعہ میں اس علاقہ کے تبلیغی دورہ

کیلئے نکلا تو مکرم حکیم محمد ابراہیم مرحوم میرے ساتھ تھے۔ مومبو کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر مجھے خیال آیا کہ محمد یوسف صاحب کو اطلاع کر دینی چاہئے۔ میں نے ان کو ٹیلیفون کیا اور بتایا کہ یہاں سے ہم پیدل سفر کریں گے اور دیہات میں ٹھہرتے ہوئے آٹھ دس دن تک لشوٹو پہنچ جائیں گے۔ دس دن کے بعد جب ہم لشوٹو پہنچے تو یوسف صاحب ہمارے پاس آئے اور بتایا کہ پادریوں نے ڈسٹرکٹ آفیسر کے پاس شکایت کی ہے کہ دو ناپسندیدہ پاکستانی دیہات میں لوگوں کو ورغلاتے پھرتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ آفیسر نے ان کو بُلا کر کہا ہے کہ پتہ کریں یہ لوگ کون ہیں اور دیہات میں کیا کرتے پھرتے ہیں۔ یوسف صاحب نے کہا آپ کو میں اپنے ہاں ٹھہرانا چاہتا تھا لیکن موجودہ صورت میں آپ کا میرے پاس ٹھہرنا مناسب نہیں ہوگا کسی دوسری جگہ رہائش کا انتظام کر دونگا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ سامنے ایک جنرل سٹور تھا میں نے حکیم صاحب کو کہا آپ سٹور کے برآمدہ میں بینچ پر آرام کریں میں ابھی آتا ہوں۔ کچھ لٹریچر لیکر میں ڈسٹرکٹ آفس چلا گیا اور D.O کو ملا۔ ان کو میں نے بتایا کہ ہم دو احمدی مبلغ ابھی لشوٹو پہنچے ہیں اور مَیں آپ کی خدمت میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ احمدیہ مشن کا تعارف کروا دوں۔ احمدیت سے متعلق ان سے نصف گھنٹہ گفتگو ہوئی اور ان کو میں نے حضرت مولانا جلال الدین شمس مرحوم سابق امام مسجد لندن کی تصنیف Islam مطالعہ کیلئے دی۔ جب آنے لگا تو دروازہ تک مجھے چھوڑنے کیلئے آئے۔ جب میں واپس برادرم حکیم محمد ابراھیم صاحب کے پاس پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد محمد یوسف صاحب بھی جیپ میں آ گئے اور کہنے لگے کہ میں ڈسٹرکٹ آفیسر صاحب کے پاس آپ کی آمد کے متعلق اطلاع دینے گیا تھا۔ ہیڈ کلرک نے بتایا کہ مبلغ صاحب تو خود آ کر D.O کو مل گئے ہیں۔ D.O مطمئن ہیں۔ پادریوں کے خطوط

پر انہوں نے لکھا ہے:

"These are harmless people, put these letters in the file."

یوسف صاحب خوش تھے۔ انہوں نے کہا اب آپ میرے گھر ٹھہریں گے۔ ان کے ہاں دو دن رہے بعد میں دوسری طرف تبلیغ کیلئے نکل گئے۔ جہاں جہاں مشن تھے وہاں پہنچے۔ پادریوں سے گفتگو ہوئی۔ دیہات میں عیسائیوں کو تبلیغ کی اور پمفلٹ تقسیم کئے۔ اس کے بعد چار دفعہ مجھ کو اس علاقہ میں جانے کا موقعہ ملا۔ ہر دفعہ مجھے خیال آتا کہ ان لوگوں میں مستقل مشن کھولنا چاہئے۔ جب بھی لشوٹو پہنچا یوسف صاحب کے ہاں ٹھہرا۔ محمد یوسف صاحب بہت قابل افسر تھے۔ دو دفعہ ریٹائر ہوئے لیکن حکومت انکو پھر کام پر بلا لیتی تھی۔ وہ مستعد انسان تھے۔ نمازیں بروقت ادا کرتے تھے۔ باقاعدہ تہجد گزار تھے۔ لندن میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ احمدیہ قبرستان میں مدفون ہیں۔

ٹبورا میں قیام

ٹانگا میں ڈیڑھ سال کے قریب رہا۔ اس عرصہ میں محترم شیخ مبارک احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے ٹبورا سے نیروبی منتقل ہو گئے تھے۔ خاکسار کو ٹبورا جانے کا حکم ملا۔ اس موقعہ پر میرے اہل وعیال بھی ربوہ سے آ گئے تھے۔ ٹبورا میں جماعت نے چھوٹا سا پریس لگایا ہوا تھا۔ مکرم چوہدری عنایت اللہ احمدی صاحب پریس کے مینجر تھے خاکسار ان کے ساتھ تبلیغی امور کی ذمہ داری ادا کرتا تھا۔ خاکسار نے آٹھ دس بچے اکٹھے کر کے دینیات کی کلاس کھولی۔ ان بچوں کو سرکاری پرائمری سکول میں داخل کروایا اور شام کو دینیات پڑھائی جاتی۔ ان میں سے دو طلبا یوسف عثمانی کامبا اولا یا اور

علی جمعہ کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم کیلئے بھجوایا۔ علی تو جلد واپس آ گیا البتہ یوسف عثمانی صاحب نے تعلیم مکمل کی۔ گورنمنٹ سیکنڈری سکول میں ہفتہ میں ایک دن مذہبی تعلیم کیلئے جاتا۔ چار نوجوانوں نے احمدیت قبول کی۔ یہ نوجوان بہت مستعد تھے کلاس میں کثرت سے عیسائی طلبا کو لاتے۔ اسلام کے متعلق ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موقعہ ملتا۔ گرلز سیکنڈری سکول میں بھی جاتا۔ اتوار کے روز جیل میں جا کر عربوں اور دوسری اقوام کے قیدیوں کو تبلیغ کرتا ان میں ایک تعلیم یافتہ عرب نوجوان عبداللہ کندی قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے بیعت کی اور اخلاص میں ترقی کی۔ وہ پُر جوش داعی الی اللہ تھے بعد میں وہ سعودی عرب چلے گئے۔

گورنر سے گفتگو

ایک دفعہ ٹانگانیکا کے گورنر Sir Edward Twinning مغربی صوبہ کے دورہ پر ٹبورہ تشریف لائے۔ خاکسار تبلیغ کیلئے مضافات میں گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو اہلیہ نے ایک لفافہ دیا جب کھولا تو اس میں ایک تقریب میں شرکت کیلئے گورنر کا دعوت نامہ تھا۔ وقت تھوڑا رہ گیا تھا خاکسار اسی وقت سائیکل پر گورنمنٹ ہاؤس چلا گیا۔ گورنر اور ان کی بیگم مہمانوں کے استقبال کیلئے برآمدہ میں کھڑے تھے۔ پراونشل کمشنر ساتھ تھے۔ جب میں سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر جانے لگا تو پراونشل کمشنر نے گورنر کو بتایا کہ کون صاحب آ رہے ہیں ساتھ ہی جھک کر آہستہ سے ان کی بیگم کو کہا کہ یہ احمدیہ مسلم مشنری ہیں۔ خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے۔ جب میں اوپر پہنچا تو گورنر کی بیگم نے ہاتھ پیچھے کر کے مجھے wish کیا۔ گورنر نے بھی مصافحہ کیا۔ مَیں سب سے آخر پر پہنچا تھا۔ گورنر میرے ساتھ ہی ہال میں آ گئے۔ چالیس کے قریب مدعوین تھے۔ دو ایشین تھے ایک ہندو ڈاکٹر

جوٹبورا میں پریکٹس کرتے تھے اور دوسرا خاکسار تھا باقی سب یورپئین آفیسر تھے جو صوبہ میں مختلف محکموں کے انچارج تھے۔ تیسرے جو مہمانوں کو مشروب پیش کر رہے تھے ان میں سے ایک کو بلا کر گورنر نے کہا۔ دیکھنا یہ مسلم شیخ ہے انکو سٹرانگ ڈرنک (strong drink) نہ پیش کر دینا۔ وہ میرے لئے شربت کا گلاس لے آیا۔ گورنر مہمانوں کو ملتے رہے پھر میرے پاس آئے۔ ان دنوں جماعت احمدیہ کے خلاف پنجاب میں ہنگامے ہو رہے تھے اور وزیر خارجہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کو ہٹانے کا مطالبہ ہوتا تھا۔ اخبارات اور ریڈیو میں ان ہنگاموں کی خبریں آتی تھیں۔ گورنر نے پوچھا پاکستان میں فسادات کیوں ہو رہے ہیں؟ میں نے بتایا سیاسی تحریک ہے سادہ لوگوں کو بھڑکانے کیلئے مذہب کو استعمال کیا گیا ہے۔ پنجاب میں کچھ سیاسی لیڈر مرکزی حکومت کا تختہ الٹا کر خود اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انکی شہہ پر یہ ہنگامے ہو رہے ہیں۔ پھر اور باتیں شروع ہوگئیں۔ ٹبورا کی بات چلی۔ انہوں نے پوچھا یہاں کوئی ترقی ہوئی ہے؟ میں نے کہا مجھے تو کوئی تبدیلی نہیں نظر آئی۔ کہنے لگے ایک نیا سینما گھر بنا ہے۔ میں نے کہا ہاں بنا تو ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری توجہ اس طرف نہیں گئی کیونکہ میں سینما نہیں دیکھتا۔ اس موقعہ پر دوسرے افسران سے بھی تعارف حاصل ہوا۔ صوبہ کے ایک اگریکلچر آفیسر سے میں نے کہا میرے پاس کچھ طالب علم ہیں انکی خوراک کیلئے میں چاہتا ہوں کہ قصبہ کے باہر جو افتادہ زمینیں پڑی ہوئی ہیں وہاں کسی جگہ میں فصل لگوا دوں لیکن زمین میں جھاڑیاں اور درخت بہت ہیں انکو صاف کروانا میرے بس میں نہیں ہے۔ کہنے لگے میں آپ کی مدد کردونگا۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے ٹریکٹر بھجوا دیئے انکے آدمیوں نے زمین صاف کر کے مکئی بودی۔ کھیتی اُگ تو آئی لیکن ہم اس کی حفاظت نہ کر سکے۔ جنگلی جانوروں

اور بندروں نے کھیتی اجاڑ دی۔ جب کاشت کا وقت آیا تو بہت کم فصل حاصل ہوئی۔

قدرت کا ایک عجیب نظارہ

ایک دفعہ میں اوِنزہ (Uvinza) گیا۔ یہاں عربوں کی دوکانیں تھیں۔ بیچاروں کی خستہ حالت تھی۔ یہ لوگ رجعت پسند اور دقیانوسی خیالات کے تھے۔ دو روز ان کے ساتھ سر کھپا تا رہا لیکن ان کے پلے کچھ نہ پڑا۔ یہاں قدرت کا ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ آیتِ کریمہ هُوَ الَّذِی مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (الفرقان آیت 54)۔ یعنی 'وہی ہے جس نے دو دریا ملا رکھے ہیں۔ یہ میٹھا مزیدار اور وہ کھارے کڑوا اور ان دونوں کے درمیان ایک روک اور حد ڈال رکھی ہے' کے مطابق یہاں میٹھے پانی کی ایک ندی بہتی ہے اور اس کے نیچے زمین کی تہہ میں سخت کھارے اور کڑوے پانی کا ذخیرہ ہے۔ ندی کے کنارے پر بور کر کے کھارا پانی نکال کر ایک فیکٹری میں لے جایا جاتا ہے جہاں اسکو سکھا کر عمدہ نمک تیار ہوتا ہے۔ فیکٹری کے مینیجر ایک یورپئین تھے انکے پاس ٹھہرا۔ اسلام اور احمدیت کے متعلق ان سے باتیں ہوئیں۔ دو روز بعد Mpanda چلا گیا یہاں ہندوؤں اور اسماعیلیوں کی دوکانیں تھیں اور ایک سکول بھی تھا۔ دس دن یہاں قیام کر کے علاقہ میں تبلیغ کی۔

دارالسلام میں مستقل دارالتبلیغ کا قیام

1954ء میں میری تبدیلی دارالسلام میں ہوگئی۔ اس وقت مولانا جلال الدین قمر صاحب یہاں مقیم تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ فلسطین چلے گئے۔ میرے دارالسلام میں قیام کے دوران یہاں مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر مکمل ہوئی اور دارالسلام میں مستقل دارالتبلیغ قائم ہوا۔ پہلے یہاں چند پاکستانی گھرانے احمدی ہوا کرتے تھے۔ مقامی باشندوں میں

بالعموم تبلیغ نہیں ہوتی تھی اسلئے مخالفت بھی نہیں ہوتی تھی۔ احمدی مبلغین کے دار السلام آنے کے بعد آہستہ آہستہ افریقیوں میں بھی احمدیت پھیلنا شروع ہوئی۔

ابتدا میں جو چند افریقی احمدی ہوئے ان میں شیخ صالح مبروک بھی تھے۔ انکو دینی علوم سیکھنے کا شوق تھا۔ انہوں نے قرآن مجید کے مطالب اور اختلافی مسائل کے دلائل ہم سے سیکھے۔ پھر خاموشی سے چلے گئے اور روفیجی کے علاقہ میں ایک مسجد میں ڈیرے لگا لئے اور وہاں تعلیم دینی شروع کر دی۔ احمدی علم کلام نے اپنا اثر دکھایا اور لوگ احمدیت کی طرف مائل ہو گئے۔ اس سے سنی معلمین کو خطرہ لاحق ہوا اور انہوں نے مخالفت کی اور روفیجی کے لیوالی کے پاس شکایت کی کہ صالح مبروک قادیانی مذہب علاقہ میں پھیلا رہا ہے۔ لیوالی نے شیخ مبروک کے نام سمن جاری کر دیا کہ وہ ان کی عدالت میں پیش ہوکر جواب دہی کرے کہ وہ یہاں قادیانی مذہب کیوں لایا ہے۔ شیخ صالح مبروک نے سمن مجھ کو بھجوا دیا۔ میں اگلے دن روفیجی گیا اور ڈسٹرکٹ آفیسر کو ملا اور احمدیت کا تعارف کروا کر لیوالی کا سمن انکو دکھایا چونکہ لیوالی کا یہ حکم مذہبی آزادی اور ملکی قانون کے خلاف تھا۔ اسلئے انہوں نے کہا کہ سمن آپ میرے پاس چھوڑ جائیں۔ میں لیوالی کو فہمائش کر دونگا اور علاقہ کے سب چیفوں کو سرکلر بھجوا دونگا کہ وہ مذہبی معاملہ میں اس قسم کی مداخلت نہ کریں۔ ڈسٹرکٹ آفیسر کے دفتر سے باہر آکر میں نے شیخ صالح مرحوم کو کہا کہ اب آپ کو لیوالی کی عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں۔ اسطرح روفیجی کے علاقہ میں روسینڈے اور بعض دوسرے مقامات میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ اسکے نتیجہ میں مخالفت شدت اختیار کر گئی۔ معاندین کی کوشش یہ تھی کہ احمدی مبلغ دار السلام میں ٹکنے نہ پائے۔ راہ چلتے لوگ مبلغ پر آوازے کستے۔ مذہبی مدارس کے طلبا معلمین کے

اکسانے پر تعاقب کرتے اور پتھر مارتے۔ اس وقت دار التبلیغ کرایہ کے مکان میں تھے۔ چھت ٹین کی چادروں کی تھی۔ رات کو چھت پر پتھر پھینکے جاتے جس سے پڑوسی پریشان ہوتے۔ گھر کی کھڑکیاں کھلی ہوتیں تو گوبر وغیرہ پانی میں حل کر کے پھینک جاتے۔ جس سے کپڑے اور بستر وغیرہ گندے ہو جاتے۔ ایک دفعہ ہم سب گھر کے افراد چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ کھڑکی سے کسی نے غلاظت پھینک دی جس سے کھانا ناپاک ہو گیا۔ ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

قبرستان کا معاملہ

دارالسلام میں ایشیائی مسلمانوں کیلئے ایک قبرستان وقف تھا اس میں احمدی بھی دفن ہوتے تھے۔ معاندین کے اکسانے پر بعض شریروں نے احمدیوں کی قبروں کے کتبے اکھیڑ دیئے اور قبروں کو نقصان پہنچایا۔ ان قبروں میں مکرم نذیر احمد ڈار مرحوم کے ایک بچہ کی بھی قبر تھی۔ ڈار صاحب پولیس آفیسر تھے اور ان دنوں ڈوڈومہ میں متعین تھے۔ انکو جب علم ہوا تو انہوں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو چٹھی لکھی اس پر تحقیق ہونے لگی۔ ایک دن ڈپٹی کمیشنر نے مجھ کو اور جماعت کے صدر مکرم فضل کریم لون صاحب مرحوم کو بلایا۔ ہم جب گئے تو دیکھا کہ سنی جماعت کے صدر چوہدری محمد حسین صاحب اور سیکرٹری بھی آئے ہوئے تھے اور دارالسلام کے لیوالی احمد صالح اندر بیٹھے ڈپٹی کمشنر کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ یہ لیوالی پہلے جب ٹبورہ میں تھے تو انہوں نے محترم شیخ مبارک احمد صاحب کے خلاف جھوٹا مقدمہ بنا کر سزا دلوائی تھی اور انکے ایما پر احمدیوں کے خلاف ٹبورہ میں ہنگامے ہوئے تھے لیوالی کو افریقیوں کے معاملات میں منصفی کے اختیارات حاصل ہوئے تھے لیکن ہندوستانیوں اور یورپئین کے معاملات ان کے حلقہ اختیار میں نہیں

تھے۔ جب ہم کو اندر بلایا گیا تو میں نے دیکھا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی وہاں موجود ہیں۔ انہوں نے سنی جماعت کے صدر کو مخاطب کر کے کہا کہ میں مسلمان ملکوں میں رہا ہوں۔ میں نے ایسی قبیح حرکت کہیں نہیں دیکھی کہ مسلمانوں نے قبروں کی بے حرمتی کی ہو۔ مجھے علم ہے کہ یہ شرارت کون کر رہا ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے احمدیوں کو مطعون کیا کہ وہ لوگوں کو provoke کرتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ آئندہ احمدی اپنی میتوں کو اس قبرستان میں دفن نہ کریں بلکہ زمین خرید کر اپنا الگ قبرستان بنائیں۔ میونسپل ایریا میں قبرستان کے لئے جو قطعات ریزرو ہیں وہ بڑی کمیونٹیوں کی آئندہ ضرورت کیلئے ہیں۔ آپ کی کمیونٹی چھوٹی ہے اسکو کوئی قطعہ نہیں دیا جا سکتا۔ میں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔ آپ نے الزام لگایا ہے کہ احمدی provoke کرتے ہیں۔ Provocation سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا اپنے مسلک کی تبلیغ کرنا provocation ہے؟ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا؟ عیسائی مشن جو یہاں تبلیغ کرتے ہیں وہ بھی provocation ہے؟ اس پر لیوالی نے لقمہ دیا کہ شیخ کلوٹا امری عبیدی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں وہ کتاب میں نے آپ کو دی تھی۔ بتائیں اس میں provocation کی کونسی بات ہے۔ وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے ڈپٹی کمشنر کو کہا آپ کا دوسرا فرمان بھی انصاف پر مبنی نہیں ہے۔ بڑی کمیونٹیوں کو قبرستان کیلئے مفت زمینیں دی جائیں حالانکہ مالی لحاظ سے مضبوط ہیں لیکن احمدیوں کی چھوٹی کمیونٹی کو جو مالی لحاظ سے کمزور ہے شہر کی گراں قیمت زمین خریدنے کی مقدرت نہیں رکھتی، کہا جاتا ہے کہ وہ زمین خرید کر قبرستان کا خود انتظام کرے۔ میں نے کہا کہ سنی جماعت کے صدر یہاں موجود ہیں ان سے پوچھ لیں انکو احمدیوں کے موجودہ قبرستان میں دفن ہونے پر کبھی اعتراض نہیں ہوا۔ جب بھی احمدی

فوت ہوا ہے یہ خود دفن کرنے میں احمدیوں کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ ڈار صاحب کے بچہ کے جنازہ میں بھی شریک تھے، اعتراض تو لیوالی صاحب کو ہو رہا ہے۔ مجھے تو اس وقت انکی یہاں موجودگی حیرت میں ڈال رہی ہے۔ پاکستانی جماعتوں کے معاملات میں ان کو دخل نہیں دینا چاہئے تھا۔ ان کی وجہ سے ٹبورہ کے احمدیوں کے خلاف ہنگامے ہوئے تھے۔ اب یہ یہاں ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقعہ پر مجھے سخت مایوسی ہوئی ہے۔ ڈار صاحب کی شکایت پر چاہئے تو یہ تھا کہ حکام تحقیقات کر کے مجرموں کو سزا دلواتے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ مظلوم کمیونٹی کے نمائندوں کو بلا کر تنبیہ کر کے سمجھ لیا گیا ہے کہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ مظلوم کمیونٹی چھوٹی جماعت ہے اسکو دبا لینے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوگا۔ ڈپٹی کمیشنر صاحب نے دیکھا کہ معاملہ الٹ ہو گیا ہے تو فرمانے لگے ہمارا مقصد تو یہ تھا کہ قبرستان کے واقعہ سے بد امنی پیدا نہ ہو۔ آپ کا میں مشکور ہوں میں اب میٹنگ برخواست کرتا ہوں۔

اگلے دن میں نے چیف سیکرٹری کو ڈپٹی کمشنر کے ساتھ میٹنگ کی مختصر روداد لکھ کر بھجوا دی اور گزارش کی کہ ڈپٹی کمیشنر صاحب کا حکم ہے کہ موجودہ قبرستان میں احمدی دفن نہ ہوں۔ احمدی فی الحال دارالسلام میں تھوڑے ہیں۔ علیحدہ قبرستان کیلئے زمین خریدنا ان کی مقدرت میں نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں۔ اس پر ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ میونسپلٹی کی طرف سے چٹھی آ گئی کہ احمدیہ قبرستان کیلئے چہ گومبے کے علاقہ میں زمین الاٹ کر دی گئی ہے ساتھ نقشہ بھی تھا۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک وسیع رقبہ احمدیہ قبرستان کیلئے مل گیا۔

دارالسلام میں احمدیہ مسجد کی تعمیر

دارالسلام میں جماعت نے مسجد اور دارالتبلیغ کی تعمیر کیلئے گورنمنٹ سے پلاٹ لیا ہوا تھا۔ مخالفت جب بڑھی تو غالباً کسی کی انگیخت پر متعلقہ محکمہ کی چٹھی آئی کہ چونکہ مدتِ مقررہ کے اندر جماعت نے مجوزہ عمارات تعمیر نہیں کیں اسلئے محکمہ نے پلاٹ واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ محترم شیخ مبارک احمد صاحب ان دنوں دارالسلام میں آئے ہوئے تھے۔ عمارات کے منظور شدہ نقشے پہلے سے تیار تھے۔ اگلے روز ہم نے مجوزہ مسجد کے محراب کے رخ چند گز بنیاد کھدوا کر خاموشی سے بنیادی اینٹیں رکھ دیں اور محکمہ کو اطلاع کر دی کہ تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہے۔ چوہدری محمد حسین صاحب جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے بلڈنگ کنٹریکٹر تھے۔ شام کو ہم انکو ملنے انکے گھر گئے اور انکو مسجد اور مشن ہاؤس کا نقشہ دکھا کر کہا کہ ہم تعمیر کا کام جلد شروع کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ انہوں نے نقشہ دیکھ کر تخمینہ لگایا اور تھوڑی سے کمی بیشی کے ساتھ انکے ساتھ معاملہ طے ہو گیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس رقم نہیں ہے۔ ہم فنڈز جمع کرتے ہیں آپ تعمیر کا کام شروع کروا دیں۔ جیسے جیسے رقم جمع ہوتی جائے گی ہم ادائیگی کرتے جائیں گے۔ ہم نے ان سے ہاتھ ملایا اور ہنستے ہوئے شیخ صاحب نے کہا چوہدری صاحب معاہدہ یہ ہے کہ payable when able وہ ہنسنے لگے اور کہا آپ کی جماعت نے لندن میں مسجد بنائی ہے اور ممالک میں بھی مساجد بنائی ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی جماعت کے پاس پیسہ نہ ہو۔ شیخ صاحب نے کہا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اسطرح انہوں نے کام شروع کروا دیا اور ہم سب فنڈز جمع کرنے کی مہم میں جُت گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ایک دو سال میں ہم نے

ساری رقم ادا کردی۔ مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کے ساتھ مخالفین کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ احمدی مبلغ جانے کیلئے یہاں نہیں آیا۔ آہستہ آہستہ حالات بدلنے شروع ہوئے۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ جب ملک میں آزادی کی رَو چلی اور ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین (TANU) نے اثر ونفوذ حاصل کرنا شروع کیا تو اکثر معلمین اور شیوخ نے جو ہندوستانی مسلمانوں کے مالی وجوہ کی بناء پر زیرِ اثر تھے اس سیاسی پارٹی کی مخالفت کی اسکے نتیجہ میں عوام ملاؤں سے بیزار ہو گئے۔ ہمارا مشن اگرچہ سیاسی امور میں دخل نہیں دیتا تھا تاہم اسکو افریقیوں کے جائز مطالبات، حقوق اور انسپ ریشن سے ہمدردی تھی۔ Mr. Julius Nyerene کے ساتھ جو TANU کے صدر تھے میرے مراسم پیدا ہو گئے ان سے ملاقات ہوتی رہتی۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھ کو اپنے گھر کھانے پر بھی مدعو کیا۔ یہ صاحب ٹھنڈے مزاج کے تھے اور بات سلیقہ سے کرتے تھے۔ ان سے اکثر مذہبی اور سیاسی امور پر گفتگو ہوتی۔ وہ جماعت کے موقف کو خوب سمجھتے تھے اور وقت آنے پر ہماری حمایت کرتے تھے۔ ٹانگانیکا کو آزادی ملنے کے بعد وہ 23 سال تک صدرِ مملکت رہے بعد میں از خود صدارت سے علیحدہ ہو گئے۔ لیکن TANU اور حکومت کی رہنمائی کرتے رہے۔ حال ہی میں انگلستان میں انکا انتقال ہوا ہے۔ میری Mr. Julius Nyerene سے آخری دفعہ ملاقات ممباسہ میں ہوئی تھی۔ ایک ہال میں انکی تقریر تھی میں جا کر آخری بینچ پر بیٹھ گیا۔ تقریر کے دوران میں انکی نظر مجھ پر پڑی۔ تقریر ختم کرنے کے بعد پیچھے آ کر مجھ کو ملے۔ شام کو انکے اعزاز میں ڈِنر تھا۔ اسمیں بھی مَیں مدعو تھا۔ جب وہ تشریف لائے تو اپنی جگہ پر جانے سے قبل میرے قریب ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے میں آپ کا انتظار کرتا رہا کہ پاکستان واپسی پر آپ

دارالسلام آجائیں گے پوچھتا بھی رہا کہ آپ اس وقت کہاں ہیں لیکن آپ ممباسہ میں ہی رک گئے۔ میں نے کہا ہم نے مشن کو ایک قابل شخص شیخ کالوٹا امری عبیدی کے وجود میں دے دیا ہے۔ وہ میری نسبت بہتر رنگ میں خدمت کریں گے۔ کہنے لگے پھر بھی ہمیں آپ کی ضرورت تھی۔ کچھ دیر باتیں کر کے وہ اپنی سیٹ پر چلے گئے۔ دارالسلام کے قیام کے دوران سونگیا، ٹنڈورو، مساسی، مٹاما، لنڈی، نیوالا، کلوا، مورو گورو، انگا اور مبیا کے تبلیغی دورے کئے۔ بعض جگہوں پر بہت سی سعید روحوں نے احمدیت کو قبول کیا۔

معروف شخصیات سے تعارف

دارالسلام میں قانون ساز اسمبلی کا اجلاس ہوتا تھا۔ ملک بھر کے نمائندے اور بعض چیفس شرکت کیلئے آتے تھے۔ اس موقعہ پر مجھے ان سے متعارف ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ چیف آدم ساپی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے۔ بہت شریف النفس انسان تھے۔ دو دفعہ میں نے ان کو گھر پر مدعو کیا۔ وہ تشریف لائے اور غریبانہ طور پر چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ ٹانگانیکا میں ڈسٹن عماری صاحب پہلے افریقی تھے جو انگریزوں کی عملداری میں ڈسٹرکٹ افسر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ رِنگ روڈ میں ان کا بنگلہ تھا۔ انکے آباؤ اجداد کسی زمانہ میں مسلمان تھے۔ وہ مشن سکولوں میں پڑھنے کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے۔ اسلئے مجھے خصوصی توجہ ہوئی کہ ان کو اسلام کی دعوت دوں۔ میں انکے پاس جانے لگا اور انکو سواحلی ترجمۃ القرآن دیا۔ ایک دن جب میں انکے ہاں گیا ہوا تھا تو David Kidaha آ گئے۔ انکے والد ایک غیور مسلمان چیف تھے۔ چند دن قبل میں نے انکے متعلق اخبارات میں پڑھا تھا کہ انہوں نے عیسائیت قبول کر لی ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیسے ہوا کہ ایک غیور مسلمان چیف کا لڑکا عیسائی ہو گیا۔ میں ان کو ملنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے مسٹر

جولیس نیریرے بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے David Kidaha سے پوچھا کہ کیا اخبارات کی یہ خبر سچی ہے کہ آپ نے عیسائیت قبول کر لی ہے؟ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا اسکی کوئی وجہ تو ہوگی۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے کہا آپ تعلیم یافتہ نوجوان ہیں آپ نے مذہب تبدیل کرنے سے قبل تحقیق تو ضرور کی ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو بھی مستفید فرمائیں اور وہ امور بتائیں جن سے متاثر ہو کر آپ نے اسلام پر عیسائیت کو ترجیح دی ہے۔ کہنے لگے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ میں نے کہا یہ تو درست ہے لیکن مجھے اپنی تحقیق سے آگاہ کرنے میں حرج کیا ہے۔ لیکن وہ خاموش ہو گئے اور کچھ نہیں بولے۔ مسٹر جولیس نیریرے نے دیکھا کہ مسٹر ڈیوڈ کڈاہا سے جواب نہیں بن پڑتا تو وہ کہنے لگے شیخ شرما صاحب اگر آپ اجازت دیں تو میں ڈیوڈ سے کچھ باتیں کر لوں۔ میں نے کہا ضرور کر لیں۔ وہ ان سے سیاسی باتیں کرنے لگے۔ میرا تاثر یہ تھا کہ کڈاہا اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کہ عیسائیت قبول کرنے کی وجہ سے وہ کسی اعلیٰ منصب کو حاصل کر لیں گے۔ جہاں تک میرا علم ہے وہ ناکام رہے نہ انکو منصب حاصل ہوا اور نہ اہمیت ملی۔ آخر میں معلوم نہیں ان کا حشر کیا ہوا۔

خلافتِ ثالثہ کے متعلق رؤیا

خاکسار دار السلام سے نومبر 1956ء کو ساڑھے آٹھ سال کے بعد پہلی دفعہ رخصت پر پاکستان آیا۔ ربوہ پہنچ کر میں نے خواب دیکھا کہ ایک کمرے میں بہت سے لوگ جمع ہیں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب تشریف لائے اور دیوار کے قریب لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ کچھ لوگ آپ کی طرف ملتفت ہوئے۔ اور کچھ پیٹھ پھیرے کھڑے رہے اور آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ اس پر مجھے تعجب ہوا اور

میں نے بار بار کہا کہ لوگوں نے اپنے جوتوں کی ایڑیاں کیوں صاحبزادہ صاحب کی طرف کی ہوئی ہیں اس پر آہستہ آہستہ لوگوں کی توجہ آپ کی طرف ہوئی اور لوگ ترتیب سے صفیں بنا کر آپ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آپ تبسم فرما رہے تھے پھر سب نے آپ کی طرف جھک کر رکوع کیا۔ چند دن بعد خاکسار قادیان آ گیا۔ احمدیہ چوک میں استاذی المحترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ سے ملاقات ہوئی وہ میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آئے اور چائے پیش کی، اس وقت باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا عبدالکریم! چند دن ہوئے مَیں نے عجیب خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے۔ مَیں نے چند ورق الٹے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تصویر نظر آئی اور ورق الٹائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تصویر دیکھی۔ جب اور ورق الٹے تو میں نے دیکھا کتاب میں چوتھی تصویر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی ہے۔ ان کی بات سنتے ہی مجھے اپنا خواب یاد آ گیا اور اس توارد کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ہی ہوں گے۔

ربوہ واپس آ کر مَیں نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن جٹؓ مرحوم کا رؤیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضور کا اس بارہ میں جواب مجھے نہیں ملا۔ قریباً ایک سال ربوہ میں رہ کر ستمبر 1957ء کو خاکسار واپس افریقہ چلا گیا۔ وہاں جب بھی آئندہ خلافت کے بارہ میں ذکر چلا میں نے یہی کہا کہ مجھے علم دے دیا گیا ہے کہ تیسرے خلیفہ کون بزرگ ہونگے لیکن بتانے کا اذن نہیں ہے۔ 1965ء میں خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال سے چند دن قبل خاکسار رخصت پر ربوہ آیا ہوا تھا۔ مجلس انتخاب خلافت کا خاکسار بھی ممبر تھا۔ جب اجلاس میں شمولیت کیلئے جانے لگا تو میری

اہلیہ پیچھے پیچھے دروازہ تک آئیں اور کہنے لگیں اب تو بتا دیں کہ خلیفہ کون ہوں گے۔ میں نے کہا ابھی نہیں آ کر بتاؤں گا۔ ہوں گے وہی جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا کیا مرزا ناصر احمد! میں نے کہا آ کر بتاؤں گا۔ کہنے لگیں کیا مرزا رفیع احمد! میں نے کہا صبر کرو مَیں آ کر بتاؤں گا۔ آخر وہی ہوا جو مَیں نے رؤیا میں دیکھا تھا۔ جس رات حضرت مصلح موعودؓ کا وصال ہوا تھا اسکی صبح فجر کی نماز میں نے مسجد مبارک میں ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر کچھ لوگ قصرِ خلافت میں جمع ہو گئے ان میں مَیں بھی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب تشریف لائے اور کمرہ کی شمالی دیوار کے قریب کھڑے ہو گئے۔ یہ کمرہ وہی تھا جو میں نے نو سال قبل خواب میں دیکھا تھا۔ جب خلیفہ کے انتخاب کا موقعہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو منصبِ خلافت پر سرفراز فرمایا۔ الحمدللہ

ممباسہ میں تقرری

ستمبر 1957ء میں قریبًا ایک سال کی رخصت کے بعد خاکسار دوسری دفعہ مشرقی افریقہ کیلئے روانہ ہوا۔ اس مرتبہ تقرری ممباسہ میں ہوئی جہاں 1961ء کے شروع تک رہا۔ اس علاقہ میں عربوں کا خاصہ اثر تھا۔ ہماری مخالفت بھی تھی۔ عربوں کو مانوس کرنے کیلئے شام کو مسجد میں کلاسیں کھولیں۔ انگریزی اور حساب کے مضامین پڑھائے جاتے۔ کافی لوگ کلاسوں میں شامل ہو جاتے اور پبلک میں ہماری حمایت اور تائید کرتے۔ عرب سیکنڈری سکول اور Miome کی مشہور درسگاہوں میں بھی باقاعدہ جانا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں پانچ عرب نوجوان ملے جنہوں نے احمدیت قبول کی۔ ٹاویٹا کے علاوہ تین جماعتیں قائم ہوئیں اور مساجد بنیں۔

تھیوسافیکل سوسائٹی کے لئے نشان

انہی دنوں جب میرا قیام ممباسہ میں تھا۔تھیوسافیکل سوسائٹی نے مجھے 'وحی والہام کی حقیقت' کے موضوع پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔تقریر میں ابھی کچھ دن باقی تھے اس لئے میں زنجبار چلا گیا۔ واپسی پر بحری جہاز میں سفر کرتے ہوئے میں نے اس موضوع پر غور کرنا شروع کیا۔اس دوران دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو تازہ نشان دکھائے تا اس موقعہ پر ذاتی شہادت پیش کرسکوں۔اس پر طبیعت دعا کی طرف مائل ہوئی۔ بعد میں یہ خیال بھی آیا کہ کہاں خدائے قدوس کی بزرگ اور برتر ہستی اور کہاں یہ ناچیز اور گناہ گار بندہ اور اپنی اس جسارت پر استغفار کیا۔قریبًا دس بجے جہاز ممباسہ پہنچا۔گھر گیا تو اہلیہ نے بتایا کہ ایک یورپئین خاتون دو تین مرتبہ آئی تھیں اور آپ کا پوچھ رہی تھیں۔ وہ ہوٹل کا پتہ جہاں وہ ٹھہری ہوئی ہیں دے گئی ہیں چنانچہ اسی وقت ہوٹل جا کر میں نے مِس سڈنی میری پرٹ (Miss Sidney Mary Peart) سے ملاقات کی۔انہوں نے بتایا کہ پہلے وہ والد صاحب کے ساتھ نائیجیریا میں تھیں۔ مولانا نسیم سیفی صاحب مرحوم کے ذریعہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا بعد میں ان کے والد ساؤتھ افریقہ چلے گئے اور وہاں ان کا انتقال ہوگیا۔اب وہ والدہ کو لے کر ساؤتھ افریقہ جارہی تھیں کہ بحری جہاز میں والدہ زیادہ علیل ہوگئیں اور ان کو ممباسہ اترنا پڑا۔ان کی والدہ اس وقت یورپئین ہسپتال میں تھیں۔میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب والدہ کی حالت بہتر ہوگئی ہے ہسپتال سے ٹیلیفون آیا ہے کہ ڈاکٹر نے انہیں جانے کی اجازت دے دی ہے۔ چار بجے جا کر وہ انہیں لے آئیں گی۔ان سے مل کر میں پوسٹ آفس گیا اور وہاں سے ڈاک لی۔ظہر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر میں

نے ڈاک دیکھی اس میں اخبار الفضل کا پیکٹ بھی تھا وہ کھول کر پڑھنے لگا۔ دوسرے صفحے پر پہنچا تو عبارت مدہم ہوگئی۔ معًا میں نے دیکھا کہ مسجد کے اندر قبلہ رخ دیوار کے ساتھ 'رات کی رانی' کا پودہ لگا ہوا ہے اور اس کی جڑوں میں دو موٹی سفید انگلیاں (جو کسی یورپئین کے ہاتھ کی معلوم ہوتی ہیں) داخل ہیں اور پودے کو جھٹکا دے کر اکھاڑ رہی ہیں۔ دو جھٹکوں سے پودا اکھڑ گیا۔ جڑوں کے ٹوٹنے کی آواز بھی میں نے سنی۔ اس کے بعد یہ حالت جاتی رہی۔ ابھی میں اس نظارہ کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ پھر وہی کیفیت طاری ہوگئی اور ایک عورت کو دیکھا کہ سیاہ رنگ کا جالی دار رومال سر پر ڈالے سامنے بیٹھ کر رو رہی ہے۔ خیال اس طرف گیا کہ شاید اس نظارہ کا تعلق مِس پرٹ کی والدہ سے ہو لیکن چونکہ انہوں نے تھوڑی دیر قبل مجھے بتایا تھا کہ والدہ کو صحت ہوگئی ہے اور وہ ہسپتال سے آ رہی ہیں اسلئے خیال ہوا کہ شاید تعبیر کچھ اور ہو۔ اگلے روز صبح دس بجے کے قریب دفتر میں کام کر رہا تھا کہ اچانک کار میں ایک صاحب آئے انہوں نے بتایا کہ مِس پرٹ کی والدہ کل فوت ہوگئی تھیں۔ وہ اس وقت شیخ صالح محمد صاحب کے مکان میں ہیں اور آپ کو بلا رہی ہیں۔ مَیں اسی وقت ان کے ساتھ شیخ صاحب کے گھر پہنچا اور نشست گاہ میں جا کر صوفہ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد مِس پرٹ تشریف لائیں سر پر سیاہ جالی کا رومال تھا اور آ کر سامنے والے صوفہ پر (جو قبلہ رخ دیوار کے ساتھ تھا) بیٹھ گئیں اور رونے لگیں۔ روتے روتے کہا (Tell me by God, what would happen to my mother?) یعنی بخدا مجھے بتاؤ کہ میری والدہ کے ساتھ کیا ہوگا۔ میں نے انہیں دلاسا دلایا اور بتایا کہ موت انسان کی آئندہ ترقی کیلئے ازبس ضروری ہے۔ اخروی زندگی کی کچھ باتیں بتائیں اور کل جو میں نے نظارہ دیکھا تھا اس کا ذکر کیا۔ مِس پرٹ بعد میں ربوہ چلی گئی تھیں اور

ان کی شادی محترم مبارک احمد ساقی صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر کے ساتھ ہوگئی تھی۔ یہ خاتون لندن میں فوت ہوئیں اور احمدیہ قبرستان میں مدفون ہیں۔ غرض تھیوسافیکل سوسائیٹی کے جلسہ میں مقررہ تاریخ کو تقریر ہوئی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب تھی۔ وحی کی اقسام، بانی سلسلہ احمدیہ کی بعض پیشگوئیاں اور حضرت مصلح موعودؓ کے رؤیا وکشوف کے نمونے بیان کرنے کے بعد خاکسار نے اس تازہ کشفی نظارے کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح حیرت انگیز طریق پر واقعہ ظہور میں آیا۔ حاضرین نے تقریر توجہ اور دلچسپی سے سنی۔ بعد میں سوالات کے جواب دیئے۔ اس طرح اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت پیش کرنے کا موقع ملا۔

زنجبار کا سفر

پہلے میں ذکر کر چکا ہوں کہ ممباسہ کے قیام کے دوران میں زنجبار گیا تھا۔ یہ میرا پہلا سفر نہیں تھا اس سے قبل بھی دو دفعہ زنجبار جا چکا تھا۔ یہاں عرب سلطان حکمران تھے۔ پُر امن فضا تھی۔ لیکن اس دفعہ جب گیا تو وہاں انقلابی لہریں ابھرتی ہوئی محسوس کیں۔ جن افریقی لیڈروں کے پاس گیا انکے ہاں مسٹر جولیس نیریرے کی تصویر آویزاں دیکھی۔ اس سے مجھے احساس ہوا کہ ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کی آزادی کی رَو اس جزیرہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ سیاست کی بنا پر ان دنوں یہاں بہت جوش تھا۔ دو سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے کی حریف تھیں۔ برسر اقتدار پارٹی میں (جو دراصل دو پارٹیوں کا الحاق تھی) عربوں کا اثر ورسوخ۔ دوسری افروشیرازی پارٹی تھی۔ میں دو روز وہاں رہا۔ چیدہ چیدہ لوگوں کو احمدیت کا تعارف کروایا۔ ایک آرگنائزیشن نے ایک ہال میں خاکسار کی تقریر کا انتظام کیا۔ 'احمدیت کا پیغام' تقریر کا عنوان تھا۔ تقریر کے بعد سوالات کا

سلسلہ شروع ہوا۔ایک نوجوان نے سوال کیا۔ اسلام کے بانی کون تھے؟ میں نے کہا حضرت محمد ﷺ۔ کہنے لگا نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ تھے اور کہا کہ میں مرزا غلام احمد کو ماننے کیلئے تیار ہوں لیکن (نعوذ باللہ) محمد کو نہیں مانتا کیونکہ وہ عرب تھے۔ مجھے یہ سن کر سخت صدمہ ہوا کہ سیاسی چپقلش نے نوجوانوں کو اس حد تک بدراہ کر دیا ہے۔ میں نے کہا سنو نوجوان! مرزا غلام احمد رسول کریم ﷺ کے غلام اور متبع تھے انکی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانی حکومت کو دائمی طور پر کُل دنیا میں قائم کریں اور غلبہ اسلام کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کیلئے تبلیغی جہاد کی داغ بیل ڈالیں اسلئے جو شخص بھی حضرت مرزا غلام احمد کی اتباع کا دم بھرے گا اسکو لازمًا آنحضرت ﷺ کا مطیع ہو کر آنحضورؐ کے قدموں میں بیٹھنا پڑے گا۔

مجھے اس نوجوان کے رؤیا نے بے چین کر دیا۔ میں دونوں سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں سے ملا اور اس نوجوان کا حوالہ دیکر ان سے اپیل کی کہ میانہ روی اختیار کریں اور نسلی منافرت کے جذبات کو ابھرنے نہ دیں۔ افروشیرازی لیڈروں نے کہا کہ ہم کو علم ہے کہ بعض نوجوان حد سے تجاوز کر رہے ہیں ہم انشاء اللہ ان کو کنٹرول کر لیں گے۔ عرب لیڈروں نے میری بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور غفلت میں مبتلا ہو کر چین کی بانسری بجاتے رہے۔ جلد ہی ان کی غفلت کا نتیجہ نکل آیا۔ چند شوریدہ شر نوجوانوں نے راتوں رات عرب سلطنت کا تختہ الٹ دیا۔ سلطان اپنی جان بچانے کیلئے Yacht میں بیٹھ کر جزیرہ سے نکل گئے اور سمندر میں جا ٹھہرے۔ چونکہ ان کی سلطنت کو از روئے معاہدہ انگریزوں کی حمایت حاصل تھی اسلئے وہ مدد کا انتظار کرتے رہے جب کسی کی طرف سے مدد نہ آئی اور مایوس ہو گئے تو انگلستان میں جا کر پناہ لی اور زنجبار کا الحاق ٹانگانیکا سے ہو گیا۔

لاموں کا دورہ

لاموں صومالیہ کے نیچے کینیا کے ساحل پر ایک جزیرہ ہے۔ظہور اسلام کے بعد جو عرب یہاں آئے وہ اسلام کو بھی ساتھ لائے۔قریبًا پانچ سو سال تک ان کا یہاں اقتدار رہا۔ان مسلمانوں کی اولادیں اب یہاں آباد ہیں۔میں جب وہاں گیا تو ایسا لگا کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دور کے کسی قصبہ میں آ گیا ہوں۔تنگ گلیاں جن کا فرش پختہ اینٹوں کا تھا، کئی منزلہ عمارتیں تھیں۔گلیوں میں گدھا گاڑی تو تھی لیکن موٹر کار یا کوئی اور مکینکل سواری میں نے نہیں دیکھی۔ یہاں کے علماء احمدیت کے مخالف ہیں۔ملک محمد عثمان مرحوم ان دنوں Meteorological Department کی طرف سے یہاں متعین تھے انکے پاس ٹھہرا۔ایک دن قصبہ میں ایک وسیع عمارت نظر آئی۔ یہ مدرسہ تھا جہاں عربی زبان اور دینی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ میں مدرسہ میں چلا گیا اوپر کی منزل میں ایک استاد طلبا کو تفسیر جلالین پڑھا رہے تھے میں بھی جا کر سبق سنتا رہا۔اتفاق سے اس دن مَا كَذَبَ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَةً کی حدیث کے حوالہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے ادب سے پوچھا کہ کیا میں سوال کر سکتا ہوں؟ معلم نے کہا ہاں پوچھیں۔میں نے کہا قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا (سورۃ مریم آیت 42) یقیناً وہ صدیق نبی تھا۔عربی زبان میں صدیق اس کو کہتے ہیں جسکی سرشت میں سچائی مرکوز ہو اور وہ کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولتا ہو۔ پھر ان کے متعلق کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ بولے تھے۔ انہوں نے کہا پھر ان آیات کا کیا مطلب ہے جن کی تفسیر کرتے وقت مفسرین نے حضرت ابراھیمؑ کے تین جھوٹوں کی نشاندہی کی ہے۔ میں نے تینوں مقامات کی تشریح کی اور بتایا

کہ کسی جگہ بھی حضرت ابراھیمؑ نے جھوٹ نہیں کہا۔تشریح سن کر وہ حیران ہوئے۔کہنے لگے آپ ذرا ٹھہریں میں سارے اساتذہ اور طلبا کو جمع کرتا ہوں۔انکے سامنے آپ ان آیات کے مطالب بیان کریں۔جب سب جمع ہو گئے تو میں نے تینوں مقامات کی تفسیر کر کے بتایا کہ حضرت ابراھیمؑ نے کسی جگہ جھوٹ نہیں کہا اور بتایا کہ قرآن کریم انبیاءؑ کو راستباز اور پاک باطن قرار دیتا ہے اور اگر نبی کا ایک بھی جھوٹ ثابت ہو جائے تو اس کا دعویٰ نبوت مشکوک ہو جاتا ہے۔حضرت ابراھیمؑ کو قرآن کریم صدیق نبی قرار دیتا ہے اسلئے ان کی طرف جھوٹ منسوب کرنا غلطی ہے۔میں نے کہا ایسی حدیث جو قرآن کریم کے واضح اور یقینی بیان کے مخالف بات بتاتی ہو وہ آنحضرت ﷺ کا فرمودہ نہیں ہو سکتی۔انہوں نے پوچھا آپ نے قرآن کریم کا علم کہاں سے سیکھا؟ میں نے کہا کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں۔میں نے قادیان میں تعلیم حاصل کی ہے۔قادیان میں حضرت امام مہدی کا ظہور ہوا جن پر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآنی علوم کھولے ہیں۔میں نے کہا کہ اگر آپ کچھ اور پوچھنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔اساتذہ نے قرآن کریم کے بعض مقامات کے مطالب دریافت کئے۔چھٹی کے وقت تک گفتگو ہوتی رہی۔ جب ہم مدرسہ سے نکلے تو ایک جلوس کی صورت ہو گئی۔اساتذہ مجھے بعض علماء کے پاس لے گئے۔پہلے عالم کے پاس گئے تو وہ اس وقت ایک چینی کی پلیٹ پر زعفرانی رنگ سے کچھ تحریر کر رہے تھے۔اساتذہ نے میرا تعارف کروایا اور کہا کہ ان سے آج ہم بہت مستفید ہوئے ہیں۔قرآن کریم کی بعض آیات کے انہوں نے عمدہ مطالب بیان کئے ہیں۔انہوں نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر خاموش ہو گئے۔ہم انتظار میں رہے کہ وہ کوئی بات کریں گے لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا۔کچھ دیر کے بعد ہم سلام کر کے اٹھ آئے۔

دوسرے علماء کے ساتھ بھی رابطہ ہوا۔ کچھ باتیں ہوئیں مگر مختصر طور پر سات روز وہاں ٹھہرا۔لوگ ملنے آتے اور علمی باتیں ہوتیں۔بعض نے احمدیت کے بارہ میں سوال کئے۔ ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔اس طرح بہت سے لوگوں سے رابطہ قائم ہوگیا۔جب یہ لوگ ممباسہ آتے تو مِل کر جاتے۔ایک دفعہ ایک صاحب آئے۔اس وقت میرے سامنے کشتی نوح کا عربی ترجمہ سفینۃ نوح پڑا ہوا تھا۔کہنے لگے میں یہ کتاب مطالعہ کیلئے لینا چاہتا ہوں۔میں نے کہا لے جائیں۔چند ماہ کے بعد وہ پھر آئے اور کتاب مجھ کو واپس کی اور کہا بینظیر کتاب ہے کوئی مؤید من اللہ ہی ایسی کتاب لکھ سکتا ہے۔تعلیم کا حصہ میں نے ازبر کر لیا ہے۔عربوں کی مجالس میں سناتا ہوں تو بہت متاثر ہوتے ہیں۔چنانچہ وہ حصہ انہوں نے مجھ کو زبانی سنایا۔

یوگنڈا میں تبلیغی جہاد

1948ء میں پہلی مرتبہ جب میں مشرقی افریقہ آیا تو ٹبورہ پہنچنے کے چند دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک پارٹی کا انچارج بنا کر جہاد کیلئے روانہ ہونے کا حکم دیا ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز میں نے سنی لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے نظر نہیں آئے۔جس جگہ میں گیا وہاں سڑک کے قریب ایک درخت تھا اس سے ہٹ کر میں نے پڑاؤ کیا۔سڑک کے جنوب میں کھلا میدان تھا اور شمال میں جھاڑ دار پودوں کی باڑ تھی۔اگلے روز محترم شیخ مبارک احمد صاحب نے پوچھا کیا تم نے کوئی خواب دیکھا ہے غالباً وہ اس وقت یہ فیصلہ کرنا چاہتے تھے کہ مجھے کہاں بھجوایا جائے۔میں نے خواب سنا دیا۔اس وقت وہ خاموش رہے چند دنوں کے بعد فرمایا اروشہ چلے جاؤ چنانچہ میں وہاں چلا گیا۔بات آئی گئی ہوگئی۔جب مشرقی افریقہ کے ممالک کی آزادی کا وقت قریب آیا تو

مرکز نے 1961ء میں یوگنڈا، کینیا اور ٹانگانیکا تینوں ممالک کا علیحدہ علیحدہ مستقل نظامِ تبلیغ قائم کیا اور مجھے یوگنڈا کا امیر اور مبلغ انچارج مقرر کیا، خاکسار جنجہ پہنچا تو دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ وہی جگہ تھی جو خواب میں دیکھی تھی۔ سڑک کے قریب ویسا ہی درخت تھا یہاں کی زمین کا رنگ بھی سرخ تھا۔ سڑک کے جنوب میں میدان اور شمال میں سکول تھا جس کے گرد جھاڑی دار پودوں کی باڑ تھی۔ درخت سے کچھ فاصلے پر ہماری مسجد اور مشن ہاؤس تعمیر ہو چکے تھے۔ اس جگہ میرا قیام ہوا۔ خاکسار تقریباً آٹھ سال یوگنڈا میں رہا۔ اس تمام عرصہ میں یوگنڈا کا ہیڈ کوارٹر اسی جگہ رہا۔ خاکسار کے علاوہ چھ مرکزی مبلغین اور کم وبیش اکیس (21) معلمین تبلیغی جہاد میں مصروف تھے۔ یوگنڈا میں آکر تبلیغ کو وسعت دینے کے علاوہ یوگنڈا کی زبانوں میں ابتدائی لٹریچر تیار کرنے کی طرف توجہ دی۔ نماز کی کتاب، روزہ کی کتاب، اسلامی اسباق اور رسالہ پیغام احمدیت لوگنڈا زبان میں شائع کیں۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کے پہلے پانچ سپاروں کا لوگنڈا زبان میں ترجمہ شائع کیا یہ ترجمہ ابتدائی طور پر مکرم علی کسیکا مرحوم نے کیا تھا۔ اشاعت سے قبل اس ترجمہ کی خاکسار نے مکرم حاجی ابراہیم سیفو ما مرحوم، مکرم زکریا کزیٹو صاحب اور مکرم سلمان مانجے صاحب کے ساتھ مل کر نظر ثانی کی اور تفسیری نوٹ لکھے۔ یہ لوگنڈا ترجمۃ القرآن پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا تھا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مقبول ہوا۔ شمالی یوگنڈا کے قبیلہ لانگو کی زبان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی تصنیف لائف آف محمد کا ترجمہ Nebi Maleng Muhammad کے نام سے شائع کیا۔ لانگو زبان میں یہ اسلام پر یہ پہلی کتاب تھی جسے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو شائع کرنے کی توفیق ملی۔ ان کے علاوہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یوگنڈا کی زبانوں اور انگریزی میں ہزارہا کی

تعداد میں پمفلٹ شائع کئے۔Why Islam رسالہ پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ مُساکہ کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ کمپالہ کی مسجد جو مکرم ڈاکٹر لعل دین احمد صاحب مرحوم کی زیرِ نگرانی تعمیر ہو رہی تھی مکمل ہوئی اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اس کا افتتاح فرمایا۔ اس کے علاوہ خاکسار کے قیام کے دوران یوگنڈا میں چھ دیہاتی مساجد بنیں۔ سیٹا (Seta) میں پرائمری سکول کھولا گیا۔ اسی طرح کمپالہ میں محترم مختار احمد صاحب ایاز مرحوم کی جدوجہد اور مرکز کی مالی امداد سے بشیر ہائی سکول کھلا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک جاری ہے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان

یوگنڈا میں مساکہ کے نواح میں ہماری ایک افریقی جماعت ہے یہاں کے بھائی بہت جوشیلے ہیں۔ خاکسار ایک کام کیلئے نیروبی گیا ہوا تھا۔ مجھے علاقہ کے مبلغ کا خط ملا کہ یہاں کے افریقی بھائیوں نے مخالفین سے مباحثہ کی طرح ڈالی ہے۔ فریقین کے درمیان تحریری معاہدہ ہوا ہے کہ احمدی مرزا غلام احمدؑ کا نام قرآن مجید میں دکھائیں گے اور اگر نہ دکھا سکے تو سُنّی ہو جائیں گے۔ اگر نام دکھا دیا تو سُنّی احمدیت قبول کر لیں گے۔ میں نے لکھا کہ یہ تو کوئی موضوع نہ ہوا۔ مباحثہ بنیادی اور اصولی موضوع پر ہوتا ہے فروعی باتوں پر نہیں۔ آپ کو انہیں سمجھانا چاہئے تھا کہ ایسے امور طے کرنے سے قبل ان کو اجازت لینی چاہئے تھی۔ ہمارے یہ دوست کیونکہ حدیث العہد تھے نظام جماعت کا پورے طور پر علم نہیں تھا اس لئے جوش میں ان سے غلطی ہوگئی۔ مبلغ صاحب نے دوبارہ لکھا کہ ان کے علم کے بغیر انہوں نے تحریر لکھ دی ہے اب ابتلاء کا اندیشہ ہے آپ ضرور آئیں۔ بعد میں تار بھی آیا میں نے تار دیا کہ میں آرہا ہوں اور دوسرے مبلغین کو بھی

اطلاع کی کہ وہ مساکہ پہنچ جائیں۔اسی روز نیروبی سے روانہ ہوگیا۔شام کو کمپالہ پہنچا۔ رات کوخواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے مرزا قدرت اللہ سنوری جن کا تریاق القلوب میں ذکر ہے فوت ہوگئے ہیں۔ بیدار ہوکر غور کرتا رہا کہ اس خواب کا کیا مطلب ہے۔ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری مرزا نہیں تھے اور ایک دوسرے بزرگ مرزا قدرت اللہ لاہوری قادیان میں ہمارے پڑوسی ہوا کرتے تھے وہ سنوری نہیں تھے۔صبح میں نے یہ خواب محترم مختار احمد ایاز مرحوم کو جوان دنوں احمدیہ مسجد کے ملحقہ کمرہ میں مقیم تھے سنائی۔ انہوں نے فرمایا کہ مباحثہ سے متعلق معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کوئی قدرت کا نشان دکھائے گا۔غرض میں مساکہ کیلئے روانہ ہوگیا راستہ میں دعا بہت کی۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ فریق مخالف نے مباحثہ کے متعلق ریڈیو پر دو تین مرتبہ اعلان نشر کروایا ہے۔ دور دراز سے لوگ بسوں میں آرہے ہیں اور معاندین لوگوں کو بھڑکا رہے ہیں۔ یہ علاقہ ان دنوں شورش زدہ تھا حکومت محتاط تھی۔ظہر کی نماز سے ہم فارغ ہوئے تھے کہ ایک پولیس افسر آئے اور کہا نقض امن کا خطرہ ہے اس لئے حکام نے فیصلہ کیا ہے کہ مباحثہ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا ہماری طرف سے تو نقض امن نہیں ہوگا دوسرے فریق کو سمجھانا چاہئے۔انہوں نے کہا ہم نے ان کے لیڈروں کو پولیس سٹیشن بلا کر متنبہ کر دیا ہے۔اس شہر میں ہم نے مسجد کی تعمیر شروع کی تھی۔ بنیادیں بھری جا چکی تھیں اس کے قریب ہی ایک سکول میں مباحثہ ہونا قرار پایا تھا۔ میں نے مبلغین کو کہا چلیں ہم مسجد کے مقام پر دعا کر آئیں۔ہم بازار سے ہوکر گزرے۔لوگوں نے دیکھا کہ احمدی مبلغ سکول کی طرف گئے ہیں اور ان کے علماء نہیں گئے۔ پولیس کا بہانہ وہ اس لئے کرتے ہیں کہ مباحثہ سے کتراتے ہیں۔ وہ ان کے پیچھے پڑے اور ان کو مجبور کیا کہ وہ مباحثہ

کریں۔ہم مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تھے کہ ایک گروہ علماء کو لے کر آ گیا۔ چند لوگ مکان کے اندر داخل ہوئے جس میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے اور باقی باہر انتظار کر تے رہے۔انہوں نے کہا ہم پرائیویٹ طور پر کسی مکان میں مباحثہ کر لیتے ہیں۔ہم نے کہا کہ باہر ہجوم ہے فساد ہوا تو ہم سب زیر الزام آئیں گے اس لئے بہتر ہے کہ آپ پولیس سے اجازت لے آئیں۔اجازت مل گئی تو ہم إِسْمُهُ أَحْمَدُ کی پیشگوئی پر بات کر لیں گے لیکن پولیس سے اجازت لینے پر وہ آمادہ نہ تھے۔اس طرح بات رہ گئی۔معاملہ نے جو رخ بدلا اس سے پبلک نے بالعموم تاثر لیا کہ غیر احمدی علماء نے پولیس کا بہانہ کر کے مباحثہ سے گریز کی راہ نکالی ہے۔ایک روز اور وہاں ٹھہر کر جب میں واپس جنجہ آیا تو مرکز کی تار آئی ہوئی تھی۔اس میں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمدؓ کے وصال کی اطلاع تھی۔تب میں نے تریاق القلوب کو اٹھا کر دیکھا اس کے صفحہ 23 اور 46 پر آپ کی ولادت کی پیشگوئی کا ذکر بطور نشان موجود تھا، بلاشبہ آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانوں میں سے ایک اہم نشان تھے۔خواب میں سنوری کا لفظ غالبًا آپ کی لمبی علالت کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ سنور عربی زبان میں بلی کو کہتے ہیں اور خواب میں بلی کی تعبیر بیماری ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ خواب کی حقیقی تعبیر تو حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات تھی لیکن ضمنی طور پر مساکہ کے واقعہ میں بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اس طرح ظاہر ہوئی کہ معاندین اپنے بدعزائم میں نامراد ہوئے اور پبلک نے احمدیت کی فتح کا تاثر لیا۔

کینیا میں میری تبدیلی

نومبر 1969ء میں مرکز نے مجھے کینیا کا امیر اور مبلغ انچارج مقرر کیا اور خاکسار

یوگنڈا سے نیروبی منتقل ہوگیا۔ کینیا میں اس وقت چھ مبلغ کام کر رہے تھے۔ نیروبی سے ایسٹ افریقن ٹائمز اور سواحیلی زبان میں مانیز یا مونگو ماہنامے نکلتے تھے۔ یہاں آ کر ٹلیویژن پر مذہبی پروگراموں میں حصہ لینے کے مواقع ملے۔ کنیاٹا کالج اور دوسرے تعلیمی اداروں کے فورم میں متعدد مرتبہ اسلام اور احمدیت کی نمائندگی کی۔ کوسٹل پراونس اور نیانزہ پراونس کے تبلیغی دوروں پر بھی جاتا رہا۔

پروٹسٹنٹ سیمنری کے طلبا کی نیروبی مشن میں آمد

کینیا میں پروٹسٹنٹ فرقہ کی ایک مشہور سیمنری تھی جہاں کے فارغ التحصیل طلبا پادری بن کر کینیا اور دوسرے افریقی ممالک میں کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیمنری کے پرنسپل نے لکھا کہ ہم طلبا کے ساتھ آپ کے مشن میں آنا چاہتے ہیں۔ میں نے لکھا ضرور آئیں۔ وہ 25 طلبا کو لے کر آئے۔ ساتھ دو پروفیسر بھی تھے۔ مَیں نے ان کو خوش آمدید کہا اور ریفریشمنٹ پیش کی۔ مَیں نے کہا آپ میرے مہمان ہیں۔ میں مسیحی عقائد پر تنقید نہیں کروں گا۔ ہاں آپ اسلام کے متعلق سوال کرنا چاہیں تو بیشک کریں۔ طلبا نے باری باری سوال کئے۔ مَیں جواب دیتا رہا۔ پروفیسر حیران تھے کہ ہم جو کچھ اسلام کے متعلق سکھاتے ہیں وہ باتیں بے حقیقت نکلیں۔ ایک پروفیسر نے کہا کہ آپ نے اسلامی مسائل کی جو تشریح کی ہے کیا سب اسلامی فرقے اس کو تسلیم کرتے ہیں؟ مَیں نے کہا فرقوں میں تھوڑا بہت اختلاف تو ہوتا ہے لیکن مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسیحیت کے مقابل پر جو اسلام اب آئے گا وہ یہی ہوگا جو میں اب بیان کر رہا ہوں۔ دو گھنٹے تک خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی۔ بعض سوال طلبا نے ایسے بھی کئے جنکے نتیجہ میں مسیحیت کے عقائد زیرِ بحث آ گئے۔ ان طلبا میں سے ایک صومالی نوجوان بھی تھے جن کو پادری صاحبان مسلمانوں

میں تبلیغ کیلئے تیار کر رہے تھے۔ تین دن کے بعد وہ دو ساتھی طلبا کے ساتھ دوبارہ آئے اور دو دن میرے پاس ٹھہرے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے اساتذہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے بہت تعریف کرتے تھے کہ کس خوش دلی کے ساتھ احمدی مبلغ نے جواب دئے ہیں اور کہتے تھے کہ ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ اسلام کے متعلق بہت سے باتوں میں ہمارا موقف درست نہیں ہے۔ پرنسپل نے کہا کہ احمدی مبلغین کے متعلق ہمارے چرچ نے بہت تحقیق کی ہے ہم ان کی کوئی خامی نہیں پکڑ سکے۔ اپنے متعلق وہ بتاتے تھے کہ مزید تعلیم کیلئے پادری صاحبان مجھے امریکا بھجوانا چاہتے ہیں لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ میرا مذہبی تعلیم کیلئے جانا فضول ہے۔ ہاں سیکولر تعلیم کیلئے بھجوائیں تو پھر ٹھیک ہے چلا جاؤں گا۔

یونیسکو فورم میں شرکت

نیروبی کے کالجوں اور تعلیمی اداروں میں اکثر فورم ہوتے رہتے تھے۔ ان میں اسلام کی نمائندگی کی توفیق ملتی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کا علمِ کلام ہمیشہ اثر دکھاتا اور پادری صاحبان کو مایوسی ہوتی۔ ایک دفعہ یونیسکو کے تحت ایک ادارہ نے فورم کا انتظام کیا۔ انہوں نے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک پادریوں کے ساتھ مجھے بھی مدعو کیا۔ آغاز میں ہم تینوں نمائندگان نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقاریر کیں۔ بعد میں سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایک نوجوان نے رومن کیتھولک فادر کو مخاطب کر کے کہا۔ فادر! خدا کی definition کیا ہے؟ پادری صاحب جھلائے اور کہا یہ کیا سوال ہے۔ یہ جیومیٹری کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس نے یہی سوال پروٹسٹنٹ پادری سے کیا انہوں نے اٹھ کر نرمی سے کہا کہ خدا روح ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا گیا میں نے کہا قرآن مجید کی رُو سے اللہ ایسی ہستی ہے جو تمام خوبیوں اور کمالات کے جامع اور سب نقصوں، عیبوں اور کمزوریوں سے پاک

ہے۔ وہ تمام کائنات کا خالق اور پروردگار ہے اور ہر فیض کا منبع اور ہر وجود کا سہارا ہے۔ اسپر نوجوانوں نے تالیاں بجائیں اور اطمینان کا اظہار کیا۔ ایک نوجوان نے مجھ سے پوچھا کہ آپ مسیح کی الوہیت کو کیوں نہیں مانتے؟ میں نے کہا اسلئے کہ الوہیت کی جو تعریف میں نے بیان کی ہے وہ مسیح پر صادق نہیں آتی۔ اسکو غیب کا علم نہیں تھا۔ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ قیامت کی مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ وہ کب ہوگی۔ (مرقس باب 13 آیت 33) اگر وہ خدا ہوتا تو ضرور قیامت کا علم اس کو ہوتا۔ اسکو قدرت بھی حاصل نہیں تھی۔ اس نے کہا کہ خدا کی بادشاہت میں اپنے دائیں اور بائیں بٹھانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ (متی باب 23 آیت 21) ایک اور جگہ کہتا ہے کہ میں اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا (یوحنا باب 5 آیت 30) خدا معبود ہے لیکن مسیح نے اپنی عبادت کی تعلیم لوگوں کو نہیں دی بلکہ جب کہا تو یہی کہا تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اس کی عبادت کر (متی باب 4 آیت 10) اس نے خود خدائے واحد کی عبادت کی اور اسی سے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ (مرقس باب 14 آیات 32 تا 38) بشری کمزوریاں اس کو لاحق تھیں۔ وہ تھک جاتا تو سوتا تھا بھوک ستاتی تو کھانا کھاتا۔ اس لئے حوائج بشری سے بھی پاک نہیں تھا اور قضائے حاجت کیلئے جاتا تھا۔ وہ ضعیف اور بے بس تھا مخالفوں نے اسے ذلیل کیا۔ اسکو طمانچے مارے۔ منہ پر تھوکا اور کوڑے لگائے۔ بالآخر خود صلیب پر لٹکایا گیا اور بقول عیسائیوں کے ایلی ایلی لما سبقتانی کی دہائی دیتے ہوئے اس نے جان دی۔ اس طرح وہ خدا کا ملعون ہوا اور تین دن تک جہنم میں رہا۔ میں نے کہا آپ حضرت مسیح کے انجیل میں بیان کردہ حالات کو غور سے پڑھیں آپکو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی ساری صفات بشر ہونے کی تھیں۔ لیکن الوہیت کی ایک بھی صفت ان میں نہیں تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے زمین

اور آسمان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے لیکن مسیح کی یہ حالت نہیں تھی۔ ایک دن اس کو بھوک لگی دور سے اسکو انجیر کا درخت نظر آیا وہ اس کے پاس گیا کہ لے کر اس سے کچھ کھائے لیکن اس کو بے ثمر پایا اور اس کو بد دعا دے کر چلا آیا۔ (مرقس باب 11 آیات 13 تا 14) خدا پاک ہے لیکن مسیح اقرار کرتا ہے کہ وہ پاک نہیں تھا ایک دن ایک سردار نے اس کو نیک استاد کہہ کر مخاطب کیا۔ یسوع نے کہا تو مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک کوئی نہیں مگر خدا۔ (لوقا باب 18 آیات 18 تا 19)۔ غرض مسیح کے حالات ان کی الوہیت کے خلاف دلیل ہیں۔

مسیح کے معجزات

ایک نوجوان نے سوال کیا کہ مسیح نے معجزات دکھائے کیا وہ ان کی الوہیت کا ثبوت نہیں ہیں؟ میں نے کہا معجزات بھی مسیح کی الوہیت کا ثبوت نہیں ہو سکتے کیونکہ مسیح معجزات دکھانے میں منفرد نہیں تھے۔ بائیبل کے بیان کے مطابق پہلے انبیاء نے بکثرت معجزات دکھائے ہیں اور ان کے معجزات مسیح کے معجزات سے کمتر نہیں تھے۔ پادری صاحبا ن عام طور پر مسیح کے معجزات اور انبیاء کے معجزات میں امتیاز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے معجزات خدا کی طاقت سے صادر ہوتے تھے اور مسیح اپنی قدرت سے معجزات دکھاتا تھا۔ لیکن انجیل ان کے اس خیال کو رد کرتی ہے۔ انجیل میں صاف صاف لکھا ہے کہ مسیح ایک انسان تھا اور خدا اس کے ذریعہ معجزات دکھاتا تھا۔ (اعمال باب 2 آیت 22) میری بات اختتام کو پہنچ رہی تھی کہ رومن کیتھولک فادر بول پڑے کہ مسلمان متعصب ہوتے ہیں۔ یہ فورم کے آداب کے خلاف بات تھی۔ ایک انگریز Mr. Holloway نے اجازت چاہی کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ فادر نے جو

تعصب کی بات کی ہے درست نہیں۔ میں یہاں اس بات کی ریسرچ کر رہا ہوں کہ اس ملک میں عیسائی ہونے والے مسلمانوں اور مسلمان ہونے والے عیسائیوں کا تناسب کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں کئی دفعہ شیخ شرما صاحب کو جا کر ملا ہوں انہوں نے مجھ سے پورا تعاون کیا ہے اور اپنے سواحیلی اور انگریزی اخبارات میں شائع کیا ہے کہ جن کو اس بارہ میں معلومات ہوں وہ مسٹر ہولووِے سے رابطہ کریں۔ انہوں نے کہا میں اسلام کے متعلق بھی غلط نظریات جمائے بیٹھا تھا لیکن مسٹر شرما سے گفتگو کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام رواداری کی تعلیم دیتا ہے اور جبر و اکراہ اور مذہبی تعصب کے خلاف ہے۔

عیسائی منادکو دعا میں مقابلہ کا چیلنج

امریکہ کے مشہور عیسائی منّاد اورل رابرٹ (Orel Robert) چالیس ساتھیوں کے ٹولے کے ساتھ کینیا میں آئے۔ ان کے متعلق کہا گیا کہ ان کی امریکہ میں اپنی یونیورسٹی اور تبلیغی ادارے ہیں۔ یہ صاحب دعا کے ذریعہ شفا دینے کے مدعی تھے۔ انکے کینیا میں وارد ہونے سے تین ماہ قبل اخباروں میں پورے صفحہ کا اشتہار، بڑے بڑے پوسٹر ٹیلیوژن اور ریڈیو پر پُرزور پروپیگنڈا ہوتا رہا۔ پوسٹر و پر جلی عنوان ہوتا EXPECT A MIRACLE یعنی معجزہ دیکھنے کی امید پر آؤ۔ اس ہیجان خیز پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پنڈال میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شفا کا معجزہ دیکھنے کیلئے جمع ہوتے۔ عاجز نے اس روز جب وہ نیروبی پہنچے جماعت کی طرف سے ان کو دعا میں مقابلہ کا چیلنج دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ ایک معین تعداد میں مصدقہ مشکل علاج مریض لے کر قرعہ اندازی سے فریقین میں بانٹ دئے جائیں پھر ہر فریق نہایت عاجزی اور الحاء سے شافی مطلق خدا سے التجا کرے کہ وہ لوگوں

کی ہدایت کیلئے اور سچے مذہب کی تائید ونصرت کے لئے اس فریق کے حصہ کے مریضوں کو غیر معمولی طور پر شفا بخشے جو سچائی کی راہ پر گامزن ہے۔ میں نے ان کو یاد دلایا کہ اس طریق سے فیصلہ کا ثبوت بائیبل سے بھی ملتا ہے۔ اس لئے ان کو اس طریق فیصلہ کو اختیار کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اخبارات کے رپورٹر اور ریڈیو کے نمائندے ان کے چیلنج کا جواب لینے کیلئے ہوٹل میں گئے لیکن انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو ان کے سیکرٹری نے کہا ہمیں ایسے مقابلہ کیلئے کوئی دلچسپی نہیں آپ لوگ ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا شدید ردّعمل ہوا۔ اخبارات نے ان کی مہم کے خلاف اداریے لکھے۔ ہمارے چیلنج اور ان کے گریز کو نمایاں جگہ دی۔ دوسرے ممالک کے بھی تراشے بعد میں ملے۔ بعض مریضوں کے متعلق انہوں نے مشتہر کیا تھا کہ وہ ان کے اجتماع میں آئے، ان کے متعلق دعا کی گئی اور وہ معجزانہ طور پر اچھے ہو کر گئے۔ ان میں سے ایک اسماعیلی نوجوان کا نام بھی تھا۔ میں اسے ہسپتال میں ملنے گیا، اسے کیسنر تھا اور وہ ابھی تک بیمار تھا۔ میں نے ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر حق کو بیان دکھایا۔ انہوں نے کہا بالکل غلط ہے مریض کی حالت ویسی ہی ہے جیسے پہلے تھی۔ میں نے کہا کہ آپ کو بیان کی تردید کرنی چاہئے۔ انہوں نے اسی وقت اخباروں کو تردیدی بیان بھجوایا جو شائع ہو گیا۔

افریقہ میں کس قسم کے سوالات کئے جاتے تھے؟

ایک دفعہ خاکسار (راقم) نے شرما صاحب سے پوچھا کہ افریقہ میں لوگ عموماً کس قسم کے سوال کرتے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ہر قسم کے سوال کئے جاتے تھے اور وہاں پر یوروپین بھی ہیں افریقن بھی ہیں intelligent لوگ ہیں وہاں ہر طرح کے لوگ ہیں اپنی جو منشاء کے مطابق سوال کرتے ہیں۔ کئی جگہ سے باہر نکلتے چوری کرتے

پھر آجاتے تھے۔وہاں ہر قسم کے انسان ہیں ۔افریقہ میں تو آسان ہے کوئی بھی بات شروع کرتا تو انکی طرف سے سوالات شروع ہوجاتے تھے وہ بڑی استفسار کرنے والی قوم ہے۔اسکولوں میں کالجوں میں یونیورسٹی میں اپنی استنباط کے مطابق میں ان کو کہتا تھا کہ یہ یونیورسٹی تمہیں ڈگری نہیں دیتی تم اس یونیورسٹی کو ڈگری دیتے ہو۔اگر تم پڑھ کر لائق نہ بنو تو بیکار ہے اور اگر تم میں سے کوئی پڑھ کر مجسٹریٹ بن گیا یا ہائی کورٹ کا جج بن گیا تو اس نے گویا اپنے تعلیمی ادارہ کو جہاں وہ پڑھا ہے ڈگری دیدی۔تو ڈگری دونوں طرف سے ہوتی ہے پڑھنے والوں کی طرف سے بھی اور ادارہ کی طرف سے بھی ۔اب جیسے کیمبرج یونیورسٹی مشہور ہے جبکہ دوسری یونیورسٹیاں اتنی مشہور نہیں ہیں اس لئے کہ کیمبرج سے ایسے طلبا نکلے ہیں جو بڑی بڑی پوسٹ پر ہیں اس لئے انہوں نے یونیورسٹی کو بھی ڈگری دی ہے۔اس طرح آپ وہاں کے طلبہ کی ہمتوں کو بلند کیا کرتے تھے۔

ایک راسخ العقیدہ انگریز پادری

مولانا عبدالکریم شرما صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

'ممباسہ میں ایک راسخ العقیدہ انگریز پادری رہتے ہیں۔جب کبھی راستہ میں ان سے ملاقات ہوتی وہ کہتے بھائی خداوند یسوع مسیح نے تمہاری خاطر صلیب پر جان دے دی۔ایمان لاؤ تا نجات پاؤ۔گفتگو جب آگے بڑھتی تو وہ عدیم الفرصتی کا عذر کر کے چل دیتے۔ایک دن ایک نوجوان کو ساتھ لے کر ان سے ملاقات کی۔اور ان سے ورثہ کے گناہ اور کفارہ پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔باوجود اسلامی علاقہ میں رہنے کے میں نے دیکھا کہ اسلام کے متعلق ان کی معلومات نہایت ناقص تھیں۔میں نے ان کو مشورہ دیا کہ اسلام کے متعلق صحیح معلومات کیلئے آپ عیسائی مصنفین کی کتب پر بھروسہ نہ کریں۔بلکہ

مسلمانوں کی تصنیفات کو پڑھیں۔ میں نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو کتاب دوں۔ کہنے لگا اچھا آپ دیں میں پڑھوں گا۔ میں نے ان کو اسلامی اصول کی فلاسفی بھجوا دی۔ کچھ عرصہ کے بعد ملاقات کو گیا۔ کہنے لگے کتاب پڑھی ہے بڑی قابل قدر کتاب ہے۔ دل چاہتا ہے یہ کتاب میرے پاس رہے۔'

قصابوں کا معائنہ

شرما صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

افریقہ میں جہاں میں تھا 200 گائے روزانہ ذبح ہوتی تھیں وہ اسلامی طرز پر ذبح کرنا چاہتے تھے تو مجھے بلاتے تھے۔ جانے آنے کا کرایہ دیتے تھے اور میں جا کر ذبح کرتا تھا۔ میں فیس نہیں لیتا تھا کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کمائی حاصل کروں کیونکہ میں وقف تھا۔ میں جماعت کا اکاؤنٹ دے دیتا تھا تو اس میں وہ بھیج دیتے تھے۔ 50 روپے دیتے تھے۔ ذبح کرنے کا طریقہ کافی اچھا تھا۔ ذبح کرنے کے بعد تمام اعضاء کو چیک کیا جاتا تھا اگر کوئی بیماری ہوتی تو اس کو ختم کروا دیتے اور جلا دیتے۔ اگر وہ سالم ہوتا تو اسے محفوظ کر لیتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی دعا سے ہوٹل کے مالک کے ہاں بیٹے کی پیدائش

موشی کے مقام پر جو کہ کلیمن جارو پہاڑ کے ساتھ واقع ہے ایک ہوٹل میں مولانا عبد الکریم شرما صاحب ٹھہرا کرتے تھے۔ اس کا مالک ہندوستانی تھا۔ اس نے آپ کو کہا کہ جب کبھی آپ آئیں تو ایک کمرہ آپ کیلئے بلا معاوضہ حاضر ہوگا اور کھانا بھی مفت دیا کروں گا۔ جب آپ نے وجہ دریافت کی تو وہ بتانے لگا کہ دراصل میری اولاد نہیں ہوتی تھی تو کسی نے مجھے بتایا کہ احمدیوں کے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب کو لکھو اور

دعا کی درخواست کرو۔ یہ کہہ کر اس نے ایک لڑکے کو آواز دی اور بتایا کہ اس کے بعد میرے ہاں یہ لڑکا پیدا ہوا۔

جنوں کا نکالنا

کینیا میں Yaala میں کچی سڑک سے ذرہ ہٹ کر پیراماؤنٹ چیف کی کورٹ تھی۔ایک دفعہ تبلیغ کی غرض سے شرما صاحب کسی جگہ جارہے تھے۔پیراماؤنٹ چیف نے اوپر کی پہاڑی سے انہیں دیکھ لیا اور ایک لڑکے کے ذریعہ انہیں بلوانے کیلئے بھیجا۔جب آپ ان سے ملے تو وہ ان سے پوچھنے لگے کہ آپ جنّوں کو کس طرح قابو کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ مَیں تو جنّوں کو مانتا ہی نہیں نہ جنّوں کو نکالتا ہوں۔وہ اصرار کرنے لگے کہ آپ کے پاس ضرور کوئی منتر ہے۔اور مجھے پتا ہے کہ آپ جنّ نکال سکتے ہیں۔پھر کہنے لگے کہ یہاں ہمارے علاقہ میں ایک لڑکا اسماعیل اوگینڈو رہتا تھا۔آپ نے اس کا جنّ نکالا ہے اور اب وہ آپ کے معلم کے طور پر کام کر رہا ہے۔انہوں نے بتایا کہ ابتداء میں اسماعیل اوگینڈو ان کے علاقہ میں بدمعاش گردانا جاتا تھا۔لوگ اس کے مظالم سے تنگ آچکے تھے۔اسے بار بار قید کی سزا دی گئی لیکن جب وہ قید کاٹ کر باہر آتا تو پہلے سے بھی زیادہ ظلم وستم ڈھاتا۔لوگوں کی زندگی اس نے اجیرن بنادی تھی۔انتہائی سفاک اور شر پسند انسان تھا۔لیکن جب سے آپ نے اسے احمدی بنایا ہے اور معلم بنا کر واپس ہمارے علاقہ میں بھیجا ہے۔اس جیسا فرشتہ صفت انسان دنیا میں کبھی نہیں دیکھا۔اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ضرور آپ کو جنّ نکالنے آتے ہیں۔

شرما صاحب نے بتایا کہ اس وقت ان کے پاس ایک بیگ تھا جس میں قرآن کریم اور بائبل تھی۔محترم شرما صاحب نے پیراماؤنٹ چیف کو بتایا کہ جب یہ قرآن کریم نازل

ہوا۔عرب ہر قسم کی بدیوں اور گناہوں میں مبتلا تھے۔ ذراذرا سی بات پر لڑائیاں ہوتی تھیں۔قتل و غارت گری کو بہادری قرار دیتے اور اپنی بدمعاشی اور بے حیائی کے کاموں پر فخر کرتے تھے۔عورتوں کے ذکر اور ان کے بعد کا ذکر جو عرب زیادہ عریانی سے کرتا وہی معاشرہ میں بڑا اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔آپ نے چیف کو بتایا کہ اس قرآن کریم نے ان پُشتوں کے بگڑے ہوئے عربوں کو باخدا انسان بنا دیا۔آپ نے فرمایا کہ اس قرآن کریم کا سواحیلی زبان میں ترجمہ جماعت احمدیہ نے کروایا ہے۔اور چیف کو آپ نے دعوت دی کہ اس سے فائدہ اٹھائے۔

قیدیوں کو تبلیغ

مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں:

''قیدی اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہے جو ایک مبلغ کی ہمدردی کی مستحق ہے۔گورنمنٹ کو لکھ کر Kiringa prison camp میں قیدیوں کو اخلاقی تعلیم دینے کی اجازت لی گئی۔چنانچہ ہر اتوار کو مکرم خلیل صاحب (عنایت اللہ خلیل صاحب، مربی سلسلہ) اور کبھی خاکسار کیرینگا میں جاتے رہے۔مسلمان قیدیوں میں درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا۔جیل میں جمعہ کی نماز کا بندوبست کیا اور قیدیوں کے مطالعہ کیلئے لٹریچر مہیا کیا۔''

آپ نے ایک موقعہ پر خاکسار سے بیان فرمایا:

''میں جیل بھی گیا ہوں وہاں بھی میں نے تبلیغ کی۔ ہر اتوار کو جاتا تھا۔وہاں کے لوگ مجھے دیکھتے تھے کہ وہ آرہا ہے مجھے سلوٹ دیتے تھے اور مَیں اندر جا کر تبلیغ کرتا تھا۔جسکو پھانسی دینی ہوتی تھی تو اس کو الگ رکھا جاتا۔اُس نے کبھی کسی کو بلانا ہوتا تو وہ کہتا تھا کہ مشنری صاحب کو بلالاؤ تو میں وہاں جاتا تھا۔میں یہی کہتا تھا کہ اب تمہاری خلاصی

ہونے والی ہے تم دعا کرو میں بھی دعا کروں گا۔اس طرح سے تسلی دے آتا تھا۔

میں نے پھانسی لگتے مکمل دیکھا ہے کس طرح منہ پر کپڑا ڈالتے تھے اور کیسے گرہ ڈالتے تھے اور پھٹہ کیسے ہٹتا تھا اور منکا ٹوٹ جاتا تھا۔

بعض دفعہ قیدی مجھ سے کچھ باہر سے منگواتے تو میں لے جاتا۔وہ اکثر عرب ہوتے تو میں ان کے لئے ہمدردی کے طور پر لے جاتا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ گورنمنٹ مجھ پر بھروسہ کرتی ہے اور میری تلاشی بھی نہیں ہوتی تھی۔ مجھے خیال آیا کہ یہ جرم ہے۔بعد میں مَیں نے ان قیدیوں سے کہا جن کو بعض اشیاء میں نے پہنچائی تھیں کہ جب تم چھوٹ جاؤ گے تو آ کر پیسے مجھ سے لے لینا۔کینیا، تنزانیہ یوگینڈا ہر ملک کی جیلوں میں جاتا رہا ہوں۔''

کیا آپ احمدی ہیں؟ ایک افریقی مسلمان ممبر اسمبلی کا اعتراف

مولانا عبدالکریم شرما صاحب اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں:

''یوگنڈا کے پرائم منسٹر Mr Benedict Kiwanuka اور کیبینٹ کے چار وزراء کے ساتھ جب بوسوگا ڈسٹرکٹ کے دورہ پر آئے تو یہاں کی ڈیموکرایٹک پارٹی نے ان کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔خاکسار اور مکرم غلام احمد صاحب حفیظ سیکرٹری جماعت احمدیہ جنجہ بھی مدعو تھے۔ وزیر اعظم اور ان کے رفقاء سے تعارف حاصل ہوا۔اور سلسلہ کے متعلق ان کو معلومات بہم پہنچائیں۔اس موقعہ پر ایک پبلک جلسہ میں جب وزیر اعظم تقریر کر چکے۔تو خاکسار نے ان کو لائف آف محمد کتاب تحفۃً پیش کی۔جس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ ایک افریقی مسلمان جو اسمبلی کے ممبر ہیں وہ بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔بعد میں میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے کیا آپ احمدی ہیں؟ میں نے کہا ہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں۔کہنے لگے میں اسی وقت بھانپ گیا تھا کہ آپ ضرور احمدی

ہونگے۔ کیونکہ یہ شرف احمدیوں کو ہی حاصل ہے۔ کہ وہ تبلیغ اسلام کے کسی بھی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔''

اہلِ خاندان قادیان کے نام ایک خط

تقسیم ہند کے موقعہ پر آپ افریقہ کے میدانِ عمل میں سرگرم تھے۔ اس وقت ہندوستان کے خوفناک حالات کی اطلاعیں آپ کو موصول ہوتی تھیں۔ اس وقت آپ نے ایک خط اپنے والد اور دو بھائیوں کے نام تحریر فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

''قادیان کے بارہ میں جو خبریں آرہی ہیں ان سے دل پھٹا جارہا ہے۔ وہ پیاری بستی جو ہمیں دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اس پر دشمن قابض ہو گیا ہے۔ آپ لوگ بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ آپ کو اپنے پیارے امام کی ہدایت کے مطابق قادیان کی خدمت کا موقعہ ملا ہوا ہے۔ قادیان کی حالت ایسی ہے کہ وہاں رہنے کا ظاہر انجام ظاہر ہے۔ مگر انسان کی زندگی چند دن ہے۔ ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ وہ موت کیا ہے؟ مبارک موت ہے جو شہادت کی موت ہو۔ خدا جانتا ہے کہ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ ایسے موقع پر آپ لوگوں کے ساتھ ہی مروں مگر مجبور ہوں آنہیں سکتا۔ ہم آپ لوگوں کیلئے دعا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کو ہم میں سے کسی کی شہادت ہی منظور ہو تو چاہئے کہ ہم میں سے کوئی کمزوری نہ دکھائے اور اس امتحان کے موقع پر اپنے خاندان کی لاج رکھ لے۔''

(دور درویشی اور درویش از برہان احمد ظفر درانی صفحہ ۲۸)

روایت مولانا مقبول احمد صاحب ذبیح

مکرم مقبول احمد صاحب ذبیح کی آمد ایسٹ افریقہ اور ان کی مرسلہ رپورٹ

''خاکسار مؤرخہ 16 مارچ 1963 کو بذریعہ چناب ایکسپریس اہل ربوہ نے اپنی دلی دعاؤں اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ خاکسار کو روانہ کیا۔ مَیں سولہ دن کے سفر کے بعد بخیریت 2/اپریل کی صبح کو جنجہ میں وارد ہوا۔ اس روز محترم مولانا عبدالکریم شرما صاحب انچارج مشنری و امیر جماعت ہائے احمدیہ یوگنڈا کے ساتھ جنجہ کے انفارمیشن افسر سے ملاقات کی۔ یاد رہے کہ اس شریف النفس آفیسر نے لوگنڈا زبان میں نماز کا ترجمہ کرنے میں مدد کی تھی۔

کینیا کے لیجسلیٹو کونسل کے ایک ممبر مشن ہاؤس میں آئے۔ انہوں نے بتایا کہ مَیں پہلے عیسائی تھا اب مَیں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہیں دو کتب The new World of Islam اور Islam مطالعہ کیلئے دی گئیں۔ محترم شرما صاحب نے اسے قریباً ایک گھنٹہ تک سواحیلی زبان میں تبلیغ کی۔

محترم مولانا شرما صاحب کے ساتھ مل کر ایک پرائمری سکول میں جانے کا اتفاق ہوا۔ محترم مولانا نے مختصر طور پر بچوں کو اسلام کی بنیادی باتیں سمجھائیں۔ اس کے بعد ہم ایک مسلم لیڈر سے ملے۔ آپ ایک بااثر آدمی ہیں اور مسلمانوں کو ابھارنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے مسلم کلب بنانے کے علاوہ کئی سکول بھی کھولے ہوئے ہیں۔

خانہ خدا بنانے کا پروگرام

یہاں سے تیس میل دور ایک گاؤں میں مولانا (شرما صاحب) کے ہمراہ گیا۔ لوکل معلم بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہاں خدا کے فضل سے گزشتہ اکتوبر میں نئی جماعت کا قیام ہوا تھا۔ بڑے مخلص لوگ ہیں ان کی خواہش ہے کہ برلب سڑک ایک پختہ مسجد تعمیر کی جائے۔

اس غرض کیلئے انہوں نے فنڈز اکٹھے کرنے شروع کر دئے ہیں۔انہیں رسید بکس چھپوا کر دی گئیں تھیں۔خدا تعالیٰ ان کی اس نیک خواہش کو جلدی پورا فرمائے۔

وہ مختلف مسائل دریافت کرتے رہے جن کا مولانا صاحب نے تسلی بخش جواب دیا اور آپ قریبًا دو اڑھائی گھنٹے تک انہیں مسائل سمجھاتے گئے۔تمام احمدی مرد،عورتیں اور بچے مسجد میں ہی (جو سڑک سے دوران کے گاؤں میں ہی ہے) جمع ہو گئے تھے۔خاکسار نے مسجد بنانے کے نیک ارادہ پر انہیں مبارک باد دی۔کسانبیرا میں خدا کے فضل و کرم سے دو نو جوانوں نے احمدیت قبول کی۔الحمد للہ‘‘

بعد ازاں مقبول صاحب کو شمالی ریجن بھیجا گیا جہاں گا کے مقام پر نیا مشن کھولنے کا ارادہ تھا۔

میدانِ عمل کے بعض دیگر حالات

اس کتاب کو تیار کرنے کی غرض سے الفضل کے اس زمانہ کے شماروں کو دیکھا گیا اور کچھ مضامین دریافت ہوئے۔ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔اسی طرح دفتر دیوان ربوہ اور تاریخِ احمدیت سے بھی معلومات حاصل کی گئیں۔اسی طرح وکالت تبشیر ربوہ میں محترم نانا جان کی پرسنل فائنل سے بھی استفادہ کیا گیا۔جو ضمیمہ جات کی صورت میں درج کر دیا گیا ہے۔ان مضامین اور کوائف میں تینوں ملکوں تنزانیہ، یوگنڈا اور کینیا کے حالات درج ہیں۔ذیل میں انہیں پیش کیا جاتا ہے۔

تنزانیہ میں خدمات

1948ء کو مولانا عبدالکریم شرما صاحب ٹبورا میں مقیم تھے۔نومبر 1949ء کے ایک خط میں آپ تحریر کرتے ہیں کہ اروشہ کے علاوہ ضلع موشی کے ساتھ مقامات کا دورہ کیا

گیا۔ 46 میل پیدل اور 246 میل بذریعہ موٹر اور ٹرین سفر کیا۔ 1355 افراد تک پیغامِ حق پہنچایا گیا۔

ایسٹ افریقہ مشن 1950ء کے ایک ریویو کے مطابق یہاں چار مساجد زیرِ تعمیر تھیں جبکہ دو تکمیل شدہ تھیں۔ اس سال کے پہلے تین ماہ میں کُل 86 افراد نے احمدیت قبول کی۔ His Royal Highness the Duke of Gloucester کو مقام کینیا میں قرآن کریم کا ایک ترجمہ پیش کیا گیا۔

1958 کی متفرق رپورٹوں میں آپ تحریر کرتے ہیں کہ اسوقت رئیس التبلیغ چوہدری عنایت اللہ صاحب تھے۔ یہ رپورٹیں ہفتہ وار ہوتیں اور ان میں درج ذیل امور کا ذکر ہوتا:

رپورٹ میں مذکور امور: (1) تبلیغ بذریعہ لٹریچر (2) تبلیغ بذریعہ ملاقات (3) تعلیم وتربیت (4) خطبات جمعہ (5) جماعتی میٹنگز (6) مہمان نوازی (7) متفرق امور (8) مباحثات (9) طلبا کو تبلیغ (10) تجار کو تبلیغ۔ (**نوٹ:** بقیہ مزید نقاط ضمیمہ میں شامل ہیں۔)

ماہ ستمبر میں آپ نے ایک دورہ جزیرہ زنجبار اور ٹانگا پراونس کا کیا۔ اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں جن میں انفارمیشن آفیسر مسٹر یحیٰ، ممبر لیجسلیٹو کونسل مسٹر چوہدری، مسٹر سعید مبائے وکیل فرانسیسی قونصل شامل ہیں۔ افریقن شیرازی پارٹی کے لیڈر مسٹر ریحان سے متعدد ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے اپنی پارٹی کے ذریعہ تقریر کا بھی انتظام کیا جس کے بعد 2 گھنٹے احمدیت کے متعلق سوال وجواب ہوئے۔ لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے مطمئن تھے۔ Africa Kwetu اور Mongaza اخباروں کے ایڈیٹروں سے ملاقات ہوئی۔ زنجبار میں ایک انگریز پادری سے دوستانہ گفتگو ہوئی۔ اسی طرح آپ انفرادی

ملاقاتیں اکثر ٹیچرز، سیاستدان، دکاندار، طلبا سے کرتے۔ آپ عرب، افریقن اور انگریزوں سے ملتے۔ اکثر اسماعیلی تاجروں سے واسطہ پڑتا۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے آپ ہمیشہ اپنے ساتھ جماعتی لٹریچر رکھتے اور لوگوں کو پیش کرتے۔ اس دورہ میں آپ نے کُل 540 میل کا احاطہ کیا۔

نانا جان انفرادی ملاقاتوں میں ٹیچر، سیاستدان، دکاندار، طلبا وغیرہ کو شامل کرتے اور انہیں لٹریچر بھی دیتے۔ اکثر تھیوسافیکل سوسائٹی کی میٹنگز میں شامل ہوتے اور مدعو بھی کئے جاتے اور وہاں اسلام کی تبلیغ کرتے۔ ان کے لٹریچر کا بغور مطالعہ کرتے۔

اس زمانہ کے ایک رپورٹ فارم کا نقشہ

Study,Written work.Taleem o Tarbiyyat,Persons preached, Literature distributed, Interviews,Audience, Lectures,Mileage covered,Places visited,Converts

رپورٹیں بابت 1950 تا 1951 میں آپ لکھتے ہیں کہ ایک موٹر سائکل کے حادثہ سے دائیں بازو میں چوٹ آئی۔

28 مارچ 1950ء کے ایک خط بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ لکھتے ہیں:

''پیارے آقا۔ چند روز ہوئے عاجز نے ماہانہ رپورٹ حضور کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ جلدی میں آخری صفحہ پر جس میں خاکسار کا نام وغیرہ لکھا تھا لفافہ میں ڈالنے سے رہ گیا۔ اس غفلت پر عاجز نہایت درجہ شرمسار ہے۔ حضور کی خدمت میں مؤدبانہ معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔

غفلتوں ،سستیوں اور کوتاہیوں کو دور فرمائے۔ اب دوبارہ رپورٹ لکھ کر حضور کی خدمت میں ارسال ہے۔''

19 مارچ 1950ء کے ایک خط کے مطابق آپ یوگنڈا سے نیروبی منتقل ہوئے۔ یہاں مشکوٰۃ اور بخاری کا درس دیتے۔ اتوار کے روز مستورات کو قرآن کریم کا درس دیتے۔

ایک نوجوان انگریز ڈاکٹر کے ہاں مذہبی گفتگو

ایک دفعہ آپ ایک انگریز نوجوان کے گھر گئے جہاں دیوار پر جنرل سمٹس (Jan Smuts, d. 1950) کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ پتہ چلا اس کی بیوی ساؤتھ افریقہ کی تھی۔آپ لکھتے ہیں''میں نے ان کی بیگم سے پوچھا ساؤتھ افریقہ میں اس قدر نسلی امتیازات کیوں ہیں؟ کہنے لگی بعض لیڈروں کی غلطی ہے۔ میں نے کہا افسوس ہے۔ کہ عیسائیت بھی ان امتیازات کو دور کرنے میں ناکام رہی۔انہوں نے سر نیچے جھکا لیا۔اور خاموش ہوگئیں، میں نے انہیں بتایا کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو اس قسم کے امتیازات کو پوری طرح مٹا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔''

''اس کے بعد بذریعہ موٹر Lare گیا ایک روز ٹھہرا۔ یہاں بھی رومن کیتھولک مشن ہے۔جسکے انچارج ایک اطالوی پادری ہیں۔افریقن عیسائیوں میں پمفلٹ تقسیم کئے۔اور زبانی بھی تبلیغ کرتا رہا۔ یہاں ایک لطیفہ ہوا۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔اور سڑک کچی اور خراب ہے۔ بارش کے دنوں میں اس علاقہ کا D.C سڑک بند کر دیتا ہے۔اس لئے Taxi نہیں چلتی۔ پرائیویٹ کاریں آ جا سکتی ہیں۔جس روز میں وہاں پہنچا بارش بہت شدید ہوئی۔اس لئے راستہ بند ہوگیا۔میرو کا اطالوی پادری یہاں چرچ دیکھنے آیا ہوا

تھا۔اس نے واپس جانا تھا۔اس کے ڈرائیور نے بھی میری باتیں سنی تھیں۔اور مجھ سے پمفلٹ لئے تھے۔جب میں بازار میں ایک افریقن کو تبلیغ کر رہا تھا تو ڈرائیور نے پادری کو بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جو یہاں تبلیغ کرتا ہے۔جب پادری واپس Meru جانے لگا تو میں نے ایک دوست کو کہا۔کہ اسے کہو مجھے بھی ساتھ لے جائے۔کہنے لگا یہ تو ہمارا دشمن ہے؟ میں نے کہا کہ اس کو کہو کہ مسیح کی یہ تعلیم کہ Love thy enemy کس دن کیلئے ہے؟ کیا صرف منہ سے کہنے کیلئے ہے یا عمل کرنے کیلئے بھی؟ چپ ہو گیا اور مجھے ساتھ لے گیا۔راستہ میں اس سے باتیں ہوتی رہیں۔راستہ میں ایک مقام آیا۔گزرتے ہوئے پہلے میں اس جگہ پمفلٹ تقسیم کر گیا تھا۔اتفاق ایسا ہوا کہ یہاں پہنچ کر ہماری گاڑی پھنس گئی اور اسے کسی قدر مرمت کی بھی ضرورت پیش آئی۔اس لئے کچھ دیر کیلئے یہاں رکنا پڑا۔جونہی کہ افریقنوں نے مجھے دیکھا میرے اردگرد جمع ہونے شروع ہو گئے اور سوالات کرنے لگے۔پادری صاحب جلنے لگے مگر کچھ کہہ نہ سکے۔الوہیت مسیح پر گفتگو ہو رہی تھی۔ایک نوجوان کہنے لگے یہ بالکل درست ہے۔کہ مسیح ابن اللہ یا خدا نہ تھے بلکہ نبی تھے۔اور یہی ہم مانتے ہیں۔میں نے کہا نہیں عیسائیت تو انہیں ابن اللہ اور اقنوم ثانی منواتی ہے۔اصرار کرنے لگا کہ نہیں میں سکول میں پڑھاتا ہوں ہم تو عیسی کو نبی مانتے ہیں۔میں نے کہا مجھے خوشی ہے اگر تم مسیح کو محض پیغمبر سمجھتے ہو۔یہ اسلام کی تعلیم ہے۔مگر عیسائیت ایسا نہیں سکھلاتی۔انہی نوجوان پادری صاحب سے پوچھ لو۔میں نے ان کو مخاطب ہو کر پوچھا۔جناب کیا یہ درست ہے کہ آپ مسیح کو ابن اللہ اور اقنوم ثانی نہیں مانتے بلکہ محض پیغمبر خدا مانتے ہو۔کہنے لگا ہم ان کو ابن اللہ اور اقنوم ثانی مانتے ہیں۔اس پر سب افریقن خاموش ہو گئے۔وہی افریقن کہنے لگا مسیح خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ پادری صاحب

روٹھے سے رہے۔ منہ دوسری طرف کئے کھڑے رہے۔ سامنے آ کر گفتگو کرنے کی جرأت نہ کی۔

اس رپورٹ کے مطابق آپ نے مقام Isiolo پر تبلیغ کی۔ یہ کینیا کالونی کے شمالی صوبے کا دارالخلافہ ہے۔ یہ علاقہ صومالی لینڈ سے ملتا ہے اور بغیر اجازت یہاں سفر کرنا منع تھا۔ DC سے 7 دنوں کا لائسنس حاصل کیا گیا۔ یہاں کے لوگ شافعی المذہب تھے اور ادنیٰ مذہبی اختلاف پر مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ کوئی عیسائی مشن قائم نہیں تھا۔ جہالت عام اور تعلیم کی کمی تھی۔ ایک پڑھے لکھے صومالی کو قائل کیا مگر وہ بیعت نہ کر سکا اپنے خاندان کے خوف سے۔

اس عرصہ کے دورہ جات میں 520 میل کا سفر کیا گیا، 11 مقامات پر تبلیغ کی، 272 افراد کو پیغام حق پہنچایا گیا اور پمفلٹ علیحدہ تقسیم کئے۔

نئی جماعت کا قیام، زنجبار میں تبلیغ

''مولانا عبدالکریم صاحب شرما کی رپورٹ جنوری تا مارچ 1959 کے مطابق ضلع ٹائٹا میں آپ کی مساعی سے ایک نئی جماعت قائم ہوئی۔ یہاں کے ڈسٹرکٹ آفیسر اور چیف سے ملاقات کر کے آپ نے جماعت احمدیہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔

عربوں نے سلطان زنجبار کی سالگرہ خاص اہتمام سے منائی۔ نیز زنجبار کے شاہی خاندان کا ایک شہزادہ سلطان کے نمائندہ کی حیثیت سے ممباسہ آیا۔ اس کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں جناب شرما صاحب بھی مدعو تھے۔ انہوں نے شہزادہ صاحب کو دوران ملاقات جماعت احمدیہ سے متعارف کروایا۔ نیز لٹریچر بھی ارسال کیا۔ جولائی سے ستمبر تک کے عرصہ کے رپورٹ میں آپ نے قریباً سترہ سو میل سفر کر کے متعدد

مقامات کا دورہ کیا۔صومالی لینڈ کے قریب لاموں عربوں کا ایک پرانا قصبہ ہے جس کے قاضی اور بعض علماء سے ملاقاتیں کی گئیں۔نیز عربی اور سواحیلی لٹریچر تقسیم کیا۔عربوں کا ایک اور اہم قصبہ مالنڈی ہے۔وہاں آپ نے عرب معززین سے ملاقات کی اور سلسلہ کا لٹریچر دیا۔نیز اباضی فرقہ کے ایک عالم اور لیجسلیٹیو کونسل کے ایک معزز صومالی ممبر سے تبادلہ خیالات کیا۔آپ کی مساعی سے چالیس احمدی داخل احمدیت ہوئے۔''

جولائی تا ستمبر 1956 کی رپورٹ کے مطابق آپ نے 1700 میل دورہ کیا، صومالی لینڈ کے قریب عربوں میں تبلیغ کی اور 40 بیعتیں حاصل کیں۔

یوگنڈا مشن

جب مشرقی افریقہ کے ممالک کی آزادی کا وقت قریب آیا تو مرکز نے 1961ء میں یوگنڈا، کینیا اور ٹانگانیکا تینوں ممالک کا علیحدہ علیحدہ مستقل نظامِ تبلیغ قائم کیا۔اس موقعہ پر مولانا عبدالکریم شرما صاحب کو یوگنڈا کا امیر اور مبلغ انچارج مقرر کیا گیا۔اس زمانہ کی کچھ رپورٹس ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب ایک خط محررہ 30 مئی 1961 میں لکھتے ہیں کہ اس وقت آپ ممباسہ میں تھے جو یوگنڈا مشن کا مرکز مقرر ہوا تھا۔یہ شہر کینیا میں واقع ہے اور یوگنڈا سے قریباً 600 میل دور ہے۔اس وقت مبلغین کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آئندہ دو سال کا پروگرام مرتب کیا گیا۔

آپ ایک خط محررہ 19 جون 1961 بنام وکیل التبشیر لکھتے ہیں کہ 1961 میں یوگنڈا میں کوئی تعلیمی ادارہ نہیں جس سے جماعت کو آمدن ہو رہی ہو۔اسوقت 30 کے قریب بالغ احمدی وہاں رہائش پذیر تھے جو چندہ دہند تھے۔ریلوے کا کام ختم ہونے

کے باعث بہت سے لوگ اپنے ملک روانہ ہو چکے تھے۔ گذشتہ سال سیاسی ہیجان کے باعث ایشین آبادی کا سوشل بائیکاٹ شروع ہو چکا تھا۔ ایک مسجد قریبًا 4 سال سے زیرِ تعمیر تھی جو مکمل نہیں ہو پائی۔

نئے جماعتی انتظام کے تحت مبلغین کی تقسیم اس طرح سے مقرر ہوئی:

ٹانگانیکا: مولوی محمد منور احمد صاحب، عنایت اللہ صاحب، عبدالخالق صاحب، شیخ امری عبیدی صاحب

یوگنڈا: مولوی عبدالکریم شرما صاحب، عنایت اللہ صاحب خلیل، محمد ابراہیم صاحب

کینیا کالونی: شیخ مبارک احمد صاحب، حافظ محمد سلیمان صاحب، منیر الدین احمد صاحب، مولوی نورالحق صاحب انور

1961ء میں جب آپ نے یوگنڈا مشن کا چارج لیا تو یہاں کل 65 احمدی تھے اور بینک بیلینس صرف 300 شیلینگ تھے اور 9000 سالانہ آمد تھی۔ جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو اس وقت بیلینس 90000 شلنگ سے زائد تھا۔

یوگنڈا میں تبلیغ اسلام

مکرم مولوی عبدلکریم شرما صاحب انچارج یوگنڈا مشن

یوگنڈا کا سدا بہار ملک نئی امنگوں اور پُر جوش ولولوں کے ساتھ ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ 9 اکتوبر کو ملک کو مکمل آزادی مل رہی ہے۔ آزادی کی تحریکات کو منانے کیلئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں، ہمارا مشن بھی بدلتے ہوئے حالات اور نئے تقاضوں کے مطابق اپنے کام کو وسعت دے رہا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں چار پاکستانی مبلغ تبلیغی جہاد میں مصروف ہیں۔ اب مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب کی

آمد سے ایک اور تجربہ کار مبلغ کا اضافہ ہوا ہے اور شمالی صوبہ میں بھی ایک مشن کھولا جا رہا ہے احباب سے دعا کی استدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان تبدیلیوں کو جو افریقہ میں سرعت سے رونما ہو ہو رہی ہیں۔ روحانی انقلاب کا موجب بنائے۔

تعلیم الاسلام پرائمری سکول کا افتتاح

تبلیغی لحاظ سے افریقہ میں سکولوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کمپالہ شہر کے قریب سیٹا کے مقام پر ہم نے سات ایکڑ زمین کا ایک قطعہ خریدا تھا اس سال اس جگہ سکول کھولنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ علاقہ میں پہلے ہی بہت سے عیسائی سکول موجود ہیں۔ مزید سکولوں کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے زور دینے پر انہوں نے کہا کہ علاقہ کے لوگوں کی خواہشات معلوم کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ میٹنگ بلائی گئی۔ جس میں عیسائی اور مسلمان سب نے شرکت کی۔ ایجوکیشن آفیسر نے حاضرین کو بتایا کہ اس جگہ پہلے ہی کافی سکول کھل چکے ہیں ان کے ہوتے ہوئی کسی نئے سکول کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور کہا کہ اگر سکول کھل بھی گیا تو کافی تعداد میں طلبا نہیں مل سکیں گے۔ لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ احمدیہ مشن کو سکول کھولنے کی اجازت ضرور ملنی چاہئے۔ بعض مقررین نے یہ بھی کہا کہ موجودہ سکولوں میں ہمارے بچوں کو نہ اچھی تعلیم ملتی ہے۔ اور نہ اخلاقی لحاظ سے ان کی تربیت ہوتی ہے۔ ہمیں احمدی مبلغین پر اعتماد ہے۔ کہ ان کی زیر نگرانی ہمارے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہتر انتظام ہوگا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی بحث کے بعد ایجوکیشن آفیسر نے کہا کہ احمدیوں کے سکول کیلئے لوگوں میں بہت اشتیاق ہے۔ اس لئے میں اجازت دیتا ہوں۔ اور کہا کہ اگر آپ کو دس طلبا بھی مل گئے تو میں سکول رجسٹر کر لوں گا۔

تعلیمی سال شروع ہونے میں چند دن باقی تھے۔ ہماری حالت بے سروسامانی کی تھی نہ عمارت تھی اور نہ بچوں کو بٹھانے کیلئے ڈیسکد۔ میں نے ایجوکیشن آفیسر کو بتایا کہ ہماری چھوٹی سی کچی مسجد ہے اگر آپ اجازت دیں تو اگلے ہفتہ ہم طلبا کو اس میں جمع کرنا شروع کر دیں پھر مستقل عمارت بننے تک ہم کوئی اور مناسب انتظام کر لیں گے انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اسی میٹنگ میں مَیں نے اعلان کر دیا کہ 18 جنوری کو سکول کھلے گا۔

18 جنوری کو سکول کے افتتاح کیلئے ہم جب سیٹا گئے۔تو یہ دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا کہ لوگ عیسائی سکولوں سے بچوں کو نکلوا کر ہمارے پاس لا رہے ہیں۔ دیکھتے دیکھتے ایک سو بیس طلبا آ گئے۔ ہمارے پاس ان کو بٹھانے کے لئے نہ جگہ تھی۔ نہ سنبھالنے کیلئے استاد۔ میں نے حکیم صاحب (مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب۔ ناقل) کو کہا کہ ایجوکیشن آفیسر صاحب کے پاس جائیں اور انہیں کہیں کہ استاد جلد بھجوائیں۔ حکیم صاحب ابھی نکلے ہی تھے کہ ایک استانی جن کے پاس ٹیچر ٹریننگ کا ڈپلومہ بھی تھا آ گئیں۔ کہنے لگیں میں نے سنا ہے کہ آپ سکول کھول رہے ہیں میں ملازمت کیلئے تیار ہوں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ ان کے سپرد بچے کئے۔ دو چار دن کے بعد ایجوکیشن آفیسر نے دوسرے سکول سے دو استاد بھجوا دئے۔ کیونکہ بیک وقت زیادہ کلاسیں کھولنا ہمارے لئے مشکل تھا اس لئے پانچویں اور چھٹی کے طلبا جو آ رہے تھے ان کو واپس کر دیا کہ اس سال نہیں اگلے سال انشاءاللہ ان کلاسوں کے اجراء کا انتظام کیا جائے گا۔

درختوں کے نیچے کلاسیں لگنے لگیں استاد بھی زمین پر بیٹھتے اور بچے بھی۔ اس بے سرو

سامانی کی حالت میں سکول شروع ہوا۔ محکمہ تعلیم اور دوسرے سکولوں کے ساتذہ کے لئے یہ امر تعجب کا باعث تھا کہ لوگ پختہ عمارتوں اور اچھے ساز وسامان سے لیس عیسائی سکولوں کو چھوڑ کر اپنے بچے یہاں کیوں لا رہے ہی اس علاقہ میں عیسائیت کا زور ہے۔ خصوصًا رومن کیتھولک مشن کا۔ ایک روز ایک رومن کیتھولک پادری سکول میں آئے وہ یہ دیکھ کر کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس قدر طلبا نے داخلہ لے لیا ہے اور وہ بھی زیادہ تر عیسائیوں کے بچوں نے تو بہت حیران ہوئے۔

ہمارا سکول خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ترقی کر رہا ہے۔ اس وقت ایک سو اسی (180) طلبا ہیں۔ چونکہ بارشیں یہاں زیادہ ہوتی ہیں عارضی ید ہم نے بنا لئے ہیں۔ ابھی فرنیچر وغیرہ کی کمی ہے۔ کامن ویلتھ ڈے کے موقع پر یوتھ ریلے میں ہمارے طلبا بھی پریڈ میں شریک ہوئے۔ گورنر نے سلامی لی۔ اس موقعہ پر طلبا نے دوسرے سکولوں کے اساتذہ اور طلبا میں پمفلٹ تقسیم کئے۔ دوسری ٹرم کے اختتام پر کھیلوں کے مقابلے ہوئے۔ علاقہ کے ڈپٹی سازا چیف نے اس موقع پر انعامات تقسیم کئے۔ اس تقریب میں امریکن وائس قونصل نے بھی شرکت کی اور اپنی تقریر میں طلبا کو نصائح کیں۔

سکول کی مستقل عمارت کا مرحلہ اب ہمارے سامنے ہے۔ نقشہ منظوری کیلئے محکمہ تعلیم کو بھجوایا جا رہا ہے۔ محترم سردار سورن سنگھ صاحب نے جو یہاں ایک مشہور آرکیٹیکٹ ہیں، نے سکول کا پلان بنا کر دیا ہے۔ سردار صاحب کا ہمارے مشن کے ساتھ ایک مخلصانہ تعلق ہے وہ ہمارے کام بلا معاوضہ کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کمپالہ اور مساکا کی مساجد کے پلان بھی انہوں نے ہی بنا کر دئے تھے۔

تعمیر مساجد

کمپالہ شہر میں ہماری مسجد زیر تعمیر تھی۔ احباب کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب وہ اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلك، یہ مسجد خاصی وسیع ہے۔ اب مسجد کے اردگرد باغیچہ لگایا جارہا ہے، محترم ڈاکٹر لعل دین احمد صاحب کی انتھک کوششوں سے یہ مسجد تکمیل کو پہنچی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ یوگنڈا میں یہ ہماری دوسری شہری مسجد ہے۔ پہلی مسجد جنجہ کی اہم صنعتی شہر میں ہے جو دریائے نیل کے منبع پر واقع ہے۔ یہ مسجد 1959ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی خوبصورت مشن ہاؤس ہے۔ ہمارے مشن کا مرکزی دفتر اس جگہ پر ہے۔

مساکا شہر میں حال ہی میں ہم نے نیا مشن کھولا ہے۔ اس جگہ تین ایکڑ کا ایک قیمتی پلاٹ حکومت سے حاصل کیا تھا حکومت کا تقاضا ہو رہا تھا کہ پلاٹ کو جلد آباد کیا جائے۔ یا واپس کر دیا جائے۔ خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے ہم نے یہاں مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ بنیادیں اوپر اٹھ رہی ہیں۔ مکرم مولوی عنایت اللہ خان صاحب خلیل کام کی نگرانی کرتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر احمد دین صاحب احمدی اور مکرم عبد الشکور بٹ صاحب مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں قابلِ قدر امداد کرتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ ہی انشاء اللہ مشن ہاؤس بنانے کا پروگرام ہے۔ فنڈز کی اس وقت کمی ہے۔ مکرم خلیل صاحب نے گزشتہ دنوں ایک لمبا دورہ کر کے چار ہزار شلنگ کے قریب چندہ جمع کیا۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں جلد مسجد کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تبلیغی مساعی

مبلغین نے اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغی دورے کئے۔ قریباً 176 چیدہ چیدہ

لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور کثرت سے لٹریچر تقسیم کیا۔ تعلیمی درسگاہوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دی۔ خاکسار نے لوبیری کالج میں جو کہ ہز ہالینس کابا کا (بادشاہ) آف یوگنڈا کے محل کے ایک حصہ میں ہے۔ مسلمان طلبا کی دعوت پر دو لیکچر دئے۔ حکیم صاحب کے ساتھ دو دفعہ مکرے رے کالج اور مکرے رے سکنڈری سکول میں جا کر طلبا میں لٹریچر تقسیم کیا اسی طرح بپ ٹکر کالج کے بعض طلبا کو تبلیغ کی۔ محترم بھائی محمد حسین صاحب کے ساتھ بشپ ویلز ٹیچرز ٹریننگ کالج (Bishop Willys Teacher Training College) میں طلبا سے مذہبی گفتگو ہوئی ان میں لٹریچر تقسیم کیا۔ اسی طرح Varaka Teaching School میں ایک لیکچر دیا۔ موری کالج اور گورنمنٹ سکنڈری سکول قجہ کے بعض طلبا بھی زیر تبلیغ رہے۔ ایک روز مگو کا سکنڈری سکول میں جا کر اساتذہ کو تبلیغ کی بعد میں ہیڈ ماسٹر صاحب مشن ہاؤس میں آئے اور کتب خرید کر لے گئے۔ مقامی مشن سکول کے بعض ٹیچر بھی مشن ہاؤس میں آئے ان کو تبلیغ کی گئی اور لٹریچر دیا گیا۔ ماگاما گا کی مسجد میں جمعہ کے بعد تقریر کی۔ قجہ کی مارکیٹ میں متعدد دفعہ پبلک کو تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا۔

باٹا کا پارٹی کے لیڈر کئی دفعہ ملنے آئے ان کو تبلیغ کی گئی ان میں سے ایک صاحب نے اپنے علاقہ میں خاکسار کو تبلیغ کیلئے مدعو کیا خاکسار نے فضائل اسلام پر تقریر کی ڈیموکریٹک پارٹی کے دو لیڈر جو نیشنل اسمبلی کے ممبر بھی ہیں مشن ہاؤس میں آئے ان کو انگریزی قرآن کریم اور لٹریچر بھی دیا۔ اسی طرح یوگنڈا پیپلز کانگرس (جو اس وقت برسر اقتدار پارٹی بھی ہے) کے ارگنائزنگ سیکرٹری سے ملاقات کی دو دفعہ مشن ہاؤس میں آئے انہیں لٹریچر پیش کیا گیا۔ فجہ میں نئے ایمگریشن آفیسر آئے ہیں ان کو دیباچہ قرآن

کریم تحفتہً دیا۔

بشپ ٹکر کالج عیسائیوں کو مشہور درسگاہ ہے اس جگہ عیسائیوں کی مشہور درسگاہ ہے اس جگہ عیسائی منادتیار کئے جاتے ہیں۔کالج کے پرنسپل سے ملاقات ہوئی اس وقت ان کے ہاں ایک اور نوجوان پادری آئے ہوئے تھے ان سے بہت سے مسائل پر گفتگو ہوئی انہوں نے اسلامی لٹریچر پڑھنے کی خواہش کی جوان کو بھجوایا گیا۔

حکیم محمد ابراہیم صاحب متعدد بار مکرے رے کالج میں تبلیغ کیلئے گئے۔ڈاکٹر گولڈ تھروپ اور ڈاکٹر برنٹ سے جو یہاں پروفیسر ہیں حکیم صاحب نے ملاقاتیں کیں اور ان کو دیباچہ قرآن کریم انگریزی دیا۔ بعد میں انہوں نے مزید لٹریچر کی خواہش کی۔کالج میں سائپرس (Cyprus) کے ایک یہودی نوجوان بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں حکیم صاحب نے ان سے تبلیغی ملاقاتیں کیں یہ نوجوان ہمارے مشن کے کاموں مین دلچسپی لیتے ہیں اور ہمارا لٹریچر پڑھ رہے ہیں، پچھلے دنوں جوہمبرگ سے St. Peter Theological College کے وائس پرنسپل یہاں آئے حکیم صاحب نے ہوٹل میں ان سے ملاقات کی اور اسلام کے متعلق گفتگو ہوئی اگلے روز انہوں نے حکیم صاحب کو چائے پر بلایا اور مسیح کے صلیب سے زندہ بچ نکلنے کے متعلق گفتگو ہوئی حکیم صاحب نے جو شواہد پیش کئے وہ ان کیلئے حیرت کا باعث بنے واپسی پر وہ حکیم صاحب سے لٹریچر لے گئے۔

مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب خلیل نے مساکا میں نیا مشن کھولا ہے مسجد کے کام کی نگرانی کے علاوہ وہ ہر ہفتہ باقاعدگی سے دیہات میں جا کر تبلیغ کرتے رہے ہیں عرصہ زیر رپورٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یوگنڈا میں انیس 19 بیعتیں ہوئی ہیں۔ چھ عیسائی نوجوان حلقہ بگوش السلام ہوئے اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

تبلیغی جلسے

جنجہ ٹاؤن ہال میں مشن کے زیر اہتمام سیرت پیشوایان مذاہب کا جلسہ منعقد ہوا اخبار میں اعلان کے علاوہ جلسہ کے متعلق ایک اشتہار شائع کر کے اہالیان شہر کو اطلاع دی گئی۔ مختلف مذاہب کے نمائندوں نے تقاریر کیں۔ مسٹر جے ایچ بھٹ ایڈوا کیٹ نے حضرت کرشنؑ مسٹر لاپچ بھی جوشی نے حضرت بدھؑ حکیم محمد ابراہیم صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسٹر اے سی چیریں نے حضرت مسیح ناصریؑ کے سوانح بیان کیں۔ خاکسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تعلیم پیش کی۔ سردار جے ایس جوگی نے حضرت باوانانکؒ کی تعلیم بیان کی۔ مکرم مولوی عنایت اللہ خان صاحب خلیل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پر تقریر کی۔ تین گھنٹے تک مسلسل حاضرین نے شوق سے جلسہ کی کاروائی سنی اس موقعہ پر احمدیت کے متعلق تعارفی اشتہار شائع کر کے تقسیم کیا گیا اور ہال کے برآمدہ میں سلسلہ کے لٹریچر کی نمائش لگائی۔

اسی طرح لجنہ اماء اللہ فجہ نے مسجد احمدیہ میں سیرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ کیا۔ جلسہ کے متعلق اخبار میں تین دن اعلان چھپوایا لجنہ کی ممبرات نے ہندو سکھ اور مسلمان خواتین کے گھروں میں جا کر جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی کمپالہ سے بھی بعض احمدی بہنیں تشریف لائیں خواتین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمدہ تقاریر کیں۔

لٹریچر کی وسیع اشاعت

ملک کے طول وعرض میں لٹریچر کے ذریعہ بھی پیغام حق پہنچایا گیا۔ ایک پمفلٹ میں مسیح موعودؑ کے ظہور کے متعلق لوگنڈا زبان میں دس ہزار کی تعداد میں شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ دوسرا پمفلٹ بعنوان ''کیا مسیح خدا تھے'' لوگنڈا زبان میں

عیسائیوں کیلئے دس ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ابھی حال ہی میں فجہ میں دریائے نیل کے منبع کی دریافت کی صد سالہ برسی منائی گئی ہے 1862ء میں Speke نامی ایک سیاح یوگنڈا میں آئے تھے وہ پہلے یورپین تھے جنہوں نے اس ملک میں قدم رکھا۔فجہ کے مقام پر دریائے نیل کو انہوں نے دریافت کیا تھا۔ یہ صد سالہ برسی اسی تعلق میں تھی۔آٹھ روز تک تقریبات رہیں دور دراز سے لوگ اس میں شرکت کے لئے آئے اس موقعہ پر ایک ٹریکٹ انگریزی زبان میں بعنوان ''مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے'' پندرہ ہزار کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا بعد میں مزید معلومات کیلئے ۔۔۔دریافت کرنے والوں کو محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی تصنیف Where did Jesus Die بھجوائی گئی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب عیسائی نوجوانوں کیلئے کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔ Rev Loban Kananuka ایک پادری مجھ سے ملنے آئے کہنے لگے میں نے یہ کتاب پڑھی ہے ۔ یہ عیسائیت پر ایک کاری ضرب ہے میں نے اپنے بشپ اور بعض انگریز پادریوں کو دکھائی اور اس کا رد لکھنے کی تحریک کی تھی لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے ان کا خیال ہے کہ خاموش رہنا بہتر ہے۔ کہنے لگے دراصل آپ کے دلائل کا جواب چرچ کے پاس نہیں ہے انہوں نے مشورہ دیا کہ اس کتاب کا ترجمہ لوگنڈا زبان میں کیا جائے میں نے کہا آپ ترجمہ کیوں نہیں کر دیتے ۔ کہنے لگے مناسب نہیں ہے البتہ ترجمہ پر نظرِ ثانی میں کر دوں گا۔ان پادری صاحب سے ہمارے دیرینہ مراسم ہیں ہماری بہت سی کتابیں پڑھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سچائی قبول کرنے کی توفیق بخشے۔انہوں نے کئی بار ذکر کیا ہے کہ لوگوں کو اسلام سے نفرت یہاں کے مسلمانوں کی وجہ سے ہے مسلمانوں کی حالت چونکہ کئی لحاظ سے گری ہوئی ہے اس لئے ایک تعلیم یافتہ عیسائی نوجوان مسلمان کہلانا اپنے

لئے ذلت کا باعث سمجھتا ہے۔ کہنے لگے کہ چونکہ آپ کا مسلم مشن ہے لوگ عموماً دھوکا کھا جاتے ہیں اور آپ کے لٹریچر کو نہیں پڑھتے۔ انہوں نے بتایا کہ چرچ میں انہوں نے تحریک کی ہے کہ اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کیلئے احمدیہ مشن کا لٹریچر پڑھنا چاہئے۔

لوگنڈا زبان میں اسلامی لٹریچر بہت کم ہے مسلمانوں کی دینی تربیت کیلئے ہم نے چھوٹی چھوٹی کتب شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے نماز کی کتاب لوگنڈا زبان میں تیار ہوگئی ہے گزشتہ دنوں خاکسار نے مسٹر ذکرا کزیٹو، حاجی ابراھیم سیفو ما اور مسٹر داؤدا کاوڈوا کے ساتھ مل کر مسوہ پر نظر ثانی کی۔ کتاب میں فقہی مسائل بھی شامل کئے گئے ہیں چھپنے کیلئے اسے پریس میں بھجوادیا گیا ہے۔

تعلیم وتربیت

مبلغین بھی اپنے حلقوں میں جماعت کی تربیت کیلئے کاوش کرتے رہتے ہیں۔ مساکا سے دس میل کے فاصلہ پر چیمبیرہ کی افریقی جماعت میں مکرم خلیل صاحب جمعہ پڑھانے جاتے رہے۔ مساکا میں ان سے بعض بچے قرآن کریم اور یسرنا القرآن پڑھتے ہیں۔ مکرم حکیم صاحب نے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں روزانہ بچوں کو دینیات پڑھائی۔ خاکسار نے عموماً فجبہ میں اور کبھی کمپالہ کی جماعت میں جاکر تربیتی خطبے دیئے۔ جمعہ کے روز لجنہ اماء اللہ میں قرآن کریم کا درس دیتا رہا۔ فجبہ میں پاکستانی بچوں کو خاکسار کی اہلیہ روزانہ قرآن کریم اور دینیات کے اسباق پڑھاتی ہیں۔

موضع Biko میں نئی جماعت قائم ہوئی ہے ایک روز وہاں تربیتی جلسہ کیا مکرم حاجی ابراہیم سیفو ماہر اتوار کو اس گاؤں میں جاکر قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ **فجزاھم اللہ**

احسن الجزاء

خاکسار عبدالکریم شرما

انچارج احمدیہ مسلم مشن یوگنڈا

(روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ 10 اگست 1963ء)

یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں تبلیغ اسلام

ازمکرم عبدالکریم صاحب شرما

وائس آف اسلام کا اجراء

ہمارا اخبار وائس آف اسلام کچھ عرصہ سے بند تھا اب اس کا دوبارہ اجراء کیا ہے۔ یہ اخبار جنجہ سے لوگنڈا زبان میں خاکسار کی ادارت میں نکلتا ہے۔ تبلیغی مضامین کے علاوہ سلسلہ کی ترقی کی خبریں دی جاتی ہیں، اس ملک میں مسلمانوں کا یہ واحد پرچہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کی مقبولیت بڑھ رہی ہے پہلے دو ہزار چھپتا تھا۔ جولائی کا پرچہ پانچ ہزار چھپا ہے۔

لٹریچر کی اشاعت

اس کے علاوہ ایک پمفلٹ Wake up–Christians تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ یہ پمفلٹ مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب نے لکھا تھا۔ لوگنڈا زبان میں نماز کی کتاب جو چھپ رہی تھی اب مارکیٹ میں آ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مقبول ہوئی ہے اس کی اشاعت کی خبر یوگنڈا ریڈیو نے تفصیل کے ساتھ نشر کی۔ اسی طرح یہاں کے مقتدر اخبار Uganda Argus نے بھی اس خبر کو شائع کیا۔ لوگنڈا زبان میں ایک اور کتاب ''اسلامی اسباق'' کی تیاری کی گئی۔ یہ کتاب بھی اس ماہ چھپ گئی ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لانگوزبان میں پہلی کتاب

حال ہی میں ناردرن ریجن میں ہم نے ایک مشن کھولا ہے۔اس علاقہ کی زبان میں بھی ہم نے لٹریچر تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے تعالیٰ کی تصنیف لائف آف محمد کا ترجمہ لانگوزبان میں کروایا گیا ہے۔کتاب پریس میں چھپنے کیلئے دے دی گئی ہے۔لانگوزبان میں یہ پہلی اسلامی کتاب ہوگی۔یوگنڈا کے وزیر اطلاعات و براڈ کاسٹنگ منسٹر اے اے نیکبو اس کتاب کا دیباچہ لکھ رہے ہیں۔وزیر موصوف نومسلم ہیں پہلے عیسائی تھے۔اللہ تعالیٰ ان کو ملک اور اسلام کی (خدمت کی) توفیق بخشے۔

تربیتی کلاس

یوگنڈا میں مختلف قبائل بستے ہیں ان کی مادری زبانوں میں تبلیغ کے لئے لوکل مبلغین کی ضرورت تھی۔اس غرض کیلئے ہم نے ٹریننگ کلاس کھول دی ہے۔سردست چھ نوجوان جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے ہیں تربیت لے رہے ہیں۔الحاج شیخ ابراہیم سنفو ماصاحب جو احمدیت قبول کرنے سے پہلے جنجہ کی جامع مسجد کے امام رہ چکے ہیں۔ان کو قرآن کریم عربی زبان صرف ونحو اور فقہ پڑھاتے ہیں۔خاکسار کلام اور حدیث پڑھاتا ہے۔ان طلبا کے علاوہ مقامی افریقی احمدی بھی فارغ اوقات میں اس کلاس سے استفادہ کرتے ہیں۔امید ہے انشاء اللہ دوسال تک یہ نوجوان تبلیغی میدان میں ہمارا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوجائیں گے۔

تبلیغی سفر اور ملاقاتیں

یوگنڈا میں ہمارے چار مشن ہیں۔مرکزی دفتر جنجہ میں ہے۔نشر واشاعت کے کام کے علاوہ انتظامی امور اور دفتری خط وکتابت میں خاکسار کو کافی مصروفیت رہتی ہے تاہم وقت نکال کر مضافات میں افریقی دوستوں کے ساتھ تبلیغ کیلئے جاتا رہا۔جنجہ سے 27

میل کے فاصلہ پر کانبیرہ کے علاقہ میں چار دفعہ گیا۔ایک تبلیغی جلسہ کیا۔ یہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے نئی جماعت قائم ہوئی ہے۔اسی طرح 47 میل کے فاصلہ پر بوگیری ٹاؤن شپ میں دو دفعہ جا کر تبلیغ کی۔موضع Mbico میں کئی دفعہ جانے کا موقعہ ملا۔ یہاں پر بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں حال ہی میں نوجوانوں کی ایک فعال جماعت دی ہے۔کتب کی طباعت کا انتظام کرنے کیلئے دو دفعہ نیروبی گیا۔سفروں کے دوران چیدہ چیدہ لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ Busoga territory کے چیف منسٹر اور وزیر تعلیم کو لٹریچر دیا۔مکرے رے کالج کے ایک پروفیسر سے تبلیغی گفتگو ہوئی، بوگرے رے کے ایک شیخ سے ختم نبوت پر تبادلہ خیالات ہوا۔یوگنڈا پارلیمنٹ کے ایک مسلمان ممبر

Mr Ali Kiseka سے ان کے دفتر میں ملاقات کی،مسٹر علی کسیکا صحافی ہیں اور کبا کایکّا پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہیں اور جماعت احمدیہ کے مداح ہیں۔ان کو قرآن کریم کے یوگنڈا زبان میں ترجمہ کرنے کے کام میں امداد کرنے کو کہا۔انہوں نے بخوشی کام کرنا قبول کیا۔

مشن میں تحقیق حق کیلئے آنے والوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ایک بوگنڈا لیڈر مسٹر مُلیرٹ کو جو یوگنڈا پارلیمنٹ کے ممبر ہیں مشن ہاؤس میں کھانے پر مدعو کیا اور انہیں انگریزی ترجمہ قرآن اور دیگر لٹریچر پیش کیا اسی طرح انفارمیشن آفیسر اور ''یوگنڈا آرگس'' اخبار کے رپورٹر کو چائے پر مدعو کر کے تبلیغ کی۔یوگنڈا پیپلز کانگرس کے جنرل سیکرٹری مشن ہاؤس میں دو دفعہ آئے ان کو تبلیغ کی اور لٹریچر دیا۔ایک ہندو جو اسلام کی تعلیم سے متاثر ہیں مشن میں آتے رہے۔ان کو لٹریچر پڑھنے کو دیا۔حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کیلئے انہوں نے لکھا ہے۔اور ہماری مسجد میں بعض دفعہ عبادت کے لئے بھی آتے ہیں۔

اسی طرح ایک اسماعیلی مسلمان احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے کئی دفعہ آئے۔ آج کل وہ ہمارا لٹریچر پڑھ رہے ہیں۔ سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ چرچ کے دو پادری مشن میں آئے۔ ان کے ساتھ تحریف بائیبل پر مفصل بحث ہوئی۔ ایک عیسائی سکول میں اسلام کی خصوصیت پر لیکچر دیا۔

بیعتیں

عرصہ زیر رپورٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پچانوے افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے، جنجہ کے مضافات میں تین نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

نئی جماعتیں بننے کے ساتھ مساجد کی بھی ضرورت پڑتی رہی۔ چنانچہ جنجہ سے 6 میل کے فاصلہ پر Mbiko کے مقام پر ایک قطعہ زمین ایک ہزار شلنگ کا خرید کیا۔ جب مسجد بنانے لگے تو بعض معاندین نے افسران سے مل کر رکوانے کی کوشش کی۔ جس میں انہیں ناکامی ہوئی۔ ہم نے فی الحال کچی مسجد تعمیر کر لی ہے۔ جہاں نماز اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسامبیرہ میں بھی ایک مسجد دے دی ہے۔

اس علاقہ میں ایک دوسری جگہ پر ایک افریقی احمدی نے مسجد کے لئے ہمیں ایک قطعہ زمین دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس جگہ بھی مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہے۔

ایسٹ افریقہ یونیورسٹی کا افتتاح

28 جون کو یونیورسٹی آف ایسٹ افریقہ کا افتتاح ہوا۔ Mr Julius

Nyerere کو جو ٹانگانیکا گورنمنٹ کے صدر ہیں یونیورسٹی کا پہلا چانسلر بنایا گیا۔اس تقریب میں شمولیت کیلئے خاکسار کو بھی دعوت نامہ آیا۔اس موقعہ پر کینیا اور یوگنڈا کے وزراء سے ملاقات ہوئی۔مختلف ممالک کی 49 یونیورسٹیوں کے نمائندے بھی اس تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے ان میں سے بعض سے تعارف حاصل ہوا۔اپنے مشن کے متعلق انہیں معلومات بہم پہنچائیں۔

نیروبی کے اس سفر میں پاکستان کے نئے کمشنر مسٹر خرم خان پنّی سے دو دفعہ ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو ہوئی۔اسی طرح نیروبی کے ایک وفد کے ساتھ ہندوستان کے ہائی کمیشنر کو ملنے گیا۔اور قادیان کی جائدادوں کے متعلق حکومت ہند کے رویہ کے متعلق ان سے پروٹسٹ کیا۔کمشنر صاحب ہمدردی سے پیش آئے اور انہوں نے ہمارے جذبات کو بذریعہ تار اپنی حکومت کو پہنچانے کا وعدہ کیا۔

نئے مشن کا اجراء

ماہ مارچ میں ربوہ سے نئے مبلغ مکرم مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں پارٹی دی اور مشن اور جماعت کی طرف سے انہیں خوش آمدید کہا۔ان کی آمد کی خبر ریڈیو یوگنڈا نے نشر کی۔اسی طرح یوگنڈا آرگس اخبار میں بھی ان کے فوٹو کے ساتھ احمدیت کے متعلق ایک مختصر نوٹ شائع ہوا۔مکرم ذبیح صاحب کو شمالی حلقہ میں متعین کیا گیا ہے۔لیر کے مقام پر انہوں نے مشن کھولا ہے، یہ اس ملک میں ہمارا چوتھا مشن ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی دے۔

متفرق امور

یوگنڈا احمدیہ مسلم مشن کو نئے سرے سے رجسٹر کروایا گیا۔اسی طرح سیٹا کے مقام

پر سات ایکڑ زمین کا ایک قطعہ سکول کے لئے لیا گیا تھا۔ مشن کے نام اس کے انتقال میں بعض قانونی روکیں تھیں۔ اس سلسلہ میں افسران اور وکلاء کو متعدد بار ملا۔ کئی ماہ کی جدو جہد کے بعد اب سب مراحل طے ہوئے ہیں اور پلاٹ ہمیں لیز پر مل گیا ہے۔ سکول کی مستقل عمارت انشاء اللہ جلد ہی شروع ہو جائے گی۔ ایک ماہر تعمیرات سے نقشہ بنوالیا گیا ہے۔

ہمارے سکول کو ابھی ڈیڑھ سال ہی ہوا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس نے اچھی شہرت حاصل کر لی ہے۔ اس سال ہم نے ایک اور کلاس بڑھائی ہے اب پانچ جماعتیں ہوگئی ہیں۔ ایک سواسّی طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دور کے علاقوں کے مسلمان لکھتے ہیں کہ بورڈنگ ہاؤس بھی ساتھ بنایا جائے تا وہ اپنے بچوں کو ہمارے پاس بھجوا سکیں۔

بالآخر دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد جلد اس ملک میں احمدیت کو پھیلا دے۔

خاکسار

عبدالکریم شرما

انچارج یوگنڈا احمدیہ مسلم مشن

1964 میں مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے لوگنڈا ترجمۃ القرآن اور تفسیری حاشیے پر کام کیا۔ یہ زبان یوگنڈا میں بولی جاتی ہے اور سواحیلی اور انگریزی کے ہمراہ ملک کی اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ کام چار اہلِ زبان افراد کے ساتھ کیا گیا جو ترجمہ کی نظرِ ثانی کرتے جاتے۔ اس ترجمہ میں صرف پہلے پانچ پارے شامل تھے۔ اس ترجمہ کی

مکمل اشاعت پہلی بار 1974ء میں ہوئی۔ حصہ پنجم میں اس سلسلہ میں ایک دلچسپ روایت مکرم سلیمان موانجے صاحب کی موجود ہے۔

اس وقت یوگنڈا میں چار مشن تھے جن کا مرکز جنجہ شہر تھا جہاں مولانا عبدالکریم صاحب کا قیام تھا۔ اس کے علاوہ کمپالہ، مساکا کسمبیرا شہر بھی تھے۔ شہر کسمبیرا میں مولانا مقبول احمد صاحب ذبیح صاحب کی نگرانی میں مسجد تعمیر کی گئی۔ اسی طرح مبالی میں بھی جماعت تھی۔ ماہانہ ہزارہا کی تعداد میں جماعتی لٹریچر شائع ہوتا جو تقسیم کیا جاتا۔ 1963ء لوکل مبلغین کی کلاس جاری کی گئی جس کی نگرانی مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے ذمہ تھی۔ ان طلبہ کا ماہانہ امتحان لیتے اور ان کو تبلیغ کی غرض سے دیہات میں بھجواتے۔ سالانہ کانفرنس میں مبلغین و معلمین کو ہدایات دیتے ۔ یہ کانفرنس دارالسلام میں ہوتی تھی۔

1963 کی ایک تحریر میں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کے اندازہ کے مطابق ایسٹ افریقہ میں 12 پاکستانی مبلغین، 24 معلمین میدانِ عمل میں سرگرم تھے۔ طریقہ تبلیغ میں دورہ جات، پبلک لیکچرز، انفرادی گفتگو، سوال و جواب، مناظرات، مضامین اور لٹریچر کی اشاعت نیز تعلیم و تدریس شامل تھے۔

یوگنڈا مشن کے آغاز میں لوکل زبانوں میں مہارت حاصل کرنا اور اس میں لٹریچر تیار کرنا ایک بہت بڑا کام تھا۔ لوکل معلمین کو تیار کرنا بھی نہایت اہم تھا۔ اس سلسلہ میں نتیجہ خیز کوششیں کی گئیں۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے ایک خط محررہ 19 اپریل 1961 میں ایک عیسائی پادری Livingstone کا حوالہ دیتے ہیں کہ:

'Africa would only be converted by Africans'

اس غرض کیلئے اس پادری نے غلام خرید کر انہیں ٹریننگ دینی شروع کی۔شرما صاحب کے نزدیک جماعت کو بھی چندوں کا زیادہ مصرف اس تربیت وٹریننگ میں کرنا چاہئے۔

9 نومبر 1966 کو آپ رخصت گزار کر پاکستان سے یوگنڈا پہنچے۔کسی نے آپ کی شکایت مرکز میں کی کہ آپ سکول بنانے کی طرف توجہ نہیں دے رہے جو کہ دراصل درست نہیں تھا کیونکہ آپ مسلسل اس بارہ میں مرکز سے گرانٹ کیلئے لکھتے رہے تھے۔ سکولوں سے اسوقت منافع نہیں ہوتا تھا بلکہ طلبا کی فیسوں سے چلتے تھے۔اس اعتراض کے جواب میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ایک خط محررہ 28 اگست کو لکھا کہ:''یہ درست ہے۔کہ وقتی طور پر خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر سبز باغ دکھانا خاکسار کا طریق نہیں ہے۔''

اس زمانہ میں یوگنڈا جماعت میں کچھ افراد کے رویہ سے تربیتی مسائل درپیش تھے۔اس کی ایک وجہ پاکستانی احمدیوں کا رویہ تھا۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے اس خط میں لکھا کہ:

''مجھے علم ہے۔کہ خاکسار کی وجہ سے بعض پاکستانی احمدیوں کی انانیت کو صدمہ پہنچا ہے۔لیکن مجھے خوشی ہے۔کہ اب شخصی اور ذاتی وقار اور شہرت کا سوال نہیں رہا ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو شہرت اور اثر و نفوذ بخشا ہے۔یہ لوگ گزشتہ چھ سال سے دبکے بیٹھے تھے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو اس عرصہ میں مبلغین کی بے عزتی کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔اب ایک سال سے پھر ان میں وبال آیا ہے۔اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ سب باتیں لکھ دوں۔کیونکہ

اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ جو کچھ پہلے مبلغین کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ وہ بعد میں آنے والوں کے ساتھ نہیں ہوگا۔

1967 کی ایک رپورٹ میں آپ لکھتے ہیں کہ اس وقت کل احمدی خورد و کلاں کی تعداد 2000 کے قریب ہے۔ 3 شہری اور 10 دیہاتی مساجد موجود تھیں۔ 35000 شلنگ کا لٹریچر تیار کیا گیا۔ 6 کتب کی اشاعت ہوئی اور قرآن کا ترجمہ پہلے پانچ پاروں کا تیار کیا گیا۔ سالانہ 80000 پمفلٹ کی تقسیم ہوئی، 7 لوکل مشنری تیار کئے گئے۔ بیعتوں کی تعداد اوسط 10 افراد ماہانہ تھی۔

سکول میں لیکچرز

'مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے لوبیری کالج میں مسلمان طلبا کی دعوت پر 2 لیکچر دیئے۔ آپ نے مکرم حکیم محمد ابراھیم صاحب کے ہمراہ دو دفعہ مکریرے کالج کے بعض طلبا کو تبلیغ کی۔ آپ ایک احمدی محمد حسین کے ہمراہ بشپ ویلز ٹیچرز ٹریننگ کالج تشریف لے گئے اور مذہبی گفتگو کے علاوہ لٹریچر تقسیم کیا اسی طرح آپ نے Varaka Teaching School میں ایک لیکچر دیا۔ مگوکا سیکنڈری سکول کے اساتذہ کو تبلیغ کی۔ مقامی مشن سکول کے بعض اساتذہ کو لٹریچر دیا۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے دو لیڈروں کو قرآن کریم انگریزی اور دیگر لٹریچر دیا، یوگنڈا پیپلز کانگرس کے سیکرٹری کو لٹریچر دیا۔'

'مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے انگریز انڈین کمشنر تک بذریعہ ملاقات پیغام حق پہنچایا'

1963 سے مبلغین کی کلاس جاری تھی جس کی جنرل نگرانی شرما صاحب کرتے تھے اور ہر ماہ ان کا امتحان لیتے۔ ان کو تبلیغ کیلئے دیہات بھی بھیجا جاتا۔

ایک مصری ٹیچر کا تبصرہ

'U.N.O کے زیر اہتمام ایک مصری دوست یہاں ایک مسلم ٹیچرز ٹریننگ کالج میں پڑھانے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مکرم شرما صاحب کو چائے پر مدعو کیا اور کہنے لگے کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آ کر میں نے آپ کے مشن کا کام دیکھا ہے اور میری ایماندارانہ رائے ہے کہ جب تک مسلمان آپس میں مل کر کام نہ کریں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کہنے لگے میں برملا کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن میری کوشش یہی ہے کہ میں ذمہ دار لوگوں کو سمجھا دوں کہ وہ آپ کے ساتھ تعاون کریں۔ انہوں نے کہا میں نے اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی ہوئی ہے۔ اسی کے مضامین کالج میں پڑھاتا ہوں لیکن یہ نہیں بتاتا کہ کس کتاب سے مضامین لیتا ہوں۔ یہ وہ مصری صاحب ہیں جن کے متعلق یہاں کے مسلمان مخالفین کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کے مقابلہ کیلئے ان کو بلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے۔'

الفضل میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ (14 اپریل 1964) میں مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں کہ انتخابات کی وجہ سے ملک کے سیاسی حالات خراب تھے۔ مسائل کو مذہبی جامہ پہنانے کی کوشش کی جارہی تھی جس میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کا آپس میں مقابلہ تھا۔ اس کے باوجود مبلغین و معلمین نے گذشتہ 6 ماہ میں کل 6 ہزار میل کا سفر اختیار کیا۔ 4500 افراد تک پیغام حق پہنچایا، متعدد لیکچرز دئے اور کل 11 افراد نے بیعت کی۔ اس دوران ممباسہ میں کوسٹ پیپلز پارٹی نے جس کے ارکان زیادہ تر عرب تھے آپ کو دعوت 'سیدنا احمد علیہ السلام کے دعاوی' کے موضوع پر لیکچر دینے کیلئے مدعو کیا۔ اس کے بعد سوال و جواب ہوئے اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ متعدد سکول اور کالجز میں

تقاریر اور سوال و جواب منعقد ہوئے۔

آپ لکھتے ہیں:

'ماہ اکتوبر میں لجنہ اماء اللہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہنیں شوق سے کام کرتی ہیں، جمعہ کے روز خاکسار قرآن کریم کا درس دیتا ہے اس کے علاوہ مکرمہ سکینہ شرما صاحبہ صدر لجنہ ظہر اور عصر کے درمیان روزانہ بچوں کو قرآن کریم اور دینیات پڑھاتی ہیں'

اس مضمون کا اختتام ان الفاظ سے ہوتا ہے:

'احباب سے درخواست دعا ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزور مساعی میں برکت ڈالے اور ایسی ہوا چلائے جو قلوب میں نیک تبدیلیوں کا باعث بنے۔ عیسائیت کا طلسم پاش پاش ہو۔ اور اسلام کا بول بالا ہو۔ آمین'

خط مؤرخہ 24 فروری 1959

پیارے آقا۔ خاکسار کی تبدیلی حیفا مشن (حیفا فلسطین میں ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر یہ تقرری عمل میں نہیں آئی۔ خاکسار) میں ہوئی ہے۔ سفر کی تیاری کر رہا ہوں۔ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ناچیز کو احسن رنگ میں خدمت اسلام کی توفیق بخشے اور کامیاب کرے۔ آمین

والسلام، حضور کا خادم

خاکسار عبدالکریم شرما

20 ستمبر 1959 کو حضور انور کی خدمت میں ایک خط:

''کوسٹ پراونس میں دو نئی جماعتوں کے قیام کی خبر۔ 23 افراد کی بیعتیں۔ یہ

زمیندار ہیں اور فصل آنے پر چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔''

یوگنڈا میں تبلیغ اسلام

(روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ 18 فروری 1965ء سہ ماہی رپورٹ بوساطت تبشیر)

مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما، انچارج احمدیہ مسلم مشن یوگنڈا

انتظامی امور اور دفتری خط و کتابت کے علاوہ خاکسار نے مختلف جماعتوں کا دورہ کیا۔ جنجہ کے مضافات میں بھی تبلیغ کیلئے جاتا رہا۔ مشن ہاؤس میں جو لوگ آئے ان کو تبلیغ کی۔ ایک دفعہ دو پادری آئے ان سے الوہیت مسیح پر گفتگو ہوئی۔ بسوگا مویری کالج کے طلبا کی دعوت پر کالج میں لیکچر دیا۔ بعد میں اس کالج کے بعض طلبا لٹریچر پڑھنے کیلئے جاتے رہے۔ جنجہ میں افریقی مبلغین تیار کرنے کیلئے ہم نے کلاس کھولی ہوئی ہے۔'

پچھلے دنوں یہاں کی حکومت نے قانون کی چھان بین اور ان میں ترامیم کرنے کیلئے۔۔۔ایک کمیشن مقرر کیا۔ کمیشن کے سوالات کے جواب میں خاکسار نے میمورینڈم تیار کیا جس میں ان قوانین کے' متعلق اسلامی نقطہ نگاہ کی وضاحت اور اس بارہ میں حکومت کو مشورے دئے۔۔۔کمیشن نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک سوالات کئے جن کے خاکسار نے جواب دیئے۔ کمیشن نے ہماری تجویز کو خصوصیت سے نوٹ کیا کہ مذہبی جماعتوں کو پنچائتی عدالتوں کے طریق پر اجازت ہو کہ وہ طلاق اور وراثت وغیرہ کے مقدمات کو اپنے مذہب کی تعلیم کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور ایسے (فیصلوں) کو حکومت قانونی طور پر تسلیم کرے۔'

ماہ نومبر میں جنجہ کی Y.M.C.A کے زیر اہتمام موازنہ مذاہب پر جنجہ ٹاؤن ہال میں لیکچروں کا سلسلہ تین ہفتوں تک جاری رہا۔ نمائندگی کیلئے خاکسار کو دعوت ملی۔ طریق یہ تھا

کہ پہلے ہر مذہب کا نمائندہ اختصار کے ساتھ اپنے مذہب کے متعلق مضمون لکھ کر دے گا۔ چنانچہ خاکسار نے سوالات کی پابندی سے ایک مضمون لکھ کر دیا۔ سیکرٹری صاحب نے ایسے سارے مضامین کو لیکچروں کے شروع ہونے سے قبل یکجا طور پر شائع کر کے تقسیم کروا دیا۔ مقصد یہ تھا کہ پبلک کو ہر مذہب کے متعلق ابتدائی معلومات حاصل ہو جائیں اور ان مضامین کی بناء پر اگر کوئی وضاحتی سوال کرنا چاہیں تو کر سکیں۔

2 دسمبر کو خاکسار کا لیکچر ٹاؤن ہال میں ہوا۔ بعد میں سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اسلامی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر ہمیں نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ سیکرٹری صاحب جو کہ ایک امریکن نوجوان ہیں بعد میں مشن ہاؤس میں آئے اور کہا کہ صرف آپ کا مضمون ایسا تھا جو سب سوالات پر حاوی اور مدلل تھا اور سب سے زیادہ دلچسپی پبلک نے آپ کے لیکچر میں لی ہے۔'

یوگنڈا میں تبلیغ اسلام (قسط دوم)

اکتالیس افراد کا قبولِ اسلام۔ موازنہ مذاہب کے ایک جلسہ میں اسلام کی نمایاں کامیابی تقاریر اور لٹریچر کی تقسیم

مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما انچارج احمدیہ مسلم مشن یوگنڈا

یوگنڈا میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے تین مشن کام کر رہے ہیں، شمالی ریجن کے انچارج مکرم مقبول احمد صاحب ذبیح اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے سروٹی، مبالی، ٹرورو، گُلّو، پکواچ، اَروا اور پارالاج مقامات کا تبلیغی سفر کیا۔ مختلف رنگ و نسل اور مذاہب کے لوگوں کو مل کر تبلیغ کرنے اور لٹریچر دینے کے مواقع ملے، چیدہ چیدہ لوگوں اور حکام سے ملاقاتیں کر کے مشن کا تعارف کرایا۔ وزیر داخلہ Mr. Filex Onama

جب ان کے علاقہ میں آئے تو انہوں نے وزیر موصوف سے ملاقات کی اور 'مسیح ہندوستان میں' اور 'احمدیت کا پیغام' دو کتابیں بزبان انگریزی پیش کیں جنہیں انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور خواہش کی کہ جب وہ دوبارہ آئیں تو مولوی صاحب ان کو ضرور ملیں۔ اسی طرح گولو ڈسٹرکٹ کمشنر کو اور لیرا کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بھی جو کہ وزیر اعظم کے بھائی ہیں آپ نے لٹریچر پیش کیا۔ لیرا کے ٹاؤن کلرک اور چند دوسرے معززین کو چائے پر مدعو کر کے تبلیغ کی۔ جب آپ گولو گئے تو وہاں کے ٹاؤن کلرک کو ملے تبلیغ کی اور لٹریچر پیش کیا۔ اچولی ڈسٹرکٹ لائبریری اور ویسٹ نائیل ڈسٹرکٹ کی لائبریری جو اروا کے مقام پر ہے آپ نے سلسلہ کا لٹریچر رکھوایا۔

جنجہ کا مشن

جنجہ میں یوگنڈا مشن کا مرکزی دفتر ہے۔ انتظامی امور اور دفتری خط و کتابت کے علاوہ خاکسار نے مختلف جماعتوں کا دورہ کیا۔ جنجہ کے مضافات میں بھی تبلیغ کے لئے جاتا رہا۔ مشن ہاؤس میں جو لوگ آئے ان کو تبلیغ کی۔ ایک دفعہ دو پادری آئے ان سے الوہیت مسیح پر گفتگو ہوئی۔ بسوگا مویری کالج کے طلبا کی دعوت پر کالج میں لیکچر دیا۔ بعد میں بعض طلبا لٹریچر پڑھنے کے لئے جاتے رہے۔

جنجہ میں افریقی مبلغین تیار کرنے کیلئے ہم نے کلاس کھولی ہے اس کلاس کو مکرم حاجی ابراہیم سینفو ما قرآن کریم اور خاکسار حدیث اور کلام پڑھاتے رہے۔

حکومت کو میمورینڈم

پچھلے دنوں یہاں کی حکومت نے عائلی قوانین کی چھان بین اور ان کی ترامیم کرنے کیلئے چھ ممبروں پر مشتمل ایک کمشن مقرر ہوا۔ کمیشن کے سوال نامہ کے جواب میں خاکسار

نے میمورنڈم تیار کیا جس میں عائلی قوانین کے متعلق اسلامی نقطہ نگاہ کی وضاحت کی اور اس بارہ میں حکومت کو مشورے دیئے۔ وقت مقررہ پر ہمارے وفد نے کمیشن کے سامنے میمورنڈم پیش کیا۔ کمیشن کے ممبروں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک سوالات کئے جن کے خاکسار نے جواب دئے۔ کمیشن نے ہماری بعض تجویز کو خصوصیت سے نوٹ کیا کہ مذہبی جماعتوں کہ پنچائیتی عدالتوں کے طریق پر اجازت ہو کہ وہ شادی طلاق اور وراثت وغیرہ کے مقدمات کو اپنے مذاہب کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کر لیں۔ اور ایسے فیصلوں کو حکومت قانونی طور پر تسلیم کرے۔

اس موقعہ پر کمیشن کے چیئر مین کو جو منسٹر آف ورکس بھی ہیں خاکسار نے قرآن کریم کا تحفہ بھی دیا۔ یوگنڈا آرگس نے جو یہاں کا کثیر الاشاعت اخبار ہے ہمارے میمورنڈم کے متعلق تفصیلی خبر شائع کی۔

تبلیغی جلسہ

کسامبیرہ کے مقام پر ہمارا تبلیغی جلسہ ہوا جس کے متعلق یہاں کے ریڈیو نے بھی اعلان کیا۔ مکرم ڈاکٹر لعل دین احمد صاحب کمپالہ سے افریقی احمدیوں کو ساتھ لے کر جلسہ میں شمولیت کیلئے آئے۔ کارروائی خاکسار کی صدارت میں صبح 9 بجے سے شام 4 بجے تک رہی۔ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد معلم اجابو علی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت۔ معلم ہارون نے 'وفاتِ مسیح ناصری'۔ شیخ جمعہ حمیسی نے نبوت اور مکرم ذکریا کزیٹو صاحب نے جو کہ یوگنڈا پارلیمنٹ کے ممبر ہیں 'احمدیت کیا ہے' کے موضوع پر تقاریر کیں۔ ہر تقریر کے بعد سوالات کا موقعہ دیا گیا۔ بعض معاندین نے جلسہ میں گڑبڑ پیدا کرنے کی بھی کوشش کی جس پر جلد قابو پا لیا گیا۔ ایک شیخ نے اعتراض کئے جب خاکسار جواب دینے

کیلئے اٹھا تو یہ کہہ کر کہ ابھی آتا ہوں فرار ہو گیا جس کا حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔ خاکسار نے اعتراضات کے تفصیلی جواب دئے۔ کسامبیرہ کی جماعت نئی ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے جلسہ کا انتظام عمدگی سے کیا۔ پنڈال تیار کیا۔ قناتیں مہیا کیں۔ لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا اور قریبًا پانچ سو مہمانوں کو کھانا کھلایا۔

ٹاؤن ہال کے برآمدہ میں ہم نے میزوں پر اپنا لٹریچر رکھوا دیا تھا اور اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب اسلام سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا خواہش مند ہوں وہ اپنی پسند کا لٹریچر لیتے جائیں چنانچہ بہت سے لوگوں نے لٹریچر لیا۔

جنجہ کے حلقہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اکتالیس (41) بیعتیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور انہیں خادمِ دین بنائے۔ آمین

نشر و اشاعت

انگریزی زبان میں چار صفحات کا ایک پمفلٹ بیس ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ اسی طرح افریقی احمدیوں کی تربیت کیلئے ایک رسالہ 'ہماری تعلیم' لوگنڈا زبان میں شائع کیا جو کشتی نوح کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ گزشتہ سال ہم نے لوگنڈا زبان میں نماز کی کتاب شائع کی تھی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مقبول ہوئی اور جلد ہی ختم ہو گئی۔ لوگوں کا مطالبہ تھا کہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے چنانچہ اس کا دوسرا ایڈیشن پانچ ہزار کی تعداد میں طبع کروایا۔

زیادہ تر مصروفیت خاکسار کو قرآن کریم کی طباعت کے سلسلہ میں رہی۔ لوگنڈا زبان میں قرآن کریم کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ بمع تفسیر مشن شائع کر رہا ہے۔ بعض افریقن دوستوں کے ساتھ مل کر ترجمہ پر نظر ثانی کی۔ تفسیری نوٹ تیار کئے۔ پروف کی

تصحیح کی۔اس وقت طباعت کا کام ہو رہا ہے امید ہے کہ انشاء اللہ تین ہفتوں تک ترجمہ چھپ کر تیار ہو جائے گا۔

احباب دعا فرمائیں کہ ترجمہ کی پہلی جلد جو اس وقت شائع ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مشن کو مکمل قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین اللھم آمین

کینیا مشن ممباسہ کینیا مشن کی رپورٹ

ازمکرم عبدالکریم صاحب شرما (بحوالہ الفضل 21/جون 1962ء)

اس سہ ماہی کا آغاز لمبے سفر سے ہوا۔سالانہ کانفرنس میں شمولیت کیلئے دار السلام گیا۔واپسی پر ضلع موشی اور ٹاویٹا کا دورہ کیا۔براعظم افریقہ کا سب سے اونچا پہاڑ کلمن جارو اس علاقہ میں ہے۔یہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔عیسائیت کا یہاں غلبہ ہے۔پہاڑ کی ڈھلوان پر سنٹرل مچامے میں ہماری ایک افریقی جماعت ہے۔جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھا کام کر رہی ہے۔یہاں دو دفعہ کام کرنے کا موقعہ ملا۔خطبہ جمعہ میں احباب کو اصلاح نفس اور اسلام کی خاطر قربانیوں کی طرف توجہ دلائی۔یہاں کے معلم اور نوجوان کو ساتھ لے کر علاقہ کے عیسائیوں کو تبلیغ کی۔اس علاقہ کے پیرا ماؤنٹ چیف آنریبل ایس۔این الفّو (S.N Elifio) جو کہ لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی ہیں۔موشی شہر میں رہتے ہیں۔مکرم سید ناصر احمد شاہ صاحب اور مکرم خالد رشید صاحب کی معیت میں ان سے ملاقات کی۔سواحیلی ترجمۃ القرآن انہیں تحفۃً پیش کیا۔جو انہوں نے خوشی سے قبول کیا۔احمدیت اور اسلام کے متعلق ان سے باتیں ہوئیں۔

ضلع ٹاویٹا میں موضع Kitobo کی جماعت نے حال ہی میں مسجد تعمیر کی ہے کچھ

روز اس جماعت میں قیام کیا۔ معلم حسن اور جماعت کے دوستوں کے ساتھ زیر تبلیغ لوگوں سے ملاقات کی۔ مسجد میں صبح و شام قرآن کریم کا درس دیا۔ موضع Kitaghato کی جماعت میں بھی گیا ہر دو جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا۔ تبلیغی و تعلیمی امور کے متعلق ضروری فیصلے کئے اسی طرح کوائے مازِیرس اور ابائی میں عیسائیوں کو تبلیغ کی۔ مشرقی افریقہ میں عیسائیت کا آغاز Rahai سے ہوا۔ جب کہ 1942 میں ایک جرمن مشنری Dr. Kraft نے یہاں پہلے عیسائی مشن کی بنیاد رکھی تھی۔ اس جگہ کے عیسائی سکولوں میں جا کر طلبہ اور اساتذہ کو لٹریچر دیا۔ اور بہت سے لوگوں کو تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا۔

ممباسہ میں تبلیغ

ممباسہ میں حسب دستور تبلیغی ملاقاتیں جاری رہیں Buxton سکول کے اساتذہ مختلف محکموں کے عیسائی کلرکوں کے ہاں جا کر تبلیغ کی گئی۔ معلم خالد محمد صاحب بھی تبلیغ کرتے رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے متعلق دلچسپی بڑھ رہی ہے، عرصہ زیر رپورٹ میں 85 اشخاص دارالتبلیغ میں آئے ان میں ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ یہاں کے عرب مدیر، ٹانگا اُونگو کے لیوالی، عرب سیکنڈری سکول کے ٹیچر اور طلبہ، عرب شیوخ اور بعض مقامی لیڈر وغیرہ ان سب سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔ لٹریچر مطالعہ کے لئے دیا۔ ایک انگلیکن پادری جو ساحلی علاقہ میں کام کرتے ہیں ملنے آئے کچھ عرصہ ہوا یہاں کے ایک عیسائی اخبار میں انہوں نے لکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کے یقیناً خدا تعالیٰ نے ان کو مبعوث کیا تھا۔ تا کہ عربوں کو جو بت پرستی میں ملوث تھے خدا کی راہ دکھائیں۔ ان سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔ اور وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف اسلامی اصول کی فلاسفی

مطالعہ کیلئے لے گئے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلام نے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ اپنا لوہا منوایا ہے پچھلے دنوں مسئلہ حیات مسیح (کی تردید) کے بارہ میں یہاں کے تین علماء کی طرف سے ہمارے مسلک کی زوردار تائید ہوئی۔

تبلیغ بذریعہ لٹریچر

سنجیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ کو لٹریچر پڑھنے کو دیا گیا۔ عرصہ زیر رپورٹ میں 26 افراد کو لائبریری سے عربی اور انگریزی کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ ماپنز یا مونگو اور ایسٹ افریقن ٹائمز کے پرچے تقسیم کئے اور تقریباً ایک ہزار پمفلٹ عیسائیت کے متعلق مختلف جگہوں پر تقسیم کئے۔ اور 263 شلنگ کا لٹریچر فروخت ہوا۔

شیخ عبدالرحمٰن ابرادا یہاں ایک نو تعلیم یافتہ عالم ہیں مقامی ریڈیو پر عربی زبان میں دینی پروگرام نشر کرتے ہیں۔ ہمارا بہت سا عربی اور انگریزی لٹریچر پڑھ چکے ہیں۔ خصوصاً تفسیر سے بہت متاثر ہیں۔ ان کی خواہش پر انکو انگریزی تفسیر القرآن کی تینوں جلدیں منگوا کر دیں۔ چند دن ہوئے کتاب 'کیا یسوع مسیح نے بنی نوع انسان کو نجات دلائی ہے'۔ جو حضرت امیر المؤمنین کی تفسیر سورۃ مریم کے مضامین کا انگریزی ترجمہ ہے۔ مطالعہ کیلئے لے گئے۔ پرسوں ملے کہنے لگے۔ میں نے رات کتاب ختم کی ہے بہت لطف آیا۔ میں حضرت امام کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے اور قرآن کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق بخشے تا ہم آپ کے افاضہ اور قرآنی علوم سے بہرہ مند ہوں۔

تعلیم و تربیت

نوجوانوں کو منظم کر کے ماہ فروری میں یہاں خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

ان کے ہفتہ وار اجلاسوں میں مختلف مسائل پر تقاریر کیں۔ خدام نے اس عرصہ میں چار دفعہ وقار عمل کیا۔ اسی طرح تبلیغی کاموں میں ان کی رہنمائی کی۔ بعض خدام نے شہر میں تبلیغی اشتہار تقسیم کئے۔ نوجوانوں میں تبلیغ کی۔ اور اپنے بعض زیر تبلیغ دوستوں کو مجھ سے ملانے کیلئے مسجد میں لائے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مشن ہاؤس میں تعلیمی کلاسیں جاری رہیں۔ نو افریقی، انگریزی عربی اور تفسیر القرآن پڑھنے آتے رہے۔ رمضان شریف میں بعد نماز عصر قرآن کریم کا درس دیا۔ جس میں بعض غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں دو اصحاب کو حق قبول کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت بخشے اور ان کے وجود کو اسلام کیلئے مفید بنائے۔ آمین

مشرقی افریقہ میں سکول قائم کرنے ناممکن نہیں

خطاب فرمودہ 12 اکتوبر 1966ء

اکتوبر 1966ء میں جب مولانا عبدالکریم شرما صاحب مرکز ربوہ رخصت پر آئے ہوئے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک خطاب آپ کی موجودگی میں دیا۔ اس خطاب میں جہاں حضور رحمہ اللہ نے آپ کو اہم ہدایات سے نوازا وہاں آپ کی خدمات کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے آپ کو خراجِ تحسین بھی پیش کیا۔ یہ تاریخی خطاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما مبلغ مشرقی افریقہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

''ناممکن دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ناممکن وہ ہے، جو ممکن نہیں بن سکتا۔ اور ایک وہ

ناممکن، جوممکن بن سکتا ہے۔ایسی ناممکن بات، جوخدا تعالیٰ کی صفات اوراس کے وعدوں کے خلاف ہو،ممکن نہیں بن سکتی۔لیکن اس کے علاوہ ہرناممکن نسبتی امر ہے۔یعنی کسی کے لئے وہ ناممکن ہوتا ہےاور کسی کے لئےممکن۔

مثلاًاس زمانہ میں اسلام کا غلبہ بڑے بڑے مسلمان علماء کے نزدیک بھی ناممکن امرتھا۔اس لئے ان میں سے ایک طبقہ،جن میں جامعہ مسجد آگرہ کاامام مولوی عمادالدین بھی شامل تھا،اسلام سے ارتداد اختیارکر کے عیسائی ہوگیا۔دینی لحاظ سے وہ لوگ اتنے بڑے عالم تھے کہ انسان حیران ہوتا ہے کہ وہ کس طرح عیسائی ہوگئے۔لیکن ایک بات واضح ہے کہ ان میں سے ہرفرد یہ سمجھتا تھا کہ اب اسلام عیسائیت پر غالب نہیں آسکتا۔اس وقت عیسائیت دنیامیں غالب آچکی ہے اوراسلام بظاہرحالات اس سے شکست کھاچکا ہے۔اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ اس مذہب کواختیارکرلیاجائے،جس کودنیامیں عزت حاصل ہے۔ چنانچہ وہ عیسائی ہوگئے۔اب دیکھووہ چیز،جوباقی مسلمانوں کے نزدیک غیرممکن تھی، وہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ممکن ہی نہیں،یقینی تھی۔

ظاہراًاسلام غلبہ نہیں پارہا تھا۔دولت کے لحاظ سے مسلمانوں کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی تھی۔ان کی حکومتیں ختم ہوچکی تھیں۔علم کے لحاظ سے انہیں دوسری قوموں کے پیچھے جانا پڑتا تھا۔دنیوی سامان انہیں میسرنہیں تھے۔اخلاقی لحاظ سےان کی حالت گرچکی تھی اورعیسائی ہرلحاظ سےان پرغالب آچکے تھے۔غرض ہرلحاظ سےاسلام کےغلبہ کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کودنیامیں کھڑاکیااوراسے کہا کہ میں تمہارے ذریعہ اسلام کوغلبہ عطاکرونگا۔عیسائی کیا،باقی تمام

مذاہب کے پیرو بھی تمہارے مقابلہ میں شکست کھا جائیں گے۔اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر اتنا یقین تھا کہ وہ سمجھتا تھا، دنیا جو سمجھے، سمجھے۔عقل جو فیصلہ کرے، کرے۔ بات وہی صحیح ہے، جو خدا تعالیٰ کہہ رہا ہے۔یعنی اسلام دوسرے تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔اور ہوا بھی وہی، جو خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔غیب سے اسلام کے غلبہ کے سامان پیدا ہونے شروع ہو گئے۔اور وہ بات، جو دوسروں کو کچھ عرصہ پہلے ناممکن نظر آ رہی تھی، ممکن ہو گئی۔اور دنیا بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی۔

پھر دنیا نے یہ نظارہ دیکھا کہ خدا تعالیٰ کا وہ مامور (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) اکیلا نہیں رہا بلکہ لاکھوں آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔اور اس وقت اس کے ماننے والے نہ صرف ایشیا میں پائے جاتے ہیں بلکہ دوسرے براعظموں میں بھی پائے جاتے ہیں۔چنانچہ افریقہ کو ہی لے لو۔افریقہ کے کئی ممالک میں اس کی جماعت قائم ہو گئی۔اور سینکڑوں نہیں ہزاروں آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت کی وجہ سے اور خدا تعالیٰ کے ان کے وعدوں کے مطابق، جو اس نے آپ سے یا آپؑ سے پہلے رسول کریم ﷺ سے کئے تھے کہ جب اسلام تنزل میں پڑے گا تو اس کی ترقی کے سامان بھی ہو جائیں گے، بت پرستی، عیسائیت اور بدھ مذہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔اب دیکھو، ایک بات جو بظاہر ناممکن نظر آتی تھی، کس طرح ممکن بن گئی؟

اسی طرح مشرقی افریقہ میں سکول قائم کرنے بھی ناممکن نہیں۔جب تک ہم اسے ناممکن خیال کرتے رہیں گے، ہمیں کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ جہاں تک اسلام کی ترقی کا سوال ہے، ہمارے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ہمیں خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرنا ہے۔اور اس مقصد کے حصول کے لئے

جو تدبیر بھی ہمارے ذہنوں میں آسکتی ہے اور دعاؤں کے نتیجہ میں اس کے متعلق ہمارے دلوں میں انشراح پایا جاتا ہے، ہمیں وہ تدبیر اختیار کرنا ہوگی۔ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ اور منشاء اسی میں ہو کہ غلبۂ اسلام کے لئے ظاہری سامانوں سے بھی کام لیا جائے تو ظاہری سامانوں کا حصول بھی ہمارے لئے ممکن ہوگا۔ پس جب تک خدا تعالیٰ کسی امر کو غیر ممکن قرار نہیں دیتا، ہمیں اسے ناممکن نہیں سمجھنا چاہئے۔ ورنہ آدمی خود اپنے رستہ میں روک بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ہمارے پاس دنیوی سامان کبھی موجود نہیں تھے۔ ہمارے پاس آدمی کم ہیں، پیسے کم ہیں، ظاہری علم کی بھی کمی ہے۔ غرض ہم ہر لحاظ سے غریب ہیں۔ لیکن پھر بھی دیکھو، اللہ تعالیٰ ہمارے کام خود بخود کر رہا ہے۔

مَیں تو جب مرکز کی گلیوں میں آپ (مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما) کو دیکھتا ہوں تو مجھے خدا تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ مَیں جب آپ کو دیکھتا ہوں یا حکیم محمد ابراہیم صاحب کو دیکھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ یہ شخص، جس رنگ اور جس شکل میں یہاں پھر رہا ہے، اس کی حیثیت اور ہے۔ لیکن جب یہ تبلیغ کے لئے مرکز سے باہر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے اٹھا کر کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔ چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر اسپین میں مبلغ ہیں۔ وہاں دنیوی لحاظ سے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ شہر کے ایک چوراہے میں چھابڑی لگا کر عطر بیچ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک حیثیت ان کی یہ ہے، وہ جنرل فرینکو کو بھی بے دھڑک مل لیتے ہیں۔ اب دیکھو، یہ قوت ان کے دل میں کس چیز نے پیدا کی؟ یہ قوت ان کے اندر اسی احساس نے پیدا کی، خدائے قادر و توانا کے غلام در، شاہان وقت کے بھی معلم و استاد ہوتے ہیں۔ سپین ایک کیتھولک ملک ہے۔ اس کے رہنے والے نہایت متعصّب عیسائی ہیں۔ اسلام کی تبلیغ بھی وہ کھل کر نہیں کرنے دیتے۔

لیکن وہاں ایک چھابڑی والے کو اللہ تعالیٰ یہ طاقت عطا کر دیتا ہے کہ وہ وہاں اسلام کی تبلیغ کرتا ہے۔ چوہدری صاحب کے جو خطوط آتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پرواز بہت اونچی ہے۔ وہ بڑے اونچے طبقہ میں جاتے ہیں اور تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔ یہاں کے چھابڑی فروشوں کو بھی اپنی اس حیثیت کا احساس کرنا چاہیے۔ وہ گوربوہ میں چھابڑی فروش ہیں لیکن جب وہ باہر تبلیغ کے لئے جاتے ہیں تو ان کی حیثیت اور ہو جاتی ہے۔ چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر کی حیثیت بھی سپین میں آپ کی طرح ایک چھابڑی فروش کی ہے۔ لیکن وہ بڑی حیثیت کے لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور انہیں تبلیغ کرتے ہیں۔ انہوں نے سابق بادشاہ کو، جنہیں وہاں سے نکال دیا گیا ہے، لٹریچر بھیجا۔ جواباً بادشاہ نے انہیں شکریہ کا خط لکھا اور وعدہ کیا کہ وہ ضرور اس لٹریچر کا مطالعہ کرے گا۔ اسلامی اصول کی فلاسفی اور بعض دوسری کتابیں، جو سپینش اور فرانسیسی زبانوں میں شائع کی گئی ہیں، انہوں نے بعض پروفیسروں کو بھیجی ہیں، جو انہیں پڑھتے ہیں۔ اور ان پر ان کتابوں کا اثر ہے۔ ان میں سے کئی پروفیسروں نے انہیں لکھا ہے کہ ہم نے ابھی تک ایسی عمدہ کتابیں نہیں پڑھی تھیں۔ اب دیکھو، ایک چھابڑی فروش، جس کی بظاہر وہاں کوئی حیثیت نہیں، ملک کے سربراہ کو بھی ملتا ہے اور اسے تبلیغ کرتا ہے۔ تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

مولوی عبدالکریم صاحب شرما، جو اس وقت یہاں بیٹھے ہیں، جب تبلیغ کے میدان میں جائیں گے تو ان کی حیثیت اور ہو جائے گی۔ وہ وہاں خدا تعالیٰ کے نمائندے ہوں گے، اسلام کے نمائندے ہوں گے، رسول کریم ﷺ کے نمائندے ہوں گے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمائندے ہوں گے۔ پس میں ان سے کہوں گا کہ آپ

سے خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں، جو ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔آپ کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔خدا جانتا ہے کہ مشرقی افریقہ میں اسلام کے غلبہ کے کون سے ذرائع پیدا ہوں گے؟ لیکن بظاہر جو ذرائع نظر آتے ہیں، ان میں سے ایک سکول ہیں۔تبلیغ کے سلسلہ میں سکول بہت مفید ہو سکتے ہیں۔اس لئے آپ کو اس کے لئے کوشش کرنی چاہیے اور دعا بھی کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ آپ کی اس کوشش میں برکت ڈالے۔اور پھر یقین رکھنا چاہئے کہ آپ اس میں ضرور کامیاب ہوں گے۔کیونکہ اگر آپ کی نیت نیک ہے تو آپ کو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔انشاء اللہ''۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل 23 اکتوبر 1966ء)

کینیا میں تبلیغِ اسلام مکرم مولوی بشیر احمد صاحب اختر، مبلغ کینیا

جلسہ سیرت النبی (سوال و جواب) (بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ 24، 27 و 28 جنوری 1969ء)

گزشتہ جولائی میں 'پومؤانی میموریل ہال' نیروبی میں مشن کی طرف سے 'سیرت النبی' ﷺ کے جلسے کا اہتمام کیا گیا۔یہ اس سال (68ء) کا ہمارا تیسرا جلسہ تھا۔اس سے قبل اس قسم کے دو جلسے نیروبی میں منعقد کروائے جا چکے ہیں۔جلسے سے قبل دو سَو دعوتی کارڈ اور دو ہزار ہینڈ بل چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔نیز ریڈیو پر اعلان کرایا گیا۔

جلسے میں مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما انچارج کینیا مشن کے علاوہ تین افریقی احمدیوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے موضوع پر تقاریر کیں۔تقاریر کے بعد ڈیڑھ گھنٹے تک سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ جاری رہا جس سے پبلک بہت متاثر ہوئی، جلسے کی کارروائی تین گھنٹے تک جاری رہی جو ساری کی ساری سواحیلی زبان میں تھی۔

ٹیلی ویژن پر انٹرویو

کینیا کے ٹیلی وژن پر ایک خاص پروگرام میں ہر ہفتہ مشہور لوگوں کا انٹرویو دکھایا جاتا ہے۔ گذشتہ اگست میں مکرم شرما صاحب کا انٹرویو تھا۔ سوالات کے جواب میں آپ نے احمدیت کی مختصر تاریخ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ، کینیا مشن کے کام کی تفصیل، عیسائی امریکی متّاد مسٹر اورل رابرٹ کو جو گزشتہ جولائی میں ہمارے مشن کی طرف سے روحانی مقابلہ کی دعوت دی گئی تھی اس کی وضاحت اور برتھ کنٹرول کے متعلق اسلامی نظریہ پیش کیا گیا۔ اس پروگرام کو قریباً ایک لاکھ افراد نے دیکھا۔

کینیا میں یہ پہلا موقع ہے کہ ٹیلیویژن کے ذریعہ بھی لوگوں تک اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔

تھیوسافیکل سوسائٹی میں تقریر

نیروبی میں ایک تھیوسافیکل سوسائٹی ہے جہاں ہر ہفتہ مختلف موضوعات پر تقاریر ہوتی ہیں۔ باہر کے لوگوں کو بھی تقاریر کیلئے بلایا جاتا ہے۔ گزشتہ اگست میں ہمارے مشن کو ''حیاتِ آخرت'' کے موضوع پر تقریر کرنے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ مکرم شرما صاحب نے اس موضوع پر پون گھنٹہ تقریر فرمائی۔ بعد میں آپ نے سوالات کے جواب بھی دئے۔

تقریر کے بعد بعض افراد سے شرما صاحب نے انفرادی طور پر بھی گفتگو کی ان میں سے بعض مشن ہاؤس بھی آئے اور کتب برائے مطالعہ لیں۔

سوسائٹی کی لائبریری کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا انگریزی ترجمہ پیش کیا گیا۔

زائرین

مشن ہاؤس میں متعدد زائرین انفرادی طور پر بھی اور وفود کی صورت میں بھی اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کیلئے آتے رہتے ہیں۔ان میں سے قابلِ ذکر ''عالمگیر قیام امن سوسائٹی'' کے سیکرٹری تھے (جو ماریشس سے ایسٹ افریقہ کے دو ہفتہ دورہ پر آئے ہوئے تھے) انہیں مشرقی افریقہ کے احمدیہ مشنوں کی تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا گیا، اسی طرح ایک جرمن جو زیرِ تبلیغ ہیں اور اسلام کے بارہ میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں متعدد بار مشن ہاؤس میں آچکے ہیں اور اسلامی لٹریچر مطالعہ کیلئے لے جاتے ہیں۔اب انہوں نے نماز کے اسباق لینے شروع کر دئے ہیں بلکہ گزشتہ دنوں اپنا ٹیپ ریکارڈر لے آئے اور مکرم شرما صاحب سے ساری نماز عربی میں اس پر ریکارڈ کر لی۔

پادری طلبا سے سوال و جواب

گذشتہ جولائی میں مچاکوس (Mackados) سے سکاٹ تھیولوجیکل کالج کے آخری سال کے آٹھ طلبا اپنے ایک استاد کو لے کر ہمارے مشن میں آئے۔یہ طلبا کینیا کے علاوہ سوڈان۔یوگنڈا اور کونگو کے رہنے والے تھے اور اپنی تعلیم ختم کر کے بطور پادری کام کرنے کیلئے اپنے وطنوں کو جا رہے تھے۔مکرم شرما صاحب نے مسجد میں ان کے سامنے اسلامی طریقہ عبادت اور اس کی فلاسفی پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔بعد میں انہیں دعوت دی کہ اسلام کے متعلق اگر سوالات پوچھنا چاہیں تو شوق سے پوچھیں۔چنانچہ انہوں نے تین گھنٹوں تک سوالات کئے جن کے مولانا صاحب نے نہایت متانت کے ساتھ مدلّل اور معقول جواب دئے۔جن سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

روحانی مقابلہ کی دعوت

گزشتہ جولائی کے وسط میں امریکہ سے اٹھارہ عیسائی منادوں کا ایک گروپ مسٹر اورل رابرٹ کی سرکردگی میں مشرقی افریقہ آیا۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ یسوع مسیح کے طفیل اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر بیماروں کو شفا بخشتا ہے۔ انہوں نے اپنی مہم کا نام اورل رابرٹس ورلڈ ایکشن کروسیڈ (Oral Roberts World Action Crusade) رکھا ہوا تھا۔ ایک ماہ قبل سے ان کی آمد سے متعلق ریڈیو، ٹیلیویژن اخبارات اور بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعہ زبردست پراپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ معجزات دیکھنے کے اشتیاق میں بڑی شدت سے ان کا انتظار کرنے لگے۔

سترہ جولائی کو یہ گروپ نیروبی پہنچا اسی روز مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے بحیثیت انچارج مشن وامیر جماعت ہائے احمدیہ کینیا ان کو روحانی مقابلہ کی دعوت دی اور خط میں لکھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثِ ثانیہ کی پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں پوری ہو چکی ہے۔ اسلام زندہ مذہب ہے جو ہر زمانہ میں شیریں پھل دیتا ہے۔ نیز خط میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیگر مذاہب کو قبولیتِ دعا میں چیلنج کا ذکر کیا اور لکھا کہ حضور کے وصال کے بعد یہ دعوت آپ کے خلفاء کی طرف سے اب بھی قائم ہے۔ اور میں احمدیت کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے دعوت دیتا ہوں کہ آپ اور آپ کے ساتھی اور دوسرے تمام عیسائی رہنما عیسائیت کی نمائندگی کرتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کے ساتھ دعاؤں کی قبولیت میں مقابلہ کرلیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ کچھ لاعلاج مریض منتخب کر کے قرعہ اندازی کے ساتھ فریقین میں تقسیم کر لئے جائیں اور پھر فریقین اپنے حصّہ کے

بیماروں کی شفایابی کیلئے دعا کریں تا دنیا پر واضح ہو جائے کہ خدا کا فضل اور اس کی تائید و نصرت کس فریق کے ساتھ ہے۔

اس خط کی نقول پریس کو بھی بھجوا دی گئیں۔اس پر اخباروں کے نمائندے اس چیلنج کا جواب کے لئے نیو سٹینلے ہوٹل (جس میں یہ پادری ٹھہرے ہوئے تھے) پہنچ گئے۔ لیکن مسٹر اورل رابرٹ بالمشافہ ان سے گفتگو کیلئے تیار نہ ہوئے اور اپنے سیکرٹری اور بیوی کے ذریعہ انہیں کہلوایا کہ وہ ایسے مقابلہ کیلئے تیار نہیں۔ ہمارے چیلنج کو مشرقی افریقہ کے اہم اخباروں نے نمایاں جگہ دی۔اس طرح ہمارے چیلنج کی وجہ سے لوگوں نے اسلام کی فتح کو نمایاں طور پر محسوس کیا۔

اسلامی لٹریچر کی نمائش

گذشتہ اگست میں ممباسہ میں ایگریکلچر سوسائٹی کے زیرِ انتظام پہلی دفعہ زراعتی نمائش لگی۔تبلیغی مقصد کے پیشِ نظر ہمارے ممباسہ مشن نے اس موقع پر ''احمدیہ مسلم مشن'' کا سٹال لگایا جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کے علاوہ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے لٹریچر کی نمائش کی گئی،خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے سٹال کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہزاروں لوگ سٹال پر آئے زائرین میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے جن میں سے قابلِ ذکر Mr. Ngala منسٹر آف سوشل سروسز اور Mr. Balala اسسٹنٹ منسٹر آف فائیننس ہیں۔ ہر دو معززین کی خدمت میں لٹریچر پیش کیا گیا اس موقعہ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے صرف تین ایام میں ساڑھے سات سو شلنگ کا لٹریچر فروخت ہوا۔

مسلمانوں نے ہمارے اس سٹال کی وجہ سے بہت خوشی کا اظہار کیا، چنانچہ مسلم ایسوسی

ایشن آف ممباسہ کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر رانا نے کہا " You are doing very good work for Islam" کہ آپ اسلام کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔

اشاعت لٹریچر

عرصہ زیرِ رپورٹ میں مشن نے انگریزی زبان میں ایک رسالہ"Why Islam" یعنی ''کیوں اسلام؟'' پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ اس رسالہ میں مؤثر انداز میں اسلام اور عیسائیت کی تعلیم کا موازنہ کیا گیا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے۔

اسی طرح اسّی ہزار کی تعداد میں تین پمفلٹ انگریزی زبان میں ''آنحضرت ﷺ بائبل میں''، ''حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں'' اور ''مسیح کی آمد ثانی'' کے موضوعات پر اور ایک پمفلٹ سواحیلی زبان میں بعنوان ''مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے'' بیس ہزار کی تعداد میں شائع کئے۔ یہ پمفلٹ ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم کئے جا رہے ہیں۔

تبلیغی اور تربیتی دَورے

امسال ماہ مارچ میں مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما امیر جماعت ہائے احمدیہ کینیا نے ممباسہ، کوالے اور ٹاویٹا کی جماعتوں کا تربیتی و تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران آپ نے احمدی جماعتوں کے احباب کے علاوہ کئی ایک سرکاری افسران سے بھی ملاقاتیں کیں اور تبلیغی گفتگو فرمائی۔

ماہ فروری میں پارلیمنٹ کے دو ممبر مشن ہاؤس میں آئے تھے۔ انہوں نے کوسٹ پراونس میں ہمارے مشن کو ایک سکول کی عمارت دینے کی پیشکش کی تھی تا کہ ہم وہاں اپنا

سیکنڈری سکول کھولیں۔ یہ عمارت WAA مقام پر ہے جو ممباسہ سے 12 میل کے فاصلے پر ہے۔شرما صاحب نے اپنے دورہ کے دوران مولوی احمد شمشیر صاحب سوکیہ کے ہمراہ متعدد بار وہاں عمارات کا معائنہ کیا، اسی طرح آپ TIWI مقام پر بھی گئے اور علاقہ کے تین چیفوں اور کونٹی کونسل کے چیئر مین سے مل کر سکول کے بارہ میں حالات کا جائزہ لیا۔

اس عمارت میں اسوقت کونسل کا ایک پرائمری سکول ہے۔کونٹی کونسل ہمیں سکول اور بورڈنگ کی عمارت کھیلوں کے میدان وغیرہ دیتے رہے۔احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔

جلسہ میں خطاب

ایک روز شرما صاحب نے گولینی مقام پر 15 زمینداروں کو ایک جلسہ میں خطاب کیا اور انہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کیا۔اس جلسہ کی صدارت اس علاقہ کے چیف نے کی۔

گزشتہ سال جب شرما صاحب ممباسہ کے تبلیغی دورہ پر گئے تو کوالے سیکنڈری سکول کے ہیڈ ماسٹر سے مل کر سکول کے طلبا کو دینیات پڑھانے کا انتظام کروایا۔ چنانچہ سوکیہ صاحب گذشتہ سال نہایت کامیابی کے ساتھ اسلامیات کا نصاب جو یونیورسٹی کی طرح سے مقرر ہے پڑھاتے رہے۔ستّر طلبا اس کلاس میں شامل ہوئے۔امسال اپنے دورہ کے دوران شرما صاحب نے موٹونگا گرلز سیکنڈری سکول کی ہیڈ مسٹریس سے اس سلسلہ میں بات کی۔انہوں نے بھی رضامندی ظاہر کی ہے کہ ان کے سکول میں بھی اسلامیات کا نصاب ہم پڑھایا کریں۔

ممباسہ مشن نے آپ کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی جس میں بعض زیرِ تبلیغ غیر احمدی بھی شامل ہوئے۔ شرما صاحب نے اس موقع پر حاضرین سے خطاب کیا۔ تین عرب نوجوان تقریر کے بعد بھی وہیں ٹھہرے رہے اور عشاء تک سوالات پوچھتے رہے۔

آپ نے کوالے سیکنڈری سکول کے مسلم طلبا میں تقریر کی۔ بعد میں طلبا کے سوالات کے نہایت مدلّل اور تسلی بخش جواب دئے۔ ممباسہ کے قیام کے دوران آپ ہر شام مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں آنے والے غیر احمدی احباب کو تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار نوجوانوں نے بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ ان میں سے ایک نوجوان کوالے سیکنڈری سکول کا طالب علم ہے جہاں سوکیہ صاحب گزشتہ سال دینیات پڑھاتے رہے ہیں۔ یہ طالب علم اس سال دینیات کے امتحان میں سارے کینیا میں اول آیا ہے۔

ممباسہ میں آٹھ روز قیام کے بعد شرما صاحب ٹاویٹا تشریف لے گئے یہاں پر ہماری دو پرانی مخلص جماعتیں ہیں آپ ان جماعتوں میں گئے اور تربیتی امور پر تقاریر کیں۔ اس سفر میں مکرم ملک عبدالحمید صاحب آف نیروبی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

احمدیہ مشن سٹال ایلڈوریٹ

گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی مشن نے ایلڈوریٹ ٹاؤن میں منعقد ہونے والے نمائش میں سٹال لگایا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ قریباً تین ہزار زائرین سٹال پر آئے۔ ہماری تبلیغی مساعی اور شائع کردہ لٹریچر خصوصًا قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ 250 شلنگ کا لٹریچر

فروخت ہوا۔

اسی طرح کینیا ٹیچر ٹریننگ کالج کی مسلم یونین نے ماہ نومبر 1968ء میں ہمارے مشن کو اپنے کالج میں اسلامی لٹریچر کی نمائش کرنے کی دعوت دی چنانچہ مکرم شرما صاحب، مکرم عثمانی گوکوریا صاحب مکرم چوہدری محمد اسلام صاحب اور خاکسار کے ہمراہ کالج میں گئے اور اسلامی لٹریچر طلبا کو دکھایا بعض طلبا سے اس موقعہ پر گفتگو بھی ہوئی اور محترم شرما صاحب نے ان کے سوالات کے جواب دئے۔ طلبا میں اخبارات اور پمفلٹ تقسیم کئے گئے بعض طلبا نے کتب خریدیں۔ مسلمان طلبا بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہم کالج کی طرف سے اگلی ٹرم کے شروع میں آپکو تقریر کیلئے پھر بلانے کا انتظام کریں گے۔

اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں

عرصہ زیرِ رپورٹ میں بعض اہم شخصتیوں اور سربراہانِ مملکت سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان سے مل کر تبادلہ خیالات کرنے اور اسلامی لٹریچر ان کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق ملی۔ چنانچہ:

گزشتہ سال اکتوبر میں نیروبی میں زراعتی نمائش کے افتتاح کے لئے لائبیریا کے صدر ڈاکٹر ویب مین تشریف لائے تھے۔ نمائش کے معًا بعد کینیا میں مقیم لائبیریا کے ایمبیسڈر نے ان کے اعزاز میں دعوت دی جس میں یہاں کی حکومت کے وزراء، سرکاری عہدہ دار اور دیگر ممالک کے سفراء مدعو تھے۔ اس موقعہ پر مکرم شرما صاحب نے بحیثیت امیر جماعت ہائے احمدیہ کینیا لائبیریا کے صدر کو کینیا جماعت کی طرف سے خوش آمدید کہا اور ان کی خدمت میں اسلامی لٹریچر پیش کیا جسے انہوں نے خوشی سے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

امسال فروری میں میں غانا کی ''نیشنل بریشن کونسل'' کے سابق چیئر مین جنرل انکرہ کینیا کے دورہ پر آئے۔ ہمارے مشن نے ان سے ملنے اور ان کی خدمت میں اسلامی لٹریچر پیش کرنے کا انتظام کیا، چنانچہ غانا ہائی کمیشنر مقیم نیروبی کی طرف سے جنرل انکرہ کے اعزاز میں دی گئی دعوت میں مشن کو بھی مدعو کیا گیا۔ شرما صاحب عثمان گوکوریا صاحب اور خاکسار نے اس میں شرکت کی۔ اور جنرل انکرہ کو قرآنِ کریم انگریزی اور دیگر اسلامی لٹریچر پیش کیا۔ اس موقع پر عمائدین حکومت، مختلف ممالک کے سفراء اور بہت سے دوسرے لوگوں سے بھی مل کر تبادلہ خیالات کا موقع ملا۔

اس سال فروری کے آخر میں ایلڈوریٹ شہر میں زراعتی نمائش کی افتتاح پر کینیا کے نائب صدر اور وزیرِ داخلہ مسٹر موئی نے کیا۔ وہ ہمارے سٹال پر بھی آئے۔ انہیں خوش آمدید کہا گیا۔ مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم اور دیگر کتب کے تراجم دیکھ کر انہوں نے بہت مسرّت کا اظہار کیا اور کہا "You have done well" ان کی خدمت میں اسلامی لٹریچر پیش کیا گیا۔

شَو کے آخری دن ایلڈوریٹ کے میئر اور ان کی اہلیہ بھی شو کے افسران کے ساتھ سٹال پر آئے۔ سٹال دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہیں اور سوسائٹی کے صدر کی خدمت میں جو ان کے ساتھ تھے بعض کتب تحفۃً پیش کی گئیں جو انہوں نے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیں۔

ٹیلیوژن پر انٹرویو

اس سال اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو دفعہ ہمارے مشن کی طرف سے ٹیلیوژن پر انٹرویو دکھایا جا چکا ہے۔ ایک دفعہ شرما صاحب کا انٹرویو تھا جو خدا کے فضل سے

بہت کامیاب رہا۔ اسلام اور احمدیت پر کئے گئے سوالات کے آپ نے نہایت مدلّل جواب دئے۔سوالات کے جواب میں آپ نے مندرجہ ذیل امور کی بھی وضاحت کی:

اسلام کیا ہے خدا تعالیٰ کے متعلق اسلام اور عیسائیت کے تصور کا موازنہ۔اسلام اور عیسائیت میں سے بالآخر فتح کس کو حاصل ہوگی اور کیوں؟

احمدیت کے ذریعہ اب تک کیا تبدیلی رونما ہوئی ہے اس سے اگلے ہفتے مکرم امین اللہ خان صاحب سالک کو بھی ٹیلیوژن کے ایک پروگرام میں حصہ لینے کا موقعہ ملا۔

تقاریر

پاور اینڈ لائڈ نگ سکول نیروبی کی طرف سے دو دفعہ مشن کو تقریر کرنے کی دعوت ملی۔پہلی دفعہ مکرم امین اللہ خان صاحب سالک نے ''اسلام میں حضرت مسیحؑ کا مقام'' کے موضوع پر تقریر کی۔بعد میں مولانا شرما صاحب نے سوالات کے جواب دئے۔

دوسری دفعہ اسی سکول میں مولانا شرما صاحب نے Why Islam پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔بعد میں ڈیڑھ گھنٹہ تک سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ جاری رہا۔جوابات میں مکرم عثمانی گوکوریا صاحب نے بھی حصہ لیا۔

زائرین

کینیاٹا ٹیچر ٹریننگ کالج میں جو اس ملک میں سب سے بڑا کالج ہے گذشتہ سال اور اس سال بھی مشن کی طرف سے تقاریر ہو چکی ہیں۔یہاں کے موازنہ مذاہب کے پروفیسران تقاریر سے بہت متاثر ہوئے۔اس سال وہ اپنے طلبا کو مختلف اوقات میں مشن ہاؤس میں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کیلئے لائے۔پہلا گروپ یکم فروری کو دوسرا آٹھ فروری کو اور تیسرا پندرہ فروری کو آیا۔ہر گروپ ستّر طلبا پر مشتمل تھا۔ہر دفعہ شرما

صاحب نے ان کے سامنے اسلامی تعلیمات پر خطاب کیا اور خصوصًا اسلامی عبادت ''نماز'' پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ بعد میں آپ نے ان کے سوالوں کے تسلّی بخش جواب دئے۔آخر میں طلبا میں ''ایسٹ افریقہ ٹائمز'' تقسیم کیا گیا۔

مختلف اوقات میں انفرادی طور پر زائرین بھی مشن ہاؤس آتے رہے جن میں سے ایک یورپین سائنس ٹیچر جو ڈیوک آف یارک سکول میں پڑھاتے ہیں قابلِ ذکر ہیں۔ یہ دوست پہلے بھی آ چکے ہیں۔ اسلام کے بارہ میں انہیں مزید معلومات بہم پہنچائی گئیں۔

دوسرے ایک یورپین لیڈی جو یونیورسٹی کالج میں پروفیسر ہیں احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے آئیں۔ایک گھنٹہ تک سوالات پوچھتی رہیں بعد میں 40 شلنگ کا لٹریچر خرید کر لے گئیں اس کے علاوہ ایک مسلمان سپرنٹنڈنٹ پولیس مشن میں آئے انہیں لٹریچر دکھایا جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔جاتے ہوئے کچھ کتب خرید کیں۔

اسی طرح ایک جرمن متعدد بار مشن میں آتے رہتے ہیں اور ہمارا لٹریچر لے کر پڑھتے ہیں۔پچھلے دنوں انہوں نے انگریزی تفسیر کا مکمل سیٹ خریدا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

تقاریب میں شرکت

مؤرخہ 24 مارچ کو پاکستان ڈے کے موقع پر پاکستانی ہائی کمیشنر مقیم نیروبی کی طرف سے دی گئی دعوت پر خاکسار۔مولانا شرما صاحب اور سید محمد اقبال شاہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی شریک ہوئے۔اس موقع پر بعض سرکاری افسران و کارکنان سے مل کر مشن سے تعارف کرانے کا موقع میسر آیا۔

عید الاضحیہ کے موقع پر یونیورسٹی کالج نیروبی کی مسلم یونین کی طرف سے ایک تقریب میں شرما صاحب کو مدعو کیا گیا، اس موقع پر آپ کی کالج کے بعض پروفیسروں اور طلبا سے تبلیغی گفتگو ہوئی۔

باوا نانک کی برسی کے موقع پر بھی پنجابی لٹریری (Literary) سوسائٹی کی طرف سے دعوت ملی جس میں شرما صاحب نے شرکت کی اور اس طرح مشن سے بہت سی معروف شخصیات کو متعارف کرانے کا موقع ملا۔

نیروبی سے 16 میل دور Alliance High School ہے جہاں بعض مسلمان طلبا بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان طلبا نے مسلم یونین قائم کی ہوئی ہے۔ اس سکول میں جانے پر ہمیں طلبا کا علم ہوا۔ چنانچہ ہم ان میں سے بعض سے ملے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اگلے ہفتے انہوں نے دوسرے معلمین کو چائے پر بلایا، ہمیں بھی شمولیت کی دعوت دی۔ چنانچہ ان کی خواہش پر خاکسار، شرما صاحب اور مکرم عثمان گوکور یا صاحب شامل ہوئے۔ شرما صاحب نے بعد میں انہیں مفید نصائح فرمائیں۔ اس یونین کے بعض ممبران بعد میں مشن دیکھنے آئے۔ ہمارا لٹریچر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کے سیکرٹری نے کہا کہ ہم اپنے سکول کے ہیڈ ماسٹر سے اس سلسلہ میں بات کریں گے تا اسلامی لٹریچر خرید کر سکول کی لائبریری میں رکھوایا جا سکے۔

رمضان المبارک کو دوران نیروبی میں مردوں میں ایک پارہ کا درس روزانہ دیا جاتا رہا۔

بیعتیں

عرصہ زیرِ رپورٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے 23 بیعتیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نو مبائعین کو استقامت بخشے۔ آمین۔

کینیا میں طریق تبلیغ

یہاں پر مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے روابط ہر سطح کے لوگوں اور اہم شخصیات سے تھے بشمول قاضی، سیاست دان، آفیسر، تاجر، دکاندار، ڈپٹی کمیشنر، ڈسٹرکٹ آفیسر، ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر، اسماعیلی اور بوہرہ فرقوں کے معززین۔ یورپین سٹلمنٹ آفیسر۔ چرچ آف انگلینڈ کے پادری، سکھ افراد افریقن مسلم ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ۔ Lou قوم کے صدر سے آپ نے ملاقات کی۔ اپنے علاقہ کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے ساتھ ان کی خواہش پر آپ نے گورنمنٹ سکولوں کا معائنہ کیا۔ آپ کی اس علاقہ میں تقرری کی خبر یہاں کے روزانہ اخبار Mombasa Times میں بھی آئی جو کہ ملک میں ایک اہم اخبار ہے۔ آپ باقاعدگی سے لوکل اخبارات کا مطالعہ کرتے اور حالات سے آگاہ رہتے۔ اسی طرح جماعتی لٹریچر کی بھی کثرت سے اشاعت اور تقسیم کرتے۔ خط و کتابت۔ اس زمانہ میں نیروبی کو احمدیہ مشن ایسٹ افریقہ کا مرکز سمجھا جاتا تھا لہذا مذہبی استفسارات مختلف ممالک تنزانیہ، یوگنڈا، زیمبیا، کونگو، روانڈا، Basundu، سوڈان اور صمالی لینڈ سے نیروبی ہی بھیجے جاتے تھے۔ مہمان نوازی کے فرائض بھی آپ اپنی اہلیہ کی بھرپور مدد سے بجالاتے۔ نیروبی میں ایسٹ افرقین یونیورسٹی کے تحت بہت سے مشہور کالج اور سکول ہیں جو تقاریر کیلئے آپ کو بلایا تھے۔ اسی طرح یہاں کے ریڈیو میں ہر ماہ دو مرتبہ آپ کو بلایا جاتا۔

یہاں جماعتی اخبار East African Times اور اخبار احمدیہ چھپتا تو مولانا عبدالکریم شرما صاحب ان میں اداریے اور مضامین بھی لکھتے۔

اس دور کی مصروفیات سے متعلق مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں:

'اگرچہ بارہ سے اٹھارہ گھنٹے بلاناغہ روزانہ کام کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ دیتا ہے مگر پھر بھی پورے طور پر سارے فرائض سے ایک شخص عہدہ برانہیں ہوسکتا۔'

ایسٹ افریقہ میں جماعت کا ایک بہت بڑا مدّ مقابل چرچ کے مختلف مشن تھے۔ انہوں نے عرصہ دراز سے اسلام کے خلاف ایک جارحانہ رویہ اختیار کیا ہوا تھا۔ اس دور میں ممباسہ کے ایک انگلش چرچ کے ایک نوجوان پادری نے آپ سے یہ اقرار کیا:

'چرچ نے اب محسوس کر لیا ہے کہ گزشتہ دوسو سال سے اس نے جو رسول کریم ﷺ کی ذات اور اسلام کے خلاف اعتراضات کا طریق اختیار کیا ہوا تھا وہ درست نہیں تھا۔ اس سے چرچ کو فائدہ ہونے کی بجائے نقصان پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب یورپ میں ایسے مصنفین پیدا ہو رہے ہیں جو اسلام سے ہمدردی رکھتے ہیں۔'

جماعت کی سالانہ کانفرنس ممباسہ میں منعقد ہوا کرتی تھی۔ جو بالعموم تین دن کی ہوتی تھی۔ اس موقعہ پر ایک مرتبہ ایک پبلک تبلیغی جلسہ کرنے کا بندوبست کیا۔ اس سلسلہ میں ایک کشادہ ہال کرایہ پر لیا گیا۔ 400 دعوت نامے بھجوائے گئے اور شہر میں بھی کچھ تقسیم ہوئے۔ یہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا۔

ذیل میں ان کتب کی فہرست لکھی جاتی ہے جنہیں آپ بکثرت تقسیم کرتے:

Invitation to Ahmadiyyat, Introduction to study, Holy Qur'an English translation, Philosophy, New World Order, An interpretation of Islam

خط مؤرخہ 26 دسمبر 1967ء

اہل وعیال جنجہ سے نیروبی منتقل ہو گئے

'دو ماہ ہوئے کینیا کے ریڈیو پر روزانہ صبح وشام سواحیلی زبان میں قرآن کریم کا درس اور ہر جمعہ کو تیس منٹ کی تقریر نشر کرنے کی اجازت ملی تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک 9 تقاریر نشر ہو چکی ہیں اور پچاس درس ریکارڈ کرائے جا چکے ہیں جمعہ کے روز تقاریر نیروبی ریڈیو سٹیشن کے علاوہ ممباسہ ریڈیو سٹیشن پر بھی نشر ہوتی رہی ہیں۔ گزشتہ جمعہ کو حضور کا رمضان المبارک کے متعلق خطبہ فرمودہ 24 نومبر 67 سواحیلی زبان میں ترجمہ کر کے نشر کیا الحمدللہ خدا کے فضل سے ہمارا یہ پروگرام خاصہ مقبول ہو رہا ہے۔'

1967ء میں حکومت نے دو کمیشن بٹھائے ایک وراثت کے بارہ میں دوسرا طلاق سے متعلق۔ اس پر جماعت کی طرف سے مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے موقف بھیجا۔ پھر کمیشن کے سامنے پیش ہوتے ہوئے یہ بیان دیا:

'خاکسار نے کہا کہ مجھے بیس سال اس ملک کے مختلف قبائل میں کام کرنے کا موقعہ ملا ہے افریقی سوشیالوجی sociology کا میں نے مطالعہ کیا ہے اگر افریقی رسم ورواج کو improve کیا جائے تو اسلامی قوانین سے مطابقت دکھانے لگتے ہیں۔ خاکسار کی اس بات پر کمیشن نے خاص توجہ دی۔'

مارچ 1969ء کی رپورٹ کے مطابق مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے ساحلی علاقوں کا آٹھ روزہ دورہ کیا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا۔ جماعت کو ایک عمارت ملی جس میں سیکنڈری سکول جاری کرنے کا ارادہ تھا۔ آپ نے کوالے سیکنڈری سکول کے طلبہ سے 'اسلام میں نبوت' پر خطاب کیا۔ سوالات کے جواب دئے۔ وہاں سے دو میل دور بمقام گولینی میں 150 افراد اور ان کے رئیس کے مجمع میں اسلام کے خلاف اٹھنے والے خطرات اور مسلمانوں کی ذمہ داریوں پر خطاب کیا، بعد ازاں سوال و جواب

ہوئے۔گورنمنٹ کے افیسرز کی زیارت۔دوطلبہ کا قبول احمدیت۔

خط8نومبر1968

پاکستان کے ہائی کمیشنر نے مولانا عبدالکریم شرما صاحب کو بلا کر کہا کہ پاکستانی گورنمنٹ کو شکایت ہے کہ احمدی بجائے غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال رہے ہیں۔آپ نے جواب دیا کہ ہمارا مقصد غیروں میں تبلیغ ہے مگر جہاں واسطہ پڑے مسلمانوں سے بھی گفتگو ہوتی ہے اور انہیں صحیح تعلیمات سے آگاہ کرتے ہیں۔'اکثر کام عیسائیوں سے ہوتا ہے یا ان مسلمانوں سے جو عیسائیت سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کیلئے مفید ہے کہ سکول کھولے جائیں چنانچہ جماعت یہ کوشش کرتی ہے۔'

حکومت نے مولانا عبدالکریم شرما صاحب کو حالات کی وجہ سے صرف ستمبر 1969 تک نیروبی میں رہنے کا پرمٹ دیا۔7 طلبہ دینیات پڑھنے آگئے جنہیں مبلغ بنانا تھا۔

1969 کی ایک تحریر میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ جہاں کہیں جماعت کا نیا مرکز کھلتا تو مخالفت کا سامنا ہوتا۔ممباسہ،ٹبورا،لنڈی،ریفی جی،سونگیا اور راگول مقامات پر بھی ایسے حالات تھے۔جہاں کہیں مبلغ جاتا مخالف مسلمان شور مچا دیتے۔

'دارالسلام میں بھی جب نیا نیا مشن کھلا تو مجھ پر پتھر پھینکے جاتے تھے۔گھر پر بھی رات کے وقت پتھراؤ ہوتا تھا۔کھڑکی کھلی دیکھتے تو گوبر وغیرہ پانی میں حل کر کے پھینک جاتے تھے۔کچھ عرصہ کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں سے نہیں جاتے تو خاموش ہو گئے۔مئی 1969ء کو لاموکے مقام پر نیا مشن کھلا جو صمالی لینڈ کے قریب سمندر کے کنارہ پر واقع ہے۔مشرقی افریقہ میں اسلام سب سے پہلے یہاں آیا تھا۔

مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے جولائی 1969ء کینیا مشن میں آپ سے

چارج لیا۔اس وقت آپ کی واپسی متوقع تھی۔

خط 24مارچ1969ء

'ملکی حالات ایسے ہورہے ہیں کہ کسی وقت بھی پاکستانی مبلغین کا داخلہ یہاں بند ہو سکتا ہے۔افریقی معلمین یہاں تیار کرنے نہایت ضروری ہے'۔1966ء کے ایک خط میں لکھا کہ جن ایشین لوگوں نے کینیا میں 1965 تک نیشنیلٹی نہیں لی تھی انہیں اب ٹھہرنے کی اجازت نہیں جس کی وجہ سے قریباً80فیصد احمدیوں کو ہجرت کرنی پڑی۔

خدا کی قسم میں نے ان کتابوں میں نور پایا

'مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے ممباسہ سے متعدد تعلیم یافتہ عرب اور افریقن تک پیغام صداقت پہنچایا۔چیدہ چیدہ لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔عرب سیکنڈری سکول اور مسلم انسٹی ٹیوٹ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ایک بار زنجبار کے ایک تاجر آپ سے حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب لے گئے۔**دوبارہ آئے تو کہنے لگے خدا کی قسم میں نے ان کتابوں میں نور پایا ہے**۔میرا ایمان ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے اور مجھے یقین ہے کہ احمدیت ضرور پھیل کر رہے گی'۔

مبلغین کرام کے خطوط

مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما

کینیا سے 30 مئی کو لکھتے ہیں کہ مئی کے مہینہ میں مکرم گاکوریا صاحب کے ساتھ چار دفعہ Kenyatta University College(KU) کالج گئے۔ ہر دفعہ تین ساڑھے تین گھنٹے تک اسلام اور عیسائیت پر گفتگو ہوئی۔طلبا نے متعدد سوالات کر کے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا اور انہوں نے لٹریچر بھی خریدا۔ان مواقع پر پچاس سے اڑھائی سو کی

تعداد میں طلبا سے ملاقات ہوتی رہی۔

کابے ٹا (Kabeta) کے قریب سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ لوگوں کا گرجا ہے جہاں سنڈی سرکل کے ذریعہ بائبل کی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔مکرم شرما صاحب اس سنڈی سرکل میں تشریف لے گئے اور تین گھنٹے تک ایک پادری صاحب سے مذہبی امور کے متعلق گفتگو ہوئی۔ان پادری صاحب کے علاوہ تین اَور عیسائی منادوں نے بھی اس گفتگو میں حصہ لیا۔گفتگو کا موضوع الوہیتِ مسیح اور مسیح کی آمدِ ثانی تھا۔

مکرم شرما صاحب نے اپنے خط محررہ 6 جون میں اطلاع دی ہے کہ کینیا ریڈیو اور ٹیلیوژن کے روزانہ پروگراموں میں (اور ہفتہ وار پروگراموں میں بھی) احمدیہ جماعت کے نمائندہ کو شامل کرلیا گیا ہے۔

کاروانِ اسلام

کینیا۔مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما

گزشتہ ہفتہ نیروبی میں International Council of Christian Churches کی کانفرنس ہوئی جس میں دنیا بھر کے عیسائی چرچوں کے پانچ ہزار نمائندے شرکت کے لئے آئے تھے۔کانفرنس یہاں کے مشہور ہال میں منعقد ہوئی جو دس روز رہی۔ہال کا یومیہ کرایہ سات ہزار شلنگ تھا۔کانفرنس اگرچہ بڑی شان وشوکت سے منعقد کی گئی تھی لیکن اس کا انجام بہت برا ہوا۔اس کانفرنس میں جہاں باہر سے آئے ہوئے عیسائی عمائدین کی سخت مذمت اور رسوائی ہوئی وہاں اس موقع پر باہر سے آئے ہوئے نمائندگان کو ہم نے The Messiah has Come اور Jesus in Kashmir پمفلٹ دیئے۔

پاکستان کے مختلف شہروں سے تیس عیسائی منادوں کا وفد بھی آیا تھا۔ خاکسار، برادرم مولوی عبدالباسط صاحب کے ہمراہ ہوٹل میں جا کر ان سے ملا۔ دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوئی۔ انہوں نے مشرقی افریقہ میں ہمارے مشنوں کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔ وہ کہنے لگے کہ مولوی نورانی تو کہتے تھے کہ مشن بند ہو گئے ہیں۔ ایبٹ آباد اور کوئٹہ کے نمائندوں نے یہاں کا میوزیم دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ انہیں اپنی کار میں لے کر گیا اور میوزیم اور مختلف جگہیں دکھائیں۔ یہ لوگ بہت متاثر تھے۔

اس ماہ خاکسار مکرم گاکوریا صاحب کے ہمراہ ایک دفعہ کنیاٹا یونیورسٹی کالج میں گیا۔ متعدد طلبا کو تبلیغ کی اور لٹریچر دیا۔ دو دفعہ ٹنری کالج میں گیا اس کالج میں مسلم طلبا کی تنظیم ہے اس میں تقریر کی۔ بعد میں ڈیڑھ گھنٹے تک سوالات کے جواب دئے۔ کالج کے تین طلبا مشن ہاؤس میں ملنے آئے۔ تنظیم نے اگلی اتوار کو چائے پر مدعو کیا مکرم گاکوریا صاحب کے ساتھ گیا۔ اس موقع پر بھی تقریر کی۔ بعد میں سوالات کے جواب دئے۔

یہاں پر افریقیوں نے بعض اپنے چرچ کھول لئے ہیں۔ ایک ایسا ہی چرچ Holy Spirit Church نام کا چرچ ہے جس کے تیس ہزار پیروکار بتائے جاتے ہیں۔ اس چرچ کے بشپ صاحب بارہ افراد کے ساتھ ملنے آئے۔ ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ اسلام کے بارہ میں ہمیں واقفیت دی جائے۔ اس غرض کیلئے انہوں نے کہا کہ وہ ایک ماہ کیلئے کلاس کھولیں گے آپ اس میں آ کر ہمیں پڑھائیں۔ خاکسار نے منظور کیا۔

ایک روز مکرم گاکوریا صاحب کے ساتھ سلطان حمود قصبہ میں گیا۔ یہ قصبہ نیروبی سے 80 میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس علاقہ میں ایک افریقی احمدی مسٹر نعمان لوگنڈو رہتے ہیں۔ وہ گزشتہ ماہ پارلیمنٹ کے ایک ضمنی انتخاب کیلئے بطور امیدوار کھڑے ہوئے تھے

تھوڑے سے ووٹوں کی کمی کی وجہ سے رہ گئے۔ان کو ملنے کے لئے ان کے ہاں گیا لیکن وہ موجود نہ تھے۔اس جگہ مکتی فوج کے ایک منادا اور بعض عیسائیوں سے تبلیغی گفتگو ہوئی۔ یہاں کے امام مسجد اور سرکردہ مسلمانوں سے بھی ملا اور ماپنز یا مونگو کے پرچے تقسیم کئے۔

Kebete میں ایک افریقی احمدی نوجوان نے رومن کیتھولک پادری صاحب سے تبادلہ خیالات کا انتظام کیا تھا۔مکرم عبدالباسط صاحب کے ہمراہ ان کے ہاں گیا۔ اچھے ماحول میں گفتگو ہوئی انہیں لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔مشن میں ایک پاکستانی اور متعدد افریقی آئے ان سے گفتگو ہوئی اور لٹریچر دیا۔

روزانہ بعد نماز مغرب مسجد میں حدیث شریف کا درس دیا۔

افریقہ کے لامذہب

مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب مندرجہ ذیل اپنے ایک مضمون میں افریقہ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

''مشرقی افریقہ کے اصلی باشندوں کا بیشتر حصہ اسلام یا عیسائی مذہب کو قبول کر چکا ہے۔کچھ لوگ باقی ہیں شینزی (SHANZI) کا لفظ بالعموم اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ اب یہ ایک گالی سمجھی جاتا ہے۔خصوصاً ایسے علاقوں میں جہاں تہذیب و تمدن سے افریقن آراستہ ہو رہے ہیں۔یعنی جنہیں لامذہب کہتے ہیں۔وہ بیچارے خود بھی اس نام پر مطمئن ہو گئے ہیں۔لیکن شینزی وہ ان معنوں میں نہیں ہیں۔کہ ان کے مذہبی خیالات اور اعتقادات کچھ نہیں ہیں۔ان کے مذہبی خیالات اور اعتقادات تو ہیں لیکن لامذہب کی رُو سے شینزی اس لئے کہلاتے ہیں کہ تہذیب وتمدن کے لحاظ سے بہت ابتدائی حالت میں ہونے کی وجہ سے وہ اپنے مذہبی خیالات اور اعتقادات کا کوئی نام

تجویز نہیں کر سکے اور نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ان خیالات اور اعتقادات کو انہیں سکھانے والا کون معلم تھا۔ ان کی باہمی تنظیم بھی ان نیم مذہبی اعتقادات کی بنا پر نہیں۔ ان کی موجودہ تنظیم قبائل کے لحاظ سے ہے۔ ہر افریقن اپنے قبیلہ کو دوسرے کے قبیلہ سے برتر و افضل سمجھتا ہے۔ جب کسی شینزی سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو وہ بڑے فخر سے اپنے قبیلہ کا نام بتاتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ میں مسائی ہوں۔ تمہارا مذہب کیا ہے۔ اس سوال کو وہ بہت کم سمجھتا ہے۔ بسا اوقات وہ اس سوال کے جواب میں بھی اپنے قبیلہ کا نام بتاتا ہے۔ لیکن جب اس کے جواب کی غلطی اس پر واضح کی جاتی ہے اور اسے سمجھایا جاتا ہے کہ کہ اس کے قبیلہ کے متعلق سوال نہیں کیا گیا بلکہ اس کے مذہب کے متعلق پوچھا جا رہا ہے تب جا کر اس کا دماغ دوسری طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی شہر کے نزدیک رہنے والا ہے تو نسبتاً زیادہ ہوشیار ہوگا اور کسی جنگل میں رہتا ہے تو جواب دیتے وقت اس کی ایسی حالت ہوتی ہے جس طرح کہ ایک خوردسال بچہ کی حالت اس وقت ہوتی ہے جب کہ اس پر ایسا سوال کر دیا جائے جس کا جواب وہ آسانی سے نہیں دے سکتا۔ بچہ عموماً اس وقت سوچنے کے لئے ایک وقفہ چاہتا ہے اور اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے اور سائل کو مشغول رکھنے کے لئے وہ سوال بار بار دہراتا جاتا ہے تا کہ سائل جلد بے صبرا نہ ہو جائے اور اس کو کافی سوچنے کا موقعہ مل جائے بعینہٖ اس طرح شینزی سوال کے وقت کرتا ہے وہ سوال کو دو ایک بار دہراتا ہے میرا مذہب؟۔۔۔۔ میرا مذہب! ایسے موقعہ پر سائل جو عموماً زیادہ صبر سے کام نہیں لینا چاہتا خود ہی اس کی مشکل کو حل کر دیتا ہے۔ کیا تم شینزی ہو۔ ''ہاں'' بڑی خوشی سے افریقن اقرار کر لیتا ہے۔

آپ اس کو شینزی کہہ لیں یا اس کا کچھ اور نام رکھ لیں وہ انسان ہے اور انسان کی

فطرت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا شعور رکھ دیا ہے۔ انسان خواہ کتنی ہی ادنیٰ حالت میں ہو اُس کو کوئی بتانے والا ہو یا نہ ہو۔ اس کا ضمیر پکارتا ہے کہ کوئی بالا ہستی ضرور ہے۔ جس نے انہیں سنبھالا ہوا ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں انسان ہزاروں ایسے حالات میں سے گزرتا ہے کہ جن کی بنا پر وہ ایک بالِارادہ بالا ہستی کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے افریقہ کے یہ قبائل اس کی واضح مثال ہیں۔ یہ لوگ دنیا کے موجودہ مذاہب میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔ نہ ان کے پاس کوئی مذہبی کتاب ہے اور نہ بتانے والا پھر بھی یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل ہیں۔ مجھے اس جگہ آئے ابھی چند ماہ ہوئے ہیں۔ میں یہاں کی زبان نہیں جانتا۔ ترجمان کے ذریعہ کبھی شینزی لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اس لئے میں اپنی رائے کو یقینی نہیں قرار دے سکتا لیکن میرا مشاہدہ یہ ہے کہ اپنے مذہب کے متعلق خواہ وہ کچھ بتا سکیں یا نہ بتا سکیں۔ مگر جب بھی میں نے کسی شینزی سے یہ پوچھا ہے کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو اس نے ہمیشہ یہی جواب دیا ہے کہ خدا نے۔ لیکن جب میں نے ان سے خدا کے متعلق مزید پوچھا مثلاً یہ سوال کہ تم کو کس نے بتایا کہ خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے؟ تو اس پر شینزی نوجوان قہقہہ لگاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ شاید وہ اس سوال کو ہی بیہودہ سمجھتا ہے۔ اتنی بدیہی بات کے متعلق وہ کیا جواب دے۔ اس کی فطرت پکارتی ہے کہ کوئی تو ہے جس نے اسے پیدا کیا پھر وہ اس سوال پر کیوں نہ ہنسے؟

افسوس! وہ دنیا جو مہذّب کہلاتی ہے۔ انسانی فلسفہ نے ان میں سے بہتوں کی شنوائی کو اس حد تک مفلوج کر دیا ہے کہ وہ فطرت کی آواز کو بھی نہیں سُن سکتے۔ افریقہ کا شینزی جس ہستی کو سمجھتا اور مانتا ہے اور جس کے ہونے کو وہ اس حد تک بدیہی خیال کرتا

ہے کہ اس کے وجود پر دلیل پوچھنے کو بھی وہ فضول سمجھتا ہے یورپ کا فلسفی اس کو پہچاننے سے قاصر ہے۔

افریقہ کے شنینزی اپنے خیالات اور اعتقادات کے متعلق تفصیلاً گفتگو نہیں کر سکتے۔ ان کے عقائد معلوم کرنے کے لئے سائل کو مختلف قسم کے سوال کئی رنگ میں کرنے پڑیں گے۔ تب جا کر شاید وہ ان کے عقائد کے متعلق کوئی خیال پیدا کر سکے۔ زیادہ تر ان لوگوں کی باہمی گفتگو ان کے فقروں کو توجہ سے سننے اور ان کے رسم ورواج کو بغور دیکھنے سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے عقائد کیا ہیں۔ خدا تعالیٰ کے متعلق ان کا خیال ہے کہ اُس نے کل کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہ ہر جگہ ہے۔ آسمان پر سورج پر اور زمین کی گہرائیوں میں اس کا ہونا خاص طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بعض قبائل کی زبانوں میں خدا کا نام اور سورج کا نام مشترک ہے۔ اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ لوگ آسمان اور سورج کو ہی خدا سمجھتے ہیں۔ شینزی لوگ عموماً خدا کی عبادت کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ زیادہ تر ارواح کو پوجنے اور انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ ارواح خدا اور بندے کے درمیان واسطہ مانی جاتی ہیں۔ بعض قبائل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ خدا ہمیشہ ہے بھلائی کرتا ہے۔ برائی اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ مگر مجھ پر اثر یہ ہے افریقن خواہ وہ شینزی ہے یا کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہے خدا کی محبت اور اس کے رحم اور فضل کی نسبت اس کے غضب انتقام اور شدید العقاب ہونے کو زیادہ جانتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے جب کسی وعظ میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے بے انتہا رحم اور فضل کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے تو لوگ بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ بسا اوقات اونگھنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے عذاب اور اس کی جہنم کا ذکر کیا جاتا ہے تو سب ہوشیار اور ہمہ تن متوجہ ہو جاتے

ہیں۔ اور اثر بھی قبول کرتے ہیں۔ اس سے میں یہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ افریقہ کے باشندے خدا تعالیٰ کا شدید العقاب ہونے کی حیثیت میں زیادہ جانتے ہیں (الا ما شاء اللہ) اور اس کی محبت اور بے انتہا رحم وکرم سے بہت کم واقف ہیں۔

ارواح کے متعلق مختلف قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد بزرگوں کی ارواح جنگلوں میں رہتی ہیں۔ بعض دفعہ جانورں میں بھی داخل ہو جاتی ہیں۔ مرنے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ خاندان اور قبیلہ کے لوگ اُسے یاد رکھیں وہ سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کے مرنے کے بعد اگر ان کے پسماندگان ان کو بھلا دیتے ہیں تو بزرگوں کی روحیں ان سے ناراض ہو جاتی ہیں۔ اور طرح طرح کی بیماریاں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ کسی پیشہ ور مثلاً لوہار کمہار کے بچے بیمار ہو جاتے ہیں تو وہ خیال کرتا ہے کہ بزرگوں کی روحیں ناراض ہیں کیونکہ محنت سے کام نہیں کرتا۔ جب چیچک یا کوئی اور وبا پھوٹ پڑتی ہے تو والدین بچوں کو باہر کھیلنے نہیں دیتے اور نہ اونچا بولنے دیتے ہیں۔ مبادا وہ روح جس کی وجہ سے یہ وبا پھیل گئی ہے بچوں کا شور سن کر جنگل سے گاؤں میں نہ آ جائے۔ اس قسم کی روح کو افریقن Mizimu کہتے ہیں۔ یہ عموماً گاؤں کے قریب کسی درخت پر رہتی ہے۔ اہل دیہہ پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اُسے ہمیشہ خوش رکھنا پڑتا ہے۔ جب کوئی بیماری گاؤں میں پھیلتی ہے تو گاؤں کے سب بچے بوڑھے مرد عورتیں درخت کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے نیچے سے جگہ کو اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے۔ گاؤں کا نمبردار قربانی لاتا ہے۔ اور روح سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ ''اے باپ ہمیں علم نہ تھا کہ آپ کے رہنے کی جگہ ہے ہم سے قصور ہوا ہے۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔ ہم سب یہاں اہل وعیال سمیت آئے ہیں یہ قربانی ہم تیرے حضور پیش کرنے کے لئے لائے ہیں۔

اسے قبول فرمایئے اور ہمیں زندگی دیجئے۔'' قربانی کی جاتی ہے۔ایک حصہ روح کو نذر کر دیا جاتا ہے۔باقی خود کھا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

انسان روح اور جسم سے مرکب ہے روح انسان کے جسم میں کہاں رہتی ہے اس کے متعلق افریقن قبائل میں مختلف خیال پائے جاتے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ روح انسان کے سر میں رہتی ہے۔بعض دل کو روح کا گھر سمجھتے ہیں۔بعض کے نزدیک روح خون میں پیدا ہوتی ہے۔بعض روح کو آنکھ میں بتاتے ہیں۔دلیل بدنظری ہے جو انسان کو آنکھ کے ذریعہ سے لگ جاتی ہے۔بعض روح کو سارے جسم میں خیال کرتے ہیں۔ایسے لوگ آپریشن وغیرہ کروانا پسند نہیں کرتے۔حتی کے اپنے کٹے ہوئے بال اور ناخن وغیرہ بھی چھپا دیتے ہیں۔تا کہ دشمن اُن پر قابض ہو کر نقصان وغیرہ نہ پہنچا سکے۔کچھ عرصہ ہوا۔ایک کتاب میں مَیں نے یہ لطیفہ پڑھا کہ ابتدا میں جب یورپین اس ملک میں آئے وہ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ جب وہ داڑھی مونڈھ چکتے ہیں تو ان کا افریقن ملازم بالوں والا کاغذ اٹھاتے ہوئے گھبراتا ہے دریافت کرنے پر وجہ یہ معلوم ہوئی کہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر صاحب کو خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو اس پر شک کیا جائے گا کہ اس نے صاحب کو کچھ کر دیا۔

شینزی لوگ جادوٹونے ایسے توہمات میں مبتلا ہیں بیماری کے وقت افریقن دل طبعًا اس طرف مائل ہوتا ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چند ہی آدمی طبعی موت مرتے ہیں۔باقی سب جادو کی نذر ہو جاتے ہیں۔اس لئے جب کوئی جوان اور بچہ مر جاتا ہے تو یہ پتہ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کسی کے جادو کرنے کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے۔ایسے لوگ عموماً مریض کی عیادت کے لئے جانا بھی پسند نہیں کرتے کیونکہ ان کو یہ خیال رہتا ہے کہ اگر مریض مر گیا تو ان پر شک کیا جائے گا کہ انہوں نے جادو کر دیا

ہے جادو کے خیال سے شینزی لوگ اپنے گھر بھی دور دور بناتے ہیں کیونکہ انہیں خوف رہتا ہے کہ پڑوسی کسی وقت حسد میں آ کر ان پر جادو نہ کر دے خشک سالی کے زمانے میں بارش مانگنے کے لئے بعض قبائل اپنے دیوتاؤں کے سامنے بیل کی قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کے لئے بیل سیاہ رنگ کا منتخب کیا جاتا ہے۔ سیاہ رنگ کے بیل کو شاید اس لئے پسند کرتے ہیں کہ بادلوں کے ساتھ اس رنگ کو مناسبت ہے۔ بعض قبائل کا دستور ہے کہ کھیت میں بیج عورت کے ہاتھ سے ڈلواتے ہیں ان کا خیال ہے کہ عورت میں بڑھانے کا مادہ ہوتا ہے اسی طرح تجارت کے لئے کسی اور اچھے کام پر جاتے وقت سڑک پر اگر کسی لڑکی سے سامنا ہو جاتا ہے تو یہ اچھا شگون خیال کیا جاتا ہے ہندوستان میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اس قسم کے توہمات میں مبتلا ہیں۔ اعتقادات کے لحاظ سے بھی ان میں اور افریقہ کے شینزیوں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جب ایسے لوگ افریقہ میں آتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مذہب کا ماننے والا اور ان افریقن کو شینزی یعنی لا مذہب کہتے ہیں۔ اور اپنی حالت پر نگاہ نہیں کرتے۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل لاہور 16 اکتوبر 1948)

ایک انگریز محقق کا مقالہ

1974ء میں ایک انگریز محقق Earl Martin Richard نے ایک تفصیلی مقالہ یونیورسٹی آف نائروبی میں شائع کیا جس کا عنوان تھا:

Certain aspects of the Ahmadiyya Movement in East Africa with particular reference to its religious practice and the development of its history and theology in the East African environment

ان صاحب نے دس سالہ عرصہ میں ایسٹ افریقہ میں جماعتی مشن کا تفصیلی جائزہ لیا۔ اسی طرح جماعتی تراجم اور رسائل پر بھی گہری نظر ڈالی۔ اس مقالہ کے 300 سے زائد صفحات ہیں اور اس کے انڈکس میں ان تمام مبلغین کے اسماء درج ہیں جنہوں نے 1936 سے لے کر 1974 تک ان علاقوں میں خدمت کی۔ اس مقالہ میں سے چند انکشافات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغ جنہیں ان علاقوں میں بھجوایا گیا مولانا شیخ مبارک احمد صاحبؓ تھے۔ آپ 1934 میں تشریف لائے اور شروع کے 15 سالوں میں آپ اکیلے مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو نمایاں ترقیات حاصل ہوئیں۔ جماعت کی تعداد ہزاروں تک چلی گئی۔ قرآن کریم کا سواحیلی زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ رسالہ مپنزے یا مونگو (محبت الٰہی) کا اجرا 1936ء میں ہوا۔ اس کا نام عیسائی عقیدہ کا رد تھا جس کے بقول نجات کفارہ پر ایمان کے ذریعہ ممکن ہے جبکہ اسلام نجات کا منبع محبتِ الٰہی قرار دیتا ہے۔

جنگ عظیم دوم کے اختتام پر 10 مبلغین کو ایسٹ افریقہ کیلئے روانہ کیا گیا۔ ان میں سب سے پہلے نمبر پر مولانا نورالحق انور صاحب تھے جنہیں 1945ء یوگنڈا کے علاقہ میں بھیجا گیا۔ اس وقت یہاں چند ہی احمدی مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے درج ذیل مبلغین تشریف لائے۔

مولانا چوہدری عنایت اللہ احمدی صاحب، مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب، مولانا محمد ابراہیم حکیم صاحب، مولانا عنایت اللہ خان خلیل صاحب، مولانا ضیاء اللہ میر صاحب، مولانا جلال الدین قمر صاحب، مولانا سید ولی اللہ شاہ صاحب، مولانا محمد منور صاحب،

مولانا عبدالکریم صاحب شرما صاحب۔

جب 1953ء میں مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا تقرر دار السلام میں ہوا تو اسوقت سنی عمائدین کی طرف سے سخت مخالفت کا سامنا تھا۔ چنانچہ جب مسجد کی بنیاد رکھی گئی تو باقاعدہ پولیس وہاں احمدیوں کی حفاظت کیلئے موجود تھی کیونکہ مخالفین کے طرف سے مسلسل دھمکیاں مل رہی تھیں۔ اس مسجد کی تعمیر ایک مخلص سنی معمار نے کی جس نے کام مکمل ہونے کے بعد قیمت وصول کی۔ مزید یہ کہ مسجد کی تعمیر میں لوکل جماعتی افراد کے علاوہ سنی، ہندو اور سکھ افراد بھی مالی امداد میں شامل ہوئے۔ اس کام کی نگرانی مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے کی۔ اس دور میں آپ نے دارالسلام سے باہر کئی تبلیغی دورے بالخصوص رُفیجی ریجن میں کئے۔ اسوقت سنی عمائدین کی مخالفت شدت میں کم ہوتی گئی جس کی وجہ آپ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقوں میں جماعتی لٹریچر کی بکثرت اشاعت ہوئی۔ 1956ء کو جب آپ رخصت پر پاکستان گئے تو اس کے بعد جلد ہی مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ اس وقت مولانا شیخ امری عبیدی کالوٹا صاحب آف ٹانگانیکا نے آپ کی جگہ لی۔ 1957ء تا 1959ء آپ نے ٹانگا، اوسمبارہ اور موروگورو کے علاقوں کے دورے کئے جس کا بہت مثبت ردّعمل ہوا۔

اس دور کی ایک نمایاں خدمت جو مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے حصہ میں آئی وہ دار السلام کے مقام پر مشنری ٹریننگ کلاس کا اجراء تھا۔ 1957ء میں رسالہ ایسٹ افریقن ٹائمز کا اجرا ہوا جس کے پہلے ایڈیٹر مولانا نورالدین منیر صاحب تھے۔

1958ء میں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کچھ عرصہ کیلئے واپس پاکستان تشریف لے گئے۔ اس زمانہ تک احمدیہ جماعت کو ان علاقوں میں ایک ایسی جماعت کے طور پر

جانا جاتا تھا جس کے ذریعہ اسلام کو نیک نامی حاصل تھی۔ اس وقت تک درج ذیل کام ایسٹ افریقہ مشن کے تحت جاری تھے:

عیسائی پادریوں کے اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کا جواب۔ سواحیلی زبان میں 10 کتب اور انگریزی میں 2 کتب کی اشاعت۔ 9 لوکل افریقن جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھجوائے گئے۔ دار السلام میں افریقن معلمین کلاس کا اجرا۔ مساجد اور مشن ہاؤسز کا قیام دار السلام، نیروبی، کمپالہ، ممباسہ، ٹبورا اور جنجہ میں۔ متعدد لوکل مساجد بھی موجود تھیں۔ 24 افریقن اور 12 ایشین واعظین میدانِ عمل میں کام کر رہے تھے۔

1961ء میں نئے جماعتی نظام کے تحت آپ یوگنڈا کے پہلے امیر اور مبلغ انچارج مقرر ہوئے۔ اس عرصہ میں 6 کتابچے لوکل زبانوں Luo، Luankola، Lango اور Lutoro زبانوں میں شائع ہوئے۔ ایک ماہوار رسالہ بنام Dubozi iya (Voice of Islamobuislam) جاری ہوا۔ قرآنِ کریم کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ بزبان لوگنڈا (Krani Etukuvu) شائع ہوا۔ اس کام میں بالخصوص مولانا زکریا کزیٹو صاحب نے نمایاں خدمت کی جو کہ لوکل زبان کے علاوہ عربی کے بھی ماہر تھے۔ کمپالہ میں مسجد کا افتتاح 1963ء کو ہوا جس موقعہ پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے شرکت کی۔ مساکہ کی مسجد کا افتتاح 1966ء کو ہوا۔ جماعت کے دو پرائمری سکول اور ایک نرسری سکول مختلف قصبوں میں قائم تھے۔ 1965ء کو مکرم مختار احمد ایاز صاحب مرحوم نے کمپالہ میں بشیر ہائی سکول کھولا اور 1967ء میں حافظ گرلز سکول قائم ہوا جو بعد میں جماعت کو سپرد ہوئے۔ ان سکولوں میں ایک دینیات کی کلاس بھی

جاری کی گئی۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے 1963ء میں بمقام Mbiko ایک مشنری ٹریننگ کلاس جاری کی۔ اگلے سال یہ کلاس جنجہ منتقل ہوئی۔ آپ کے ساتھ بطور معاون مولانا الحاج ابراہیم سیمفو ما صاحب تھے جنہوں نے 1948ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ پہلے سال اس میں 7 اور دوسرے سال اس میں 10 طلبہ داخل ہوئے۔ یہاں موازنہ مذاہب، قرآن کریم، عربی، انگریزی، لوگنڈا، حدیث اور بائبل کی کلاسز لی گئیں۔ طلبہ کو مختلف گاؤں اور قصبوں میں نماز پڑھانے اور وعظ کرنے کیلئے بھیجا جاتا اور شام کو اساتذہ کے ساتھ دن کی مصروفیات پر گفتگو ہوتی۔ جماعت کی طرف سے ان طلبہ کی رہائش اور کھانے کا انتظام ہوتا۔ اس کے علاوہ مبلغین ملکی سکولز میں دینیات کی کلاسز لینے کیلئے مدعو کئے جاتے تھے۔

1960ء کو مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے معروف عیسائی پادری Oral Roberts کو مباہلہ کا چیلنج دیا جس کا اس نے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ اسلام کی ایک عظیم فتح کے طور پر معروف ہوا۔

مقالہ کے آخر پر مصنف لکھتا ہے:

''A digest of the purview of this study is indicative of Ahmadiyya's import in the religious milieu of East Africa. From its embryonic presence as an inconsiderable immigrant community to its current missionary endeavour the movement has had a dynamic career in East Africa. The principal vehicle of propagandism has been the printed word. Its literature has

been considerable and has enjoyed and extensive circulation. The movement has demonstrated durability in the face of substantial opposition. Although they are dismissed officially as non-Muslims their continuing role to prod and stimulate among Muslims is undaunted".

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے تحت خدمت

مولانا عبدالکریم شرما صاحب لکھتے ہیں:

1971ء کے آخر میں خاکسار رخصت پر پاکستان آیا۔ 1973ء میں دوبارہ تنزانیہ بھجوایا گیا۔ ایک سال دارالسلام میں رہا۔ اس عرصہ میں سونگیا میں دارالتبلیغ کھولا۔ مکرم ملک رفیق احمد صاحب کو وہاں بھجوایا گیا۔ اس جگہ مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر کیلئے حکومت سے پلاٹ لیا۔ اس وقت کچھ طالبعلم میرے پاس تعلیم حاصل کررہے تھے۔ ان میں سے داؤدی اور عیسیٰ کو جامعہ احمدیہ ربوہ بھجوایا۔ ایک سال بعد مجھے پھر نیروبی جانے کا ارشاد ہوا۔ یہاں مارچ 1977ء تک کینیا کے امیر اور انچارج مشن کے طور پر خدمت کی۔ اس طرح قریباً 29 سال تک خاکسار کا مشرقی افریقہ کے تینوں ممالک کے احمدیہ مشنوں کے ساتھ تعلق رہا۔ اس عرصہ میں تین مرتبہ رخصت پر ربوہ آیا۔ کم وبیش تین سال ربوہ میں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ اس دوران دو دفعہ مجلس انصاراللہ مرکزیہ میں قائد ایثار کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

حصہ چہارم

انگلستان میں قیام، نیشنل مجلس عاملہ یوکے میں خدمات

براعظم افریقہ میں خدمات بجالانے کے مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے مستقل طور پر برطانیہ میں رہائش اختیار کی۔ اس وقت آپ کو برٹش نیشنیلٹی بھی مل چکی تھی۔ چنانچہ آپ ایک لمبا عرصہ سکینہ ہِل واقع Southfields میں رہے۔ آپ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

''ریٹائرمنٹ کے بعد جولائی 1978ء سے انگلستان میں ہوں۔ یہاں آ کر لندن کا سیکرٹری تبلیغ منتخب ہوا۔ اس کے بعد دس سال تک برطانیہ کی نیشنل عاملہ کا ممبر رہا، اس دوران تین سال تک نیشنل سیکرٹری تربیت، چار سال نیشنل سیکرٹری تبلیغ اور تین سال نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی، سلسلہ کی صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر برطانیہ کی جوبلی پلاننگ کمیٹی کا ممبر تھا اور بطور کوآرڈینیٹر لٹریچر کمیٹی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرکۃ الاراء تصنیف فلاسفی آف دی ٹیچنگز آف اسلام (Philosophy Of The Teachings Of Islam) اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی تصنیف مرڈران دا نیم آف گاڈ (Murder In The Name Of God) کی دو دو ہزار جلدیں مکرم ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن کے زیرِ اہتمام طبع کروا کر برطانیہ کی لائبریریوں میں رکھوائیں۔ اس کے علاوہ 1985ء میں مکرم وکیل التبشیر کی معرفت حضور رحمہ اللہ کا ارشاد ملا کہ وقتاً فوقتاً جو غیر ملکی طلبا یہاں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئیں ان کو پڑھایا کرو۔ اس ارشاد کی تعمیل میں جب بھی طلبا آئے ان کی تدریس کیلئے وقت دیتا رہا۔''

جامعہ احمدیہ برطانیہ کے پروگراموں میں شرکت

جامعہ احمدیہ برطانیہ کا افتتاح 2005 عمل میں آیا۔ اس بابرکت موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے اور نئے آنے والے طلبا کو ایمان افروز خطاب سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار راقم بھی اس سال جامعہ احمدیہ کی پہلی کلاس میں شامل تھا۔ اس مبارک تقریب میں مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے بھی شرکت کی۔ مجھے یاد ہے کہ موقعہ کی حساسیت اور خاکسار کے پہلی مرتبہ گھر سے دور رہنے کی وجہ سے جذبات پر قابو پانا مشکل تھا اور آنکھیں پُرنم تھیں۔ آپ نے اسے دیکھ لیا اور فرمایا 'یہ کیوں روتا ہے؟'۔ اسپر جو جواب مجھ سے بن پایا یہی تھا کہ یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ اس کے بعد اداسی کے احساس کے ختم ہونے کی ایک بڑی وجہ محترم نانا جان کی صحبت تھی جو باقاعدگی سے ہر اتوار کے روز خاکسار کو ان کے گھر میں میسر آئی۔ اس کی تفصیل آگے تاثرات میں بیان ہوگی مگر اس جگہ یہ بات لکھنا چاہتا ہوں کہ جامعہ احمدیہ برطانیہ کے تحت منعقد ہونے والی پہلی مجلس علمی کے مہمانِ خصوصی مولانا عبدالکریم شرما صاحب تھے۔ اس تاریخی تقریب کی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ نیز بعض دیگر جامعہ کی تقاریب میں آپ کی شمولیت کا تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

(ماخوذ از تاریخ جامعہ احمدیہ برطانیہ جلد اول حصہ دوم)

الجمعیۃ العلمیۃ

مؤرخہ 30 نومبر 2005ء کو الجمعیۃ العلمیۃ کے تحت پہلا لیکچر منعقد کیا گیا۔ مہمان مقرر کے طور پر جماعت کے دیرینہ خادم مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما کو مدعو کیا گیا تھا۔ آپ محترم نے اپنے خطاب میں اپنے والدِ ماجد حضرت عبدالرحیم شرما صاحبؓ

کے قبولیتِ احمدیت کے حالات وواقعات سنائے نیز قبولیتِ احمدیت کے بعد جو مصائب ومشکلات آپ نے خدا تعالیٰ کی راہ میں برداشت کیں ان کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا۔

مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما نے مؤرخہ 29 مارچ 2008ء کو مولوی محمد حسین بٹالوی اور پنڈت لیکھرام پشاوری کے عبرتناک انجام کے بارہ میں طلبا سے گفتگو فرمائی۔ اسی طرح آنمکرم نے اپنی زندگی کے چند ایمان افروز واقعات سے بھی طلبا کو آگاہ فرمایا۔

مؤرخہ 29 اگست 2008 کو مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر جامعہ احمدیہ میں تشریف لائے اور حسبِ ارشاد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز طلبا کو اپنی زندگی کے ایمان افروز واقعات سنائے۔

21 مارچ 2009ء کے روز مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب الجمعیۃ العلمیۃ کی دعوت پر جامعہ احمدیہ برطانیہ میں تشریف لائے اور میدانِ عمل میں خدائی تائیدات کے روح پرور واقعات سنا کر سامعین کے ایمان وایقان کو تازہ کیا۔

جامعہ احمدیہ برطانیہ کی پہلی سالانہ کھیلیں۔ منعقدہ 4 تا 6 مئی 2006ء

مؤرخہ 6 مئی 2006ء کو ان تاریخی کھیلوں کی اختتامی تقریب منعقد کی گئی جس کے مہمانِ خصوصی مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب تھے۔ اس تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم لئیق احمد طاہر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ برطانیہ نے مکرم مہمان خصوصی صاحب کا تعارف پیش کیا اور مکرم مہمان خصوصی صاحب سے درخواست کی کہ وہ

پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا میں انعامات تقسیم کریں۔ تقسیم انعامات کے بعد مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے طلبا سے خطاب فرمایا اور میدانِ عمل میں پیش آنے والے واقعات سے حاضرین کے ایمان وایقان کو تازہ کیا۔ بعدازاں آپ نے دعا کروائی۔

(الفضل انٹرنیشنل 2 تا 8 جون 2006ء)

جامعہ احمدیہ U.K. کی سالانہ کھیلیں ایک رپورٹ

امسال مؤرخہ 4 تا 6 مئی 2006ء جامعہ احمدیہ برطانیہ کی سالانہ کھیلیں منعقد ہوئیں جن میں فٹبال، باسکٹ بال، ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن، رسہ کشی، گولہ پھینکنا، 100 گز کی دوڑ، 400 گز کی ریلے دوڑ اور Cock Fight کے مقابلے ہوئے۔ سٹاف کے ٹیبل ٹینس کے مقابلے ہوئے اور مہمانوں اور سٹاف کا میوزیکل چیئر کا مقابلہ ہوا۔

یہ جامعہ احمدیہ برطانیہ کی پہلی تاریخی کھیلیں تھیں۔ دور دراز سے مہمانان کرام نے تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور انتظامات پر دلی خوشی کا اظہار فرمایا۔ آخری تقریب کے مہمان خصوصی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شرما تھے۔

مہمان خصوصی کے انٹرویو پر مشتمل خاکسار نے ان کی 29 سال پر پھیلی ہوئی خدمات کا تذکرہ کیا اور حاضرین کو بتایا کہ جامعہ احمدیہ کی گزشتہ نصف صدی کی یہ روایت ہے کہ کھیلوں کی سالانہ تقریب کے مہمان خصوصی کے لئے کسی قدیم خادم سلسلہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ تقسیم انعامات کے بعد آخر میں جناب مہمان خصوصی نے خطاب فرمایا اور دعا کے ساتھ یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔ تمام حاضرین کی چائے اور ماکولات سے تواضع کی گئی۔

(مضمون مولانا لئیق احمد طاہر صاحب مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 2 جون 2006ء)

تعارف مہمان خصوصی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شرما 26 مئی 1918ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار ہندو برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ قبول احمدیت سے قبل والد کا نام کشن لال تھا اور دادی کا نام جمنا دیوی تھا۔ 1904ء میں بیعت کی اور اسلامی نام شیخ عبدالرحیم شرما رکھا گیا۔ آپ کا تعلق ریاست پٹیالہ سے تھا۔ حضرت شیخ عبدالرحیم شرماؓ کی ایک ہندو گھرانہ میں قبول احمدیت سے قبل شادی ہو چکی تھی۔ میاں بیوی باہم شیر وشکر تھے لیکن جب ہندو بیوی کے خاندان کو علم ہوا کہ خاوند احمدی ہو گیا ہے اور وہ قادیان منتقل ہو رہے ہیں تو وہ زبردستی بیوی کو چھین کر ہمراہ لے گئے۔ اس طرح آپ کو محض اسلام کی خاطر عظیم الشان قربانی دینے کی توفیق ملی۔

حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرما نے دوسری شادی عائشہ صاحبہ سے 1914ء میں کی جن کے بطن سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شرما پیدا ہوئے۔ عائشہ صاحبہ کی پرورش حضرت اماں جانؓ نے فرمائی تھی۔

محترم عبدالکریم صاحب شرما نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ پرائمری، مڈل اور میٹرک کرنے کے بعد 17 سال کی عمر میں جامعہ میں داخل ہوئے۔ ابتدا میں الفضل کے دفتر میں کام کا موقع ملا۔ پھر چار سال تک برٹش آرمی میں کام کیا جس کے بعد انہیں سلسلہ کی طرف سے پیغام ملا کہ استعفیٰ دے کر سلسلہ کی خدمت کے لئے آ جائیں۔ جس کی آپ نے فوراً تعمیل کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو 29 سال تک میدان تبلیغ میں گرانقدر خدمات کی توفیق سے نوازا۔ آپ نے مشرقی افریقہ کے تین ممالک تنزانیہ، کینیا اور یوگنڈا میں کام کیا۔

آپ سب سے پہلے 1940ء تا1947ء یوگنڈا میں رہے۔قیام پاکستان کے بعد آپ چند ماہ کی رخصت پر پاکستان آئے اور 9 سال کے لئے کینیا تشریف لے گئے۔1956ء یا1957ء میں آپ پھر چند ماہ کی رخصت پر پاکستان آئے اور آپ کا تقرر تنزانیہ میں ہوگیا۔آپ نے بحیثیت مشنری انچارج لمبے عرصہ تک قابل قدر خدمات کی توفیق پائی۔آپ کا اپنے ماتحت خدام سلسلہ اور مبلغین کے ساتھ ہمیشہ محبت کا سلوک رہا۔آپ ایک متبحر عالم اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔

1972ء میں آپ یوکے میں تشریف لے آئے اور آپ کو بطور سیکرٹری تربیت،سیکرٹری تبلیغ اور سیکرٹری رشتہ ناطہ کے سالہا سال تک خدمات کی توفیق ملی۔

آپ نے اس انٹرویو میں دو دلچسپ واقعات بیان کئے۔آپ نے بتایا کہ کینیا میں Yaala میں کچی سڑک سے ذرہ ہٹ کر پیرا ماؤنٹ چیف کی کورٹ تھی۔ایک دفعہ تبلیغ کی غرض سے کسی جگہ جارہا تھا۔پیرا ماؤنٹ چیف نے اوپر کی پہاڑی سے مجھے دیکھ لیا اور ایک لڑکے کے ذریعہ مجھ بلوا بھیجا۔جب مَیں ان سے ملا تو مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ جنّوں پر کس طرح قابو پا لیتے ہیں۔مَیں نے جواب دیا کہ مَیں تو جنّوں کو مانتا ہی نہیں نہ جنّوں کو نکالتا ہوں۔وہ اصرار کرنے لگے کہ آپ کے پاس ضرور کوئی منتر ہے۔اور مجھے پتہ ہے کہ آپ جنّ نکال سکتے ہیں۔پھر کہنے لگے کہ یہاں ہمارے علاقہ میں ایک لڑکا اسماعیل اوگینڈ ور ہتا تھا۔آپ نے اس کا جنّ نکالا ہے اور اب وہ آپ کے معلم کے طور پر کام کررہا ہے۔انہوں نے بتایا کہ ابتداء میں اسماعیل اوگینڈ وان کے علاقہ میں بدمعاش گردانا جاتا تھا۔لوگ اس کے مظالم سے تنگ آچکے تھے۔اسے بارہا قید کی سزا دی گئی لیکن جب وہ قید کاٹ کر باہر آتا تو پہلے سے بھی زیادہ ظلم وستم ڈھاتا۔لوگوں کی

زندگی اس نے اجیرن بنادی تھی ۔انتہائی سفاک اور شر پسند انسان تھا۔لیکن جب سے آپ نے اسے احمدی مسلمان بنایا ہے اور معلم بنا کر واپس ہمارے علاقہ میں بھیجا ہے۔ اس جیسا فرشتہ صفت انسان دنیا میں کبھی نہیں دیکھا۔اس وجہ سے مَیں کہتا ہوں کہ ضرور آپ کو جنّ نکالنے آتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شرما نے بتایا کہ اس وقت ان کے پاس ایک بیگ تھا جس میں قرآن کریم اور بائبل تھی ۔محترم شرما صاحب نے پیراماؤنٹ چیف کو بتایا کہ جب یہ قرآن کریم نازل ہوا۔عرب ہر قسم کی بدیوں اور گناہوں میں مبتلا تھے۔ذرا ذرا سی بات پر لڑائیاں ہوتیں۔قتل وغارت گری کو بہادری قرار دیتے اور اپنی بدمعاشی اور بے حیائی کے کاموں پر فخر کرتے تھے۔عورتوں کا ذکر اور ان کے بدن کا ذکر جو عرب زیادہ عریانی سے کرتا وہی معاشرہ میں بڑا اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔آپ نے چیف کو بتایا کہ اس قرآن کریم نے اُن پشتوں کے بگڑے ہوئے عربوں کو باخدا انسان بنا دیا۔آپ نے فرمایا کہ اس قرآن مجید کا سواحیلی زبان میں ترجمہ جماعت احمدیہ نے کروایا ہے۔اور چیف کو آپ نے دعوت دی کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔

آپ نے لوانڈا کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک مقامی دوست جن کا نام مزے داؤدی تھا جو لاٹھی کی مدد سے بڑی مشکل سے چلا کرتے تھے۔کمر خم کھا کر دہری ہوگئی تھی۔ ہر جمعہ کے روز چھ میل کا پیدل سفر کر کے لوانڈا کی مسجد میں آکر جمعہ ہمارے ساتھ ادا کرتے تھے۔

محترم شرما صاحب نے بتایا کہ وہ جمعہ کے روز جمعہ شروع ہونے سے تقریباً دو گھنٹے قبل مسجد کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر انتظار کرتے رہتے ۔ایک روز مزے

داؤدی صاحب سے پوچھا کہ آپ کیسے مسلمان ہوئے۔اس پر انہوں نے بتایا کہ احمدی ہونے سے قبل وہ Pagan تھے۔اور اس زمانہ کے رواج کے مطابق ایک کمبل کو گرہ لگا کر گلے میں ڈال لیا کرتے تھے۔یہی ان کا لباس تھا۔ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی۔صفائی کا کوئی خیال نہ تھا۔ہاتھ منہ اور بدن گندے ہوتے تھے۔ایک دن انہیں خیال آیا کہ اگر انہوں نے بپتسمہ نہ لیا اور عیسائی نہ ہوئے تو لوگ انہیں عزت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔یہ سوچ کر وہ ایک چرچ میں گئے اور آخری کرسیوں پر بیٹھ گئے جہاں کچھ اور لوگ بھی عیسائی بننے کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔چرچ کی سروس کے بعد پادری نے سب کو باری باری بلا کر بپتسمہ دیا اور جب مزے داؤدی صاحب کی باری آئی تو ان کو ڈانٹ کر چرچ سے نکال دیا کہ تم اس قدر گندے ہو نہ لباس صاف ہے نہ جسم۔میرے چرچ سے ابھی نکل جاؤ۔

بیچارہ مزے داؤدی وہاں سے ایک اور چرچ میں گیا اور وہاں سے بھی دھکے دے کر نکال دیا گیا کہ نہ ہاتھ صاف ہیں نہ منہ۔داڑھی جانوروں کی طرح بڑھائی ہوئی ہے۔وغیرہ۔مزے داؤدی صاحب نے بتایا کہ اس کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر کسی نے ان سے کہا کہ یہاں ایک نئے فرقہ والے لوگ آئے ہیں تم ان کے پاس جاؤ تو شاید تمہاری خواہش پوری ہو جائے۔

مزے داؤدی صاحب نے حضرت شرما صاحب کو بتایا کہ وہ لوآنڈہ کی اسی کچی مسجد میں چھ میل کا سفر کر کے ایک جمعہ کے روز صبح گیارہ بجے پہنچ گئے اور دیکھا کہ مسجد بند تھی۔مَیں اسی درخت کے سایہ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔تقریباً دو گھنٹے بعد ایک صاحب اچکن اور پگڑی پہنے ہوئے تشریف لائے اور مَیں نے انہیں بتایا کہ مَیں بپتسمہ لینا چاہتا ہوں۔

اور آپ کے مذہب میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کسی بچہ کو قریبی گھر بھجوا کر پانی اور صابن منگوایا اور خود اپنے ہاتھ سے وضو کروایا اور مجھے صابن مل کر خوب صاف کیا۔ اور پھر کہا کہ کلمہ پڑھو۔ مَیں نے ان کے ساتھ کلمہ دہرایا۔ انہوں نے اسلام کی کچھ اور موٹی موٹی باتیں بتائیں اور کہا کہ آج سے تم مسلمان ہو۔

حضرت شرما صاحب نے بتایا کہ مزے داؤدی انتہائی مخلص احمدی ہیں اور پوری وفا کے ساتھ اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس واقعہ میں یہ پیغام ہے کہ محبت اور پیار سے ہم دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 2 جون 2006ء)

خلافت کمیٹی کی رکنیت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ کے انتخاب کے موقع پر مولانا عبدالکریم شرما صاحب کو خلافت کمیٹی کا رکن ہونے کی سعادت ملی۔ یہ انتخاب مؤرخہ 22 اپریل 2003ء کو بمقام مسجد فضل لندن منعقد ہوا۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے آپ کو خلافت ثالثہ کے انتخاب کے موقع پر بھی شامل ہونے کی سعادت ملی تھی۔

حصہ پنجم۔تاثرات

آپ اسلام کے جیّد عالم اور ممتاز خادمِ دین تھے

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، مبلغ انچارج و نائب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ۔امام مسجد فضل لندن

برادرم عزیزم مکرم کاشف محمود ورک صاحب مبلغ سلسلہ سویڈن نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگ نانا جان کے حالاتِ زندگی جمع کریں۔ یہ ایک بہت عمدہ اور بابرکت ارادہ ہے اور میری دعا ہے کہ وہ اپنے اس نیک ارادہ میں اعلیٰ طور پر کامیاب ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس نیک عزم کو جلد از جلد پورا کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

میری سعادت ہے کہ مجھے جماعت احمدیہ کے ایک بزرگ اور نامور خادمِ سلسلہ کے بارہ میں کچھ لکھنے کا موقعہ مل رہا ہے۔محترم مولانا شرما صاحب کا جماعت احمدیہ کے نامور خادموں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے سالہا سال مشرقی افریقہ کے مختلف علاقوں میں بڑی جانفشانی سے مقبول خدمتِ دین کی توفیق پائی۔

محترم شرما صاحب سے میرا تعارف اس وقت ہوا جب مَیں بطور مبلغ اور بعد ازاں امام مسجد فضل لندن برطانیہ آیا اور محترم شرما صاحب کو قریب سے دیکھنے، ان کی باتیں سننے اور ان کے ساتھ رابطہ رکھنے اور ان سے استفادہ کرنے کی توفیق ملی۔ایک فقرہ میں کہنا ہو تو میں یہ کہوں گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کے جیّد عالم اور ممتاز خادمِ دین تھے۔ ان خوبیوں کے ساتھ آپ بہت عبادت گزار، سادہ منش اور دعا گو انسان تھے۔ مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ جماعت احمدیہ

برطانیہ کے سیکرٹری تربیت اور بعدازاں سیکرٹری تبلیغ بھی رہے۔ جو کام ان کے سپرد کیا جاتا اس کو بہت محنت اور لگن سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔ اس حوالہ سے مجھے آپ کے ساتھ برطانیہ کی مختلف جماعتوں کا دورہ کرنے اور اجلاسات میں شمولیت کے مواقع ملتے رہے۔ حضرت مولانا کا اندازِ خطاب بہت سادہ اور مؤثر ہوتا تھا۔

دورانِ سفر میں اصرار کرتا کہ آپ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھیں۔ اس طرح سفر ان کیلئے آرام دہ ہوتا اور سارے سفر میں ان کی پُرمغز اور دلچسپ گفتگو سننے کا موقع ملتا۔ اکثر وہ اپنے قیام مشرقی افریقہ کے دلچسپ حالات اور سبق آموز واقعات بیان فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ اپنی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور قبولیتِ دعا کے واقعات بھی بیان فرماتے۔ سوال کرنے پر وہ ان مشکل حالات کا بھی ذکر کرتے جن سے ابتدائی سالوں میں ان کو گزرنا پڑا لیکن یہ ذکر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شکر پر ختم ہوتا تھا۔

آپ کی گفتگو بہت عمدہ اور نصائح سے پُر ہوتی۔ اور ان کے بیان کردہ واقعات میں ایسی تاثیر ہوتی کہ سفر کے ساتھی بہت توجہ سے انہیں سنتے اور سارا سفر بہت آسانی سے طے ہوجاتا اور ہر سننے والا محسوس کرتا کہ ہمارے علم اور ایمان میں اضافہ ہوا ہے۔ تاثر بہت پختہ طور پر نقش ہے کہ محبتِ الٰہی، قبولیتِ دعا، خدائی نصرت، صبر و استقامت اور افریقن دوستوں کی خوبیوں سے بھرپور واقعات ایسے ہوتے کہ سن کر بہت لطف آتا۔ آپ کی طبیعت بہت سادہ اور تکلفات سے کلیۃً پاک تھی بہت زندہ دل عالمِ دین تھے۔ بہت سادگی، سبق آموز نصائح اور وضاحت سے بات بیان کیا کرتے تھے۔

جماعت سے وابستگی اور خلافتِ احمدیہ اور خلیفہ وقت سے محبت واحترام تو آپ کے رگ وپَے میں رچا ہوا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی محمود ہال میں یا مسجد فضل

میں منعقد ہونے والی مجالس میں بہت باقاعدگی سے شمولیت فرماتے۔ بہت توجہ سے سنتے اور حضور کی بیان کردہ باتوں اور لطیف علمی نکات کو خوب سراہتے ان کا تبصرہ سن کر بہت لطف آتا تھا۔ باوجود خود عالم فاضل ہونے کے ہمیشہ نئے سے نئے علمی نکات کی تلاش میں رہتے اور نوجوانوں کو بتاتے رہتے کہ آج حضور نے یہ نئی بات بیان فرمائی ہے۔

محترم شرما صاحب کا ذکر ہو تو قلم آگے سے آگے چلتا چلا جاتا ہے۔ بہت اعلیٰ خوبیوں کے مالک جیّد عالمِ دین اور ممتاز خادمِ احمدیت تھے۔ تبلیغ کی لگن ایسی کہ کوئی بھی موقعہ غیر مسلموں سے بات کرنے کا ملے تو اس میں تبلیغ کی راہ نکال لیتے تھے۔ الغرض بہت ممتاز خوبیوں کے مالک ایک فدائی مبلغ سلسلہ تھے۔

آخر میں ان کا بیان کردہ ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ایک بار انہوں نے بیان کیا کہ میں افریقہ کے ایک دور افتادہ گاؤں میں تھا اور تھکن سے چور، جی چاہتا تھا کہ کوئی نوجوان آئے اور میری ٹانگوں کو زور زور سے دبائے۔ اس جگہ ایک نوجوان تو قریب تھا لیکن مسئلہ زبان کا تھا۔ یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے جبکہ وہ ابھی پوری طرح سے سواحیلی زبان نہ جانتے تھے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے اس وقت معلوم نہ تھا کہ ''دبانے'' کیلئے سواحیلی میں کیا لفظ ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مشکل کا ایک حل تلاش کر لیا۔ بہت پُر لطف انداز میں ہنستے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے اس نوجوان کو کہا کہ ''تم میرے بازو کو پکڑو اور چھوڑو'' یہ کہنا تھا کہ میرا مسئلہ حل ہو گیا اور وہ نوجوان بڑی مستعدی سے میرے بازوؤں کو بہت اچھی طرح دبانے لگ گیا!

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور اپنے قرب سے نوازتا رہے۔ آمین

ایک بے لوث، باوفا خادم سلسلہ

حضرت مولانا عبدالکریم شرما

مولانا لئیق احمد طاہر صاحب۔ مربی سلسلہ یوکے سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ برطانیہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہمارے عہد میں ایک بزرگ عالمِ دین اور مبلغ سلسلہ کے بارہ میں عزیزم کاشف محمود ورک کا سویڈن سے فون آیا کہ ''میں آپ کے زمانہ کا جامعہ احمدیہ برطانیہ کے پہلے سال کا آپ کا شاگرد ہوں۔'' ان کے فون سے جون 2005ء کی خوشگوار یادیں تازہ ہوگئیں۔ عزیزم کاشف محمود نے بتایا کہ وہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شرما کے نواسے ہیں اور مولانا کے سوانح مرتب کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ خاکسار ان سے متعلق کچھ ضرور لکھے۔ خاکسار نے تو کبھی مشرقی افریقہ میں سلسلہ کی خدمت سرانجام نہیں دی۔ اس موضوع پر وہاں کے مربیان سلسلہ ہی بہتر انداز میں حقائق سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔ خاکسار کو مولانا عبدالکریم صاحب شرما کے ربوہ دارالرحمت وسطی میں ان کے والد بزرگوار جو عجیب شان کے ساتھ عین جوانی میں دنیا کی سب رعنائیوں اور تعلقات سے منہ موڑ کر ہندومت کو خیر باد کہہ کر احمدی مسلمان ہو گئے تھے۔ یاد آ گئے۔ رحمت وسطی کی مسجد کے سامنے آپ کا دولت خانہ تھا۔ آپؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ کی صف میں شامل ہو کر اصحابی کالنُّجوم کا شرف حاصل کرنے والے بزرگوں میں سے ایک تھے۔ مجھے مولانا عبدالکریم شرما کو وہاں دیکھنا یاد نہیں شاید آپ اس وقت مشرقی افریقہ، کینیا وغیرہ میں مصروف عمل ہوں۔ لیکن لندن میں ان کے

ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہو گیا۔ آپ کے علمی ذوق کا علم بھی اسی زمانہ میں ہوا جب کہ آپ سیکرٹری تبلیغ کے طور پر یو کے عاملہ کے ممتاز اراکین میں سے ایک تھے۔ آپ نے ایک بار ایک تبلیغ سیمنار سے متعلق مبلغین کو چند سوال بھجوائے تو مجھے ان کے تبحّر علمی کا اندازہ ہوا۔ آپ ہمیشہ مرنجاں مرنج، چہرے پر معصوم مسکراہٹ اور نور کا ہالہ لئے ہوئے نظر آتے۔ خاکسار صرف دو باتیں ان سے متعلق لکھ کر ثواب میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں مجھ سے ایک سال سینئر مکرم محمد عیسیٰ صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری لندن نے ایک بار ان کے بارہ میں چند جملوں میں آپ کے تقویٰ اور سلسلہ کے مال کی حفاظت سے متعلق بتایا کہ ''حضرت مولانا کی عجیب شان تھی۔ کینیا مشرقی افریقہ میں آپ مبلغ انچارج اور امیر جماعت تھے۔ بظاہر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص باز پرس نہیں کر سکتا تھا لیکن آپ محض للہ انتہائی تقویٰ اور خوفِ خدا کے ساتھ سلسلہ کے ایک ایک پیسہ کی حفاظت فرماتے حتّی کے اگر کوئی شخص آپ کو نذرانہ کے طور پر کوئی نقدی وغیرہ دیتا تو آپ وہ بھی اپنی ذات پر خرچ نہ کرتے اور اس کی رسید کٹوا دیتے۔'' لیکن دیکھئے۔ افریقہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو کس طرح نوازا اور دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرمائیں۔ سچ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہاں وہاں سے نوازتا ہے کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ سبحان اللہ۔ ما أعظم شأن اللہ۔

دوسرا واقعہ میرے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ خاکسار ساؤتھ ہال میں 16۔17 سال تک سلسلہ کے مبلغ کے طور پر کام کرتا رہا ہے یعنی (جون 1988 تا ستمبر 2006)۔ گو 1968 تا 1970 میں بھی خاکسار ساؤتھ ہال میں کم و بیش ہر جمعہ پڑھانے آتا تھا اور احباب کے ساتھ ملاقات رہتی تھی گویا عملاً خاکسار 1988 میں Outer London

ریجن کا مربی تھا۔ 28 جماعتیں خاکسار کی زیر نگرانی تھیں ان میں ایک جماعت Greenford کی تھی۔ یہاں کے ایک عزیز دوست مکرم سلیم صاحب جنکی تین چھوٹی چھوٹی بیٹیاں تھیں۔ مریم، لبنیٰ اور ایک اور، ماں باپ بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور انہیں احمدیت کی دولت سے مالا مال کرنے کیلئے دن رات کوشاں رہتے تھے۔ ماشاءاللہ۔ مثالی خاندان تھا۔ ایک دن سلیم صاحب مجھ سے وقت لیکر ایک دوست کوملوانے کیلئے لائے۔ یہ صاحب Jainism (جین مت) کے سرکردہ لیڈروں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ اس مذہب کے آئندہ سربراہ کے طور پر ان کا نام تجویز ہو رہا تھا، لیکن انہوں نے اس سے اِس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ جین مت کا روحانی سربراہ ہمیشہ بے لباس رہتا ہے یعنی فطرتی لباس میں ملبوس رہنا اسکے لئے لازمی ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ ننگا رہ کر بھی اپنے نفس کو اسطرح مار دیتا ہے کہ جوان جہان بیٹیوں کے جھرمٹ میں بھی اس کے نفس میں کوئی سفلی تحریک نہیں ہوتی۔ رجولیت جو خدا تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم الشان صفت ہے وہ جین مت کے سربراہ میں سے کچلی جاتی ہے گویا وہ ہیجڑا بن جائے تو اسے اپنی معرفت اور بزرگی گمان کرتا ہے۔ انا للہ۔ خیر یہ جینی (جین مت کا ماننے والا) کہنے لگے کہ مجھے تو ننگا رہتے ہوئے اپنے آپ پر قابو نہیں تھا لہذا میں نے راہبری اور امامت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے ساتھ چند ایک ملاقاتوں کے بعد خاکسار نے مکرم عبدالکریم صاحب شرما کو فون کر کے اپنے اس نئے دوست (جینی) کا تعارف کروایا اور عرض کی کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرماؓ سابق کشن لال ولد پنڈت رلیا رام ساکن بنوڑ پٹیالہ کے قبولِ اسلام (احمدیت) کے واقعات سنائیں۔

خاکسار مقررہ تاریخ اور وقت پر حضرت مولانا کے مکان نزد مسجد فضل لنڈن پر مکرم

سلیم صاحب اور جینی مہمان کو لے کر حاضر ہوا اور باتوں باتوں میں ان سے سوال کیا کہ آپ کے خاندان میں احمدیت کیسے متعارف ہوئی؟ خاکسار نے اصحاب احمد جلد دہم میں ان کے والد بزرگوار کے قبولِ احمدیت کے ولولہ انگیز حالات کا مطالعہ کیا ہوا تھا لیکن حضرت مولانا کی زبانِ مبارک سے تقریباً ڈیڑھ، دو گھنٹے تک حالات سن کر میری یہ کیفیت تھی کہ دل چاہتا تھا کہ یہ مجلس کبھی ختم نہ ہو۔ گویا

یالیلُ طُلْ یانومُ وُلْ یاشمسُ قِفْ لا تطلُع

والی کیفیت تھی۔ اس جینی دوست کے بعد میں بھی ہمارے ساتھ تعلقات ہمیشہ اچھے رہے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ سلسلہ کو ہمیشہ مولانا عبدالکریم صاحب شرما جیسے بے لوث باوفا خدام بکثرت عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین

مولانا شرما صاحب بہت سادہ منش طبیعت کے مالک اور درویش آدمی تھے۔

انٹرویو بتاریخ 22 ستمبر 2020ء

مولانا عبد الباسط شاہد صاحب ۔مبلغ سلسلہ یوکے، سابق مبلغ سلسلہ ایسٹ افریقہ

مکرم مولانا عبدالباسط شاہد صاحب کی پیدائش قادیان میں ہوئی۔ان کا گھر حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحب کے گھرانے کے قریب ہی واقع تھا۔حضرت مصلح موعودؓ کی عمومی تحریک پر انہوں نے 1944ء میں اپنی زندگی وقف کرنے کا فیصلہ کیا۔مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔تقسیمِ ملک کے بعد چنیوٹ اور احمد نگر میں تعلیم جاری رکھی۔قریباً 15 سال بطور مبلغ پاکستان کی مختلف جماعتوں میں خدمت کرنے کا موقعہ ملا جن میں کراچی، ملتان، حیدرآباد اور لاہور شامل ہیں۔اسی طرح مولانا صاحب بیان کرتے ہیں کہ ربوہ میں قیام کے دوران حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کو اکثر دیکھنے کا موقعہ ملتا۔اکثر ان کی بغل میں کوئی فائل یا رجسٹر ہوتا اور ان کے بارہ میں یہ بات مشہور تھی کہ بہت محنت سے کام کرنے والے وجود تھے۔

مولانا عبدالباسط شاہد صاحب کی 1960ء کی دہائی میں ایسٹ افریقہ کی تقرری ہوئی۔سب سے پہلے آپ تنزانیہ تشریف لائے۔اسوقت وہاں مولانا منور احمد صاحب اس مشن کے انچارج تھے جو جماعت کے ایک مخلص مبلغ اور جیّد عالمِ دین تھے۔اس کے بعد آپ کو مسلسل 15 سال مختلف ممالک کینیا، موزمبیق، زمبابوے اور ملاوی میں خدمت

کرنے کا موقعہ ملا۔

جب آپ کینیا تشریف لائے تو اسوقت یہاں مولانا عبدالکریم شرما صاحب مشن کے انچارج تھے۔ ان کا قیام دارالحکومت نیروبی میں تھا۔ ان کے ساتھ کام کرتے وقت آپ کو بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ مولانا شرما صاحب بہت سادہ منش طبیعت کے مالک اور درویش آدمی تھے۔ نئے آنے والے مبلغین کے ساتھ بہت تعاون کرنے والے تھے۔ انہیں مطالعہ کی بہت عادت تھی۔ اپنے دفتر باقاعدہ وقت پر تیار ہو کر آتے۔ ڈاک دیکھتے اور مطالعہ کرتے۔ گفتگو کرتے وقت اگر کسی واقعہ یا خاص بات کا ذکر ہوتا تو فوراً اس کا حوالہ ذہن میں آتا اور اسے تلاش کر لیتے۔ مولانا شرما صاحب انگریزی اور سواحیلی زبانوں میں بآسانی تحریر اور گفتگو کر لیتے۔

نیروبی میں اسوقت ایک مخلص اور خوشحال جماعت قائم تھی۔ اکثر لوگ پنجابی اور تجارت پیشہ تھے۔ تبلیغ کے مواقع بڑے اچھے تھے اور لوگ بڑے شوق سے باتیں سنتے۔ شہر میں بالعموم مخالفت زیادہ ہوتی جبکہ دیہات میں پیغامِ حق سننے اور قبول کرنے کا رجحان زیادہ تھا۔ مولانا عبدالباسط صاحب افریقن قوم کی ایک یہ خصوصیت بیان کرتے ہیں کہ جو لٹریچر انہیں دیا جاتا وہ اسے ضرور پڑھتے اور اگر ان سے محبت اور انس کا سلوک کیا جاتا تو وہ بیسیوں گنا واپس احترام اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

آپ مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہیں کسی احمدی کے بارہ میں ایک تربیتی کمزوری کا پتا چلا جس سے وہ بہت دلگیر ہوئے۔ اس پر انہوں نے بیان کیا کہ وہ ساری رات جاگتے رہے اور اس کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ یہ جذبہ اور درد ان کا قابلِ رشک ہے۔

مولانا شرما صاحب کی سادگی کا اندازہ کچھ واقعات سے ہوتا ہے جو کہ اسوقت پیش

آئے جب مولانا عبدالباسط صاحب کا تقرر ان کے ہاں نیروبی میں ہوا۔ جب پہلی بار وہ بذریعہ جہاز وہاں پہنچے تو بتاتے ہیں کہ مولانا شرما صاب نے ان کا استقبال کیا۔ مغرب کے وقت وہ ہوائی اڈے پر پہنچے۔ جب اترے تو ان کا سارا سامان غائب ہوگیا تھا۔ اور خالی ہاتھ نیروبی مشن پہنچے۔ اگلے روز صبح فجر کی نماز کیلئے جب گئے تو مسجد سے نکلتے ہی ان کی چپل بھی غائب تھی۔ اسپر وہاں کے مقامی لوگوں نے مذاقاً تبصرہ کیا کہ مولانا صاحب، پہلے آپ کا سامان غائب ہوگیا تھا اور اب آپ کی چپل۔ لگتا ہے کہ کینیا آپ کو راس نہیں آیا اور ہمیں مرکز لکھنا پڑے گا۔ بہرحال آپ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد سے جب واپس مشن ہاؤس آئے تو وہاں انہیں اپنی چپل مل گئی۔ انہوں نے مولانا شرما صاحب سے جب دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ میری بیوی ہمیشہ شکایت کرتی ہیں کہ میں چپل بھول جاتا ہوں مجھے کبھی یاد نہیں رہتا آج میں نے اپنی چپل دیکھی تو میں اٹھالایا۔ اگلے دن مولانا شرما صاحب انہیں نیروبی کی سیر کروانے لے گئے اور پوسٹ آفس بھی انہیں دکھایا۔ جب دونوں مبلغین قریبی بس سٹاپ پر پہنچے تو مولانا شرما صاحب کہنے لگے کہ یہاں بس زیادہ دیر نہیں رکتی اسلئے آپ کو جلدی سے چلتی ہوئی بس پر سوار ہونا ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں تھا کہ مَیں کراچی 8۔10 سال رہا ہوں وہاں تو بسیں بہت تیز چلتی ہیں اور اس لحاظ سے مجھے کافی مشق ہے لیکن شاید یہاں اور تیز چلتی ہونگی۔ بہرحال جب بس آئی تو میں تو بآسانی سوار ہوگیا مگر مولانا شرما صاحب پیچھے رہ گئے۔ لہذا میں اگلے سٹاپ پر اترا اور واپس ان کی جانب چلنے لگا۔ جب ہم ملے تو کہنے لگے کہ کسی نے آپ کو تنگ تو نہیں کیا؟

آپ بیان کرتے ہیں کہ مولانا عبدالکریم شرما صاحب ہمہ قربانی اور صحیح معنوں میں واقفِ زندگی تھے، ہر وقت خدمت کے مواقع تلاش کرتے اور کبھی کسی کے سامنے پیش آمدہ مشکلات کا اظہار نہ کرتے۔

ایک دفعہ جب مولانا عبدالباسط صاحب کا قیام مولانا محمد عیسیٰ صاحب کے ساتھ علاقہ کسومو میں تھا تو مولانا عبدالکریم شرما صاحب اور مولانا منور احمد صاحب نے مل کر اس پورے علاقے کا دورہ کیا۔اس سفر میں آپ کو ان کے ہمراہ کئی دیہاتی جماعتوں میں ساتھ جانے کا موقعہ ملا۔ان علاقوں میں لوگوں سے مل کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوا کہ ان کا ابتدائی مبلغین کے ساتھ احترام بہت گہرا تھا اور ان مبلغین نے ان علاقوں میں بڑی قربانیوں سے ان جماعتوں کو قائم کیا ہے۔ان کو ایک ایسے گاؤں میں جانے کا بھی موقعہ ملا جو مولانا منور احمد صاحب کی کوششوں سے قائم ہوئی۔وہاں کے لوکل احباب نے بہت محبت اور احترام سے ان کا استقبال کیا اور مرغی کا سالن پیش کیا۔اس سالن میں مرغے کا سر بھی پورے کا پورا شامل تھا جو لوکل طور طریق کے مطابق معزز بزرگ کے استقبال میں پیش کیا جاتا تھا۔

مولانا عبد الباسط صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں جماعت کے مبلغین گورنمنٹ کی اجازت سے سکولوں میں دینیات کی کلاسیں لیا کرتے تھے۔اور اسی طرح احمدی معلمین کی تعلیم کا انتظام بھی کرتے۔ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جس سے ان مشکلات کا اندازہ ہوتا ہے جن کا سامنا اوائل زمانہ کے مبلغین کو ہوتا۔ایک دفعہ ایک مخلص معلم نے آپ کو باصرار اپنی جماعت میں تشریف لانے کو کہا۔جب آپ وہاں گئے تو رات مہمان خانہ کے طور پر جنگل کی ایک جھونپڑی آپ کے اعزاز میں تیار کی گئی تھی۔اس کے اندر بچھی ہوئی ایک صاف سفید چادر کو دیکھ کر انہیں تسلی ہوئی۔بہر حال جب وہ سونے لگے تو لیٹتے ہی ایسا محسوس ہونے لگا کہ جسم میں سوئیاں چب رہی ہیں۔جب چادر اٹھائی تو اس کے نیچے بے شمار کھٹمل (ایک خون چوسنے والا کیڑا) تھا۔یہ دیکھ کر انہوں نے اپنا بستر فرش پر ہی بچھا لیا اور رات اسی کیفیت میں گذاری۔آپ بتاتے ہیں کہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پچھلے مبلغین کو ان علاقوں میں کس قسم کے حالات میں سے گزرنا پڑتا تھا۔

مولانا نصیر احمد قمر صاحب مبلغ سلسلہ۔ ایڈیشنل وکیل الاشاعت۔لندن

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کو اِحیاءِ دین واِقامتِ شریعت اور اظہارِ دینِ اسلام کے لئے مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو اور آپ کے مقدّس خلفاء کرام کو دنیا بھر میں خادمانِ اسلام وشریعت محمدیہ کا ایک خیلِ پاک عطا فرمایا جس نے مسیح پاک علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کی مقدس آسمانی و روحانی سیادت میں جاری عالمگیر غلبۂ اسلام کی عظیم الشان مہم میں اپنے جگرخون کئے اور نہایت محنت وعرق ریزی اور خلوص ووفا کے ساتھ تادم آخر اپنے عہدوں کو نبھایا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی تمام مساعی جمیلہ کو نہایت خوشکن اور شیریں ثمرات سے نوازا۔

وہ لوگ جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب شرما کو ذاتی طور پر جانتے ہیں یا جو پہلے سے نہیں جانتے تھے لیکن اب اِس کتاب کے ذریعہ وہ حضرت شرما صاحب کی زندگی کے حالات و واقعات سے آگاہی حاصل کریں گے سبھی اس بات کی شہادت دیں گے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب شرما بھی اُس خَیلِ پاک کے ایک قابل فخر وجود تھے۔

خاکسار اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت خیال کرتا ہے کہ اسلام واحمدیت کے خادم اس نہایت پیارے اور بزرگ وجود سے ملاقات وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ گو مجھے آپ کے پاس بیٹھ کر براہِ راست آپ سے گفت وشنید کے بہت زیادہ مواقع تو میسر نہیں آئے تاہم جب بھی کہیں آپ سے ملاقات ہوئی آپ کو بہت شفیق اور مہربان پایا۔ آپ کی شخصیت بہت دلآویز تھی 'ہونٹوں پہ کھیلتی ہے تبسّم کی چاندنی' کے مصداق آپ کی پُر

کشش مسکراہٹ نے ہمیشہ اپنائیت کا ایک عجیب احساس دیا۔آپ ایک عالم باعمل، متقی و پارسا انسان تھے۔گفتگو میں دھیما پن اور خلوص و معرفت سے معمور۔

ایک دفعہ خاکسار نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میدان عمل کے اپنے کچھ واقعات تحریر فرمائیں۔اُن دنوں خاکسار کو ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے مدیر کے طور پر بھی خدمت کی سعادت حاصل تھی۔آپ نے از راہِ شفقت اِس ناچیز کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور جب مضمون لکھ کر مجھے دیا تو فرمانے لگے کہ ذرا لمبا ہو گیا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ آپ اس کا خیال نہ کریں۔آپ بے شک تفصیل سے لکھیں۔ مضمون جتنا بھی لمبا ہو اُسے بالاقساط شائع کر دیں گے۔ چنانچہ خاکسار ان کا ممنونِ احسان ہے کہ انہوں نے کئی اقساط پر مشتمل مضمون مجھے دیا جو ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے مختلف شماروں میں شائع ہوا۔

اس حوالہ سے آپ نے خود مجھے یہ دلچسپ بات سنائی کہ اسے پڑھ کر کینیا سے اُس وقت کے امیر جماعت مکرم وسیم احمد صاحب چیمہ نے انہیں بتایا کہ اس میں جماعتی تاریخ کے بہت سے نہایت اہم واقعات محفوظ ہو گئے ہیں جو پہلے ان کے علم میں نہیں تھے۔اسی طرح انہوں نے بتایا کہ اس مضمون میں مکرم شرما صاحب نے بعض ایسے علاقوں میں بیعتوں اور افرادِ جماعت کی موجودگی کا ذکر کیا ہے جو اُن کے رابطہ و ریکارڈ میں نہیں تھے۔ چنانچہ مضمون میں مذکور معلومات کی روشنی میں اُن علاقوں کا دورہ کروایا گیا اور ان افراد سے ازسرِ نو جماعت کا رابطہ ہوا جنہوں نے مکرم شرما صاحب کے دور میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی تھی اور یُوں وہ سعید روحیں پھر سے نظام جماعت کا فعّال حصہ بن گئیں۔حضرت مولوی صاحب اس بات کو بیان کرتے ہوئے بہت خوش

تھے کہ ان کے مضمون سے اس طریق پر بھی جماعت نے استفادہ کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اپنے خطاب کے دوران آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''مَیں تو جب مرکز کی گلیوں میں آپ (مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما) کو دیکھتا ہوں تو مجھے خدا تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ میں جب آپ کو دیکھتا ہوں یا حکیم محمد ابراہیم صاحب کو دیکھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ یہ شخص جس رنگ اور جس شکل میں یہاں پھر رہا ہے اس کی حیثیت اَور ہے۔ لیکن جب یہ تبلیغ کے لئے مرکز سے باہر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے اٹھا کر کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔''

اسی طرح فرمایا:

''مولوی عبدالکریم صاحب شرما جو اِس وقت یہاں بیٹھے ہیں جب تبلیغ کے میدان میں جائیں گے تو اِن کی حیثیت اَور ہو جائے گی۔ وہ وہاں خدا تعالیٰ کے نمائندے ہوں گے، اسلام کے نمائندے ہوں گے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمائندے ہوں گے۔ پس میں اِن سے کہوں گا کہ آپ سے خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں جو ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔''

(تحریک جدید ایک الٰہی تحریک۔ جلد چہارم صفحہ 76-77 خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرمودہ 12 اکتوبر 1966)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے یہ مبارک الفاظ جو آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب شرما سے مخاطب ہو کر آپ کا نام لے کر فرمائے ہمیشہ محترم شرما صاحب کے ماتھے کا جھومر بن کر جگمگاتے رہیں گے اور قیامت تک آپ کے حق میں دعاؤں کی

تحریک کا باعث بنتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مکرم عبدالکریم شرما صاحب کی روح پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ قرآن مجید کے مقدس الفاظ میں ہم یہی کہتے ہیں

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:11)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے ربّ! یقیناً تُو بہت شفیق (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے اور تادمِ آخر اخلاص و وفا کے ساتھ خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ کے زیر سیادت اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں اور روحانی توجہات سے فیضیاب فرماتے ہوئے دین سلام کے لئے مساعی جمیلہ کی توفیق سے نوازے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے خودنوشت حالات ہفت روزہ الفضل میں سیریز 2001 تا 2003ء میں 5 قسطوں میں شائع ہوئے۔ اس کے تعارف میں مولانا نصیر احمد قمر صاحب نے تحریر فرمایا:

''مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما کو 29 سال تک مشرقی افریقہ کے ممالک یوگنڈا، تنزانیہ، کینیا، زنجبار وغیرہ میں مرکزی مبلغ کے طور پر خدمتِ دین کی توفیق سعادت حاصل رہی ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ انگلستان میں مقیم ہیں۔ ذیل میں آپ کی ''داستانِ حیات'' کے بعض نہایت دلچسپ اور ایمان افروز حالات وواقعات ہدیہ قارئین

ہیں، ان سے معلوم ہوگا کہ کس طرح احمدی مبلغین اور ان کے اہل وعیال نے نامساعد اور مشکل حالات میں خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں اور دعاؤں میں برکت رکھ دی کہ آج ان ممالک میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں افراد حلقہ بگوش اسلام واحمدیت ہو رہے ہیں اور احمدیت خدا کے فضل کے ساتھ شاہراہ غلبہ اسلام پر بڑی تیزی سے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ الحمد للہ ۔ اللھم زدو بارك۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مبلغین اور ان کے خاندانوں اور ان سب احمدیوں پر بے حد رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور انہیں اپنے غیر معمولی فضلوں سے نوازے جنہوں نے جماعت کی ترقی واستحکام کے لئے ایمان واخلاص اور فدائیت کی روشن مثالیں قائم کیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإِيمَانِ ۔(مدیر)

مولانا منیر الدین شمس صاحب
ایڈیشنل وکیل التصنیف یوکے

مولانا عبد الکریم صاحب شرما کے نام سے تو بہت سارے لوگ واقف ہیں۔ بالخصوص جو پرانے لوگ ہیں جو کہ چالیس پچاس سال سے زائد عمر کے ہیں انہیں بہر حال مولانا عبدالکریم صاحب شرما سے کچھ واقفیت ہے۔ چونکہ آپ زیادہ تر ایسٹ افریقہ میں رہے اس لئے اتنا زیادہ تعارف تو بہر حال مجھے نہیں ہے لیکن میں جب 1973ء میں نائب امام مسجد فضل کے طور پر انگلستان آیا تو مولوی عبدالکریم صاحب شرما کے ساتھ، جب آپ انگلستان آ گئے تو اس وقت سے ان کے ساتھ میرا تعلق قائم ہوا۔ آپ مجلس عاملہ یوکے کے بھی ممبر تھے اس لئے بھی ان سے ملنا جلنا رہتا تھا۔

اُن دنوں مسجد فضل لندن کو دیکھنے کے لئے بہت سے سکولوں وغیرہ کے گروپس آیا کرتے تھے اور ان کو اسلام اور جماعت کا تعارف کروانا ہوتا تھا۔ اس لئے مکرم ومحترم بشیر احمد صاحب رفیق جو اُس وقت مبلغ انچارج اور مسجد فضل لندن کے امام تھے، اگر وہ موجود نہ ہوتے تو اس تعارف پر مشتمل لیکچر مَیں دیا کرتا تھا۔ بعض دفعہ مجھے جب ضرورت پڑتی تو میں مولانا عبدالکریم صاحب شرما کو بھی مدعو کرتا تھا اور وہ بھی میری مدد کیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے بہر حال ان سے ملنا جلنا رہا اور انکی مجھے کافی مدد حاصل ہوتی رہی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی کو تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں ضرورت پڑتی، تو مولانا شرما صاحب اس کے ساتھ چلنے کو تیار رہتے تھے اور کئی جگہوں پر جایا کرتے تھے۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ساؤتھ فیلڈز اسٹیشن کے پاس بھی بعض گروپس تبلیغ کی خاطر لٹریچر وغیرہ تقسیم کرنے کے لئے جایا

کرتے تھے جن میں مولانا عبدالکریم صاحب شرما بھی شامل ہوا کرتے تھے اور اس سے نوجوانوں کو بھی تحریک ہوتی تھی کہ وہ بھی تبلیغی کاموں میں حصہ لیں۔

اس کے علاوہ مولانا عبدالکریم صاحب شرما کے بارہ میں جہاں تک مجھے علم ہے آپ بچوں کو قرآن کریم بھی سکھایا کرتے تھے۔ اور ہماری جو مختلف تربیتی کلاسز محمود ہال میں یا مسجد فضل میں ہوا کرتی تھیں ان میں آپ بھی تعلیم دینے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ ساؤتھ فیلڈز میں رہائش پذیر تھے اور جب آپ بیمار تھے تو اس دوران مجھے آپ کی بیمار پرسی کے لئے جانے کا موقع ملتا رہا۔ آپ بہت ہی حلیم اور خاموش طبیعت والی شخصیت تھے۔ جب بھی آپ سے کوئی بات کی جاتی تو بڑے دھیمے لہجے میں آپ بات کیا کرتے تھے اور اس رنگ میں کیا کرتے تھے جیسے کوئی بڑا یا ایک باپ بچوں سے سمجھانے کی خاطر مخاطب ہوتا ہے۔ آپ ہر ایک کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آتے تھے اور اگر کسی کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی تو آپ ناصحانہ رنگ میں اسے سمجھاتے تھے۔ ہر ایک کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے۔ میں ان سے عمر میں کافی چھوٹا تھا۔ لیکن پھر بھی جب کبھی بھی ان سے بات کرنے کا موقع ملتا تھا تو بہت ہی عزت کے ساتھ آپ پیش آیا کرتے تھے اور خود ہمیں شرمندگی ہوتی تھی کہ بہرحال اتنے بزرگ ہیں ہمارے سینئر مبلغین میں سے ہیں لیکن پھر بھی آپ بہت ہی عزت اور تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔

مہمان نوازی کی صفت

مہمان نوازی آپ کی نمایاں صفت تھی اور میں سمجھتا ہوں اس میں صرف مولوی صاحب کا نہیں بلکہ ان کی بیگم کا بھی بہت بڑا حصہ ہوگا۔ آپ کو ملنے کے لئے جو بھی جاتا تھا آپ چائے وغیرہ پوچھتے تھے اور اس کی خاطر تواضع کرتے تھے۔

رعب دار شخصیت

اگر کوئی ان سے غلط بات کرتا تھا تو وہ اسے جھڑک بھی دیا کرتے تھے۔اس طرح لوگ ان سے سوچ سمجھ کر ہی بات کرتے تھے اور ان کو پتا ہوتا تھا کہ مولوی صاحب نہ تو کسی فضول مزاق کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی خود کرتے ہیں تو اس لئے جو بھی ان سے بات کرتا تھا تو بہت سوچ سمجھ کر کرتا تھا۔ کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ اگر انہوں نے غلط بات کی تو وہ اس کو جھڑک دیں گے اور اس کی اصلاح کے لئے فوری طور پر توجہ دلائیں گے۔ یہ ان میں بڑی صفت تھی کہ وہ کسی سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اس بات کی پرواہ کرتے تھے کہ اگر میں نے کسی کو جھڑک دیا یا اس کو اصلاح کے لئے کچھ کہہ دیا تو وہ برا منا جائیگا۔

خلافت کے ساتھ تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ چونکہ یہاں انگلستان میں تین چار مرتبہ تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب شرما بھی یہیں ہوتے تھے اور چونکہ وہ مجلس عاملہ کے ممبر تھے اس لئے حضور سے ملاقات بھی ہوتی رہی میں نے جیسا کہ بتایا ہے کہ وہ تو ہر ایک کے ساتھ بہت عزت اور تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ تو یہ بہت ہی زیادہ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔

غیرت دینی میں کسی کو جماعت کے خلاف بات کرنے نہیں دیتے تھے۔اگر کوئی کرتا تھا تو بلاٹوک اس کو منع کر دیا کرتے تھے۔ مجھے نہیں یاد کہ ان کے ساتھ میں نے کوئی تبلیغی سفر کیا ہو کیونکہ میری جو ڈیوٹیز تھیں ان کے لئے مجھے زیادہ تر مشن ہاؤس میں ہی رہنا

ہوتا تھا۔مکرم ومحترم بشیر احمد صاحب رفیق جو امام تھے، جب مختلف دوروں پر جاتے تھے تو بعد میں نمازیں وغیرہ پڑھانی یا ویسے کسی نے اگر ملنے آنا ہوتا تھا تو میرا وہاں موجود ہونا ضروری ہوتا تھا۔اس لئے ساؤتھ فیلڈز وغیرہ لٹریچر کی تقسیم کے لئے دیگر احباب کے ساتھ مکرم مولوی عبدالکریم شرما صاحب وغیرہ احباب جایا کرتے تھے۔جبکہ خاکسار کو بھی چند مرتبہ ان کے ہمراہ اس غرض کے لئے جانے کا موقع ملا تھا۔

جو ہمارے پرانے بزرگ تھے اور سابقہ مبلغین ہوا کرتے تھے ہمیں چاہیئے کہ ان کے اسوۂ حسنہ کے بارہ میں پتہ کرتے رہیں اور ان کے نیک نمونہ کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ محترم مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے حالاتِ زندگی پر مشتمل یہ کتاب انشاءاللہ بہتوں کے لئے ہدایت وراہنمائی کا موجب ہوگی۔

مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب، مبلغ سلسلہ یوکے
مربی سلسلہ بیت الفتوح لندن
وہ آپ کو بڑا یاد کرتے ہیں

واقفِ زندگی کی خواہش رہتی ہے کہ ہر وقت خدمت کا موقعہ ملتا رہے۔ ایک دفعہ شرما صاحب سے خاکسار راقم کتاب نے عرض کیا کہ ہمارے ایک استاد اکثر آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ 'وہ سب کام کر رہے ہیں اور میں بیکار ہوں'۔ اس جملہ سے مولانا شرما صاحب کے دلی جذبات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ استاد مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب تھے۔ انہوں نے اس کتاب کیلئے یادگار تصاویر ارسال کی ہیں۔ ان میں سے دو Glasgow شہر کی ہیں جہاں مولانا عبدالکریم شرما صاحب صد سالہ جوبلی کی ایک تقریب میں شرکت کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ بطور نیشنل سیکرٹری تبلیغ خدمت کر رہے تھے اور مولانا عطاالمجیب راشد صاحب کے ہمراہ مختلف شہروں کا دورہ کیا کرتے تھے۔ ایک تصویر Huddersfield میں 1989ء میں لی گئی مبلغین کی میٹنگ کے موقعہ پر۔ اسی طرح مولانا عبدالکریم شرما صاحب اطفال کے سالانہ تربیتی کیمپ بمقام بیت الفتوح میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

شرما صاحب نہایت عاجز، نیک، حلیم الطبع، عالم، متقی، خلافت کے محب اور ہر وقت مسکراہنے والے وجود تھے۔ آپ بچوں اور بوڑھوں سب سے محبت کے ساتھ پیش آتے۔ دعا سے عشق تھا۔ جماعت کے ایک دیرینہ مبلغ سلسلہ تھے۔ مجھے تنزانیہ میں سال 1990 تا 1992ء خدمت کی توفیق ملی جہاں شرما صاحب نے بہت اچھی یادیں چھوڑی ہیں۔ افرادِ جماعت کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین

ایک مخلص اور فدائی احمدی مکرم سالم عفیف صاحب کا ذکر خیر

(جو کہ مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے ذریعہ احمدی ہوئے)

از قلم مولانا ناصر محمود طاہر صاحب۔ مربی سلسلہ کینیا

مکرم سالم عفیف صاحب کا تعلق ممباسہ کینیا سے تھا۔ آپ نسلاً عرب تھے اور آپ کے آباو اجداد کا تعلق یمن کے علاقے حضر الموت سے تھا۔ آپ پیدائشی طور پر آنکھوں کے نور سے محروم تھے مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے نور بصیرت سے منور تھے۔ آپ کا دل ودماغ اللہ کے نور سے روشن تھا یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں، لاکھوں آنکھوں والوں کو چھوڑ کر آپ کو اپنے مسیح کی شناخت کرنے اور اس کی بیعت کی توفیق دی اور پھر تا دم مرگ اسے حقیقی معنوں میں نبھانے کی توفیق بھی بخشی جس کی مثال اس معاشرے میں شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔

خاکسار کا آپ سے تعارف جولائی سن 2006ء میں ہوا جب خاکسار کی تقرری ممباسہ ریجن میں بطور مبلغ ہوئی۔ آپ کو ہمیشہ عاجز اور اخلاص و وفا کا پیکر اور جماعت اور خلافت کا مخلص خادم پایا۔ آپ سے جڑی چند یادوں کا خاکسار بطور تحدیث نعمت یہاں ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہے تا زمانے کی دھول میں یہ ہیرے جیسے لوگ گم نہ ہو جائیں اور اب جب جماعت ترقی کی راہوں پر بڑی تیزی سے گامزن ہے تو ان لوگوں کی قربانیاں اور اخلاص ہمارے لیے مشعل راہ ہوں اور ہمارے حوصلے بلند کرنے کا موجب ہوں اور ان کا ذکر اُذْکُرُ مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ (حدیث) بن کر ان کی روحوں کو دائمی ثواب پہنچاتا رہے۔

خاکسار کا آپ سے تعارف جولائی 2006ء میں اس وقت ہوا جب خاکسار کا تقرر بطور مبلغ سلسلہ ممباسہ میں ہوا۔ممباسہ مسجد میں نماز جمعہ کے بعد آپ سے تعارف ہوا۔آپ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے۔تعارف کے بعد میرے ساتھ دفتر آ گئے اور باتیں کرتے رہے اور مجھ سے میرا فون نمبر لیا اور اپنا نمبر مجھے لکھوایا۔آپ ساؤتھ کوسٹ لیکونی کے علاقے میں رہتے تھے اور وہاں سے ممباسہ شہر اور مسجد آنے کے لیے آپ کو فیری کے ذریعہ سمندر پار کرنا پڑتا تھا جو ایک بینائی رکھنے والے شخص کے لیے بھی مشکل کام تھا۔مگر آپ ہر جمعہ بڑی باقاعدگی کے ساتھ اپنے کسی عزیز کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد حاضر ہوتے۔

آپ کا جماعت احمدیہ سے تعارف 1960ء کے اوائل میں مکرم عبدالکریم شرما صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ کے ذریعے سے ہوا۔1959ء میں جب ممباسہ میں جماعت کی مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی تو مکرم شرما صاحب یہاں بطور مبلغ تعینات ہوئے۔آپ کی تبلیغ سے کئی سعید روحوں کو احمدیت کی آغوش میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔عربوں میں تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔آپ کی تبلیغ سے جو عرب احمدی ہوئے ان میں سے ایک مکرم سالم عفیف صاحب بھی تھے۔آپ کے علاوہ جن عرب احمدی بزرگوں کو خاکسار جانتا ہے اور ان میں سے بعض کا مکرم شرما صاحب نے خود بھی ذکر کیا ہے جو الفضل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ان میں مکرم حسین صالح حفیظ صاحب ان کے چھوٹے بھائی مکرم محمد شریف صاحب جو اپنے بڑے بھائی کی تبلیغ سے 1976ء میں احمدی ہوئے تھے۔ان کے علاوہ مزے علانی صاحب قابل ذکر ہیں۔

اس وقت مزے سالم عفیف صاحب سے متعلق بعض یادوں کا ذکر کرنا مقصود ہے

لیکن یہاں یہ بات واضح کر دینا مناسب ہے کہ لفظ ''مزے'' سواحیلی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب بزرگ، محترم، وغیرہ ہے اور یہ عزت وتکریم کے لیے لوگوں کے نام سے پہلے لگایا جاتا ہے جیسے کہ اردو میں محترم، مکرم، اور انگلش میں مسٹر۔

آپ نے اپنے قبول احمدیت کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ جب 1959ء میں ممباسہ کی مسجد کی تعمیر ہوئی تو لوگوں میں جماعت کی بہت مخالفت تھی۔ کیونکہ اس مسجد کا رنگ لال تھا اس وجہ سے سب اس کو لال مسجد کہتے اور طرح طرح کی بے بنیاد باتیں لوگوں میں مشہور کر دی گئیں۔ کیونکہ یہاں لال رنگ کو جادوٹونے سے منسوب کیا جاتا ہے اس وجہ سے لوگوں میں یہ تاثر دیا گیا کہ جو یہاں جائے گا اس پر جادو ہو جائے گا۔ بات دراصل یہ تھی کہ اس مسجد کی تعمیر کے لیے جماعت کے ایک مخلص ممبر مکرم معراج الدین صاحب آف نیروبی اور ان کی اہلیہ نے ایک خطیر رقم دی تھی اور ان کی اہلیہ نے ایک خواب کی بنا پر اس مسجد کی تعمیر سرخ رنگ کے پلستر سے کرائی تھی جو اس کی خاص پہچان بنی۔ اب بھی ممباسہ میں پرانے لوگ اسے لال مسجد ہی کہتے ہیں۔ مکرم شرما صاحب تبلیغ کی غرض سے نماز مغرب کے بعد مسجد میں ایک عام مجلس کا اہتمام کیا کرتے تھے جس میں بہت سے غیر احمدی بھی شامل ہوتے تھے۔ مکرم سالم عفیف صاحب بیان کرتے تھے کہ جب میں نے بعض دوستوں سے اس بارے میں سنا تو چونکہ میں مسجد کے قریب ہی رہتا تھا اس لیے میں نے بھی اس مجلس میں حاضر ہونا شروع کر دیا کیونکہ میں پڑھ تو نہیں سکتا تھا اس وجہ سے تمام بیان کردہ مسائل کو بغور سنتا اور اگر کوئی سوال پیدا ہوتا تو پوچھتا۔ رفتہ رفتہ یہ باتیں میرے دل میں گھر کرنے لگیں گو کہ میں ابھی احمدی نہیں ہوا تھا مگر بہت سے جماعتی عقائد سے متفق ہو چکا تھا۔ ان دنوں کے بی سی ریڈیو پر ہر جمعہ کے روز مسلمانوں

کی طرف کے ایک پروگرام نشر ہوتا تھا اور خاکسار اس کو باقاعدگی سے سنتا اور جو شیخ پروگرام پیش کرتا وہ بھی ہمارے گھر کے قریب ہی رہتا تھا۔ایک دن اس نے اپنے پروگرام میں جماعت احمدیہ کے بارے میں بہت سی بے بنیاد باتیں کیں تو خاکسار اگلے روز اس کے گھر اسے ملنے چلا گیا اور کہا کہ آپ نے جماعت احمدیہ کے بارے میں یہ یہ باتیں کی ہیں اور میں تو قریباً ہر روز احمدیہ مسجد جاتا ہوں اور وہاں نماز بھی پڑھتا ہوں، درس و دیگر مسائل بھی سنتا ہوں مگر میں نے ایسی کوئی بات وہاں نہ دیکھی نہ سنی۔اگر آپ اپنی ان باتوں کو درست خیال کرتے ہیں تو میرے ساتھ شام کو لال مسجد چلیں وہاں احمدیوں کا شیخ بھی ہوگا آپ ان کے سامنے یہ ساری باتیں کریں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا اور سب غور سے سنوں گا۔اگر آپ کا موقف درست نکلا تو میں وہاں جانا ترک کر دوں گا۔کہتے ہیں کہ ان شیخ صاحب نے لیت ولعل سے کام لیا مگر خاکسار نے جب اصرار کیا تو اس نے کہا کہ میں آؤں گا مگر وہ کبھی نہ آیا۔جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت سے متعلق شرح صدر عطا فرمایا اور میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گیا۔الحمد اللہ۔آج اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اس بات پر قائم ہوں۔اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ نابینا کو راہ حق دکھائی۔یہ محض اس کا فضل ہے ورنہ مجھ میں تو کوئی خوبی نہ تھی۔

آپ چندہ باقاعدگی سے اور پوری شرح کے ساتھ ادا کرتے۔جب صحت اور عمر مسجد آنے کی اجازت نہ دیتی تو اپنے کسی بچے کے ہاتھ چندہ بھجوا دیتے۔یا فون کر کے کہتے چندہ لے جائیں۔

نابینا ہونے کی وجہ سے آپ نے بریل (Braille) کے ذریعے پڑھائی کی اور ایک عیسائی تنظیم کے معذور بچوں کے سکول میں ایک لمبے عرصے تک درس و تدریس کے

فرائض سرانجام دیتے رہے۔آپ کہا کرتے تھے کہ کیونکہ یہ ایک عیسائی تنظیم تھی اس وجہ سے بعض دفعہ میری تبلیغ اور خاص کر وفات عیسیٰ کے مسئلے پر بات سکول کے منتظمین پر گراں گزرتی تھی اور وہ مجھے اس سے باز رہنے کا کہا کرتے۔ بسا اوقات کام سے نکال دینے کی دھمکی بھی دیتے بلکہ ایک دفعہ تو مجھے گھر سے دور اسی تنظیم کے ایک اور سکول میں بھیج دیا گیا جس کی وجہ سے مجھے خاصی مشکل کا سامنا تھا۔مگر میں کبھی بھی کلمہ حق کہنے سے نہیں ڈرا۔

باوجود معذوری کے آپ کبھی کسی کے محتاج نہیں رہے۔اور کہا کرتے تھے کہ یہ سب امام زمان کی بیعت کی برکت سے ہے ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ مالی طور پر مستحکم تھے۔آپ کا اپنا ذاتی گھر تھا۔شادی بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔

آپ معذوری کی وجہ سے سفر بہت کم کرتے تھے۔مگر جب 2005ء میں پتہ چلا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کینیا تشریف لا رہے ہیں تو باوجود پیرانہ سالی کے اپنی چھوٹی بیٹی کو ساتھ لے کر مقامی ٹرین کے ذریعے ایک لمبا اور تکلیف دہ سفر کاٹ کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استقبال اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لیے ممباسہ سے نیروبی آئے۔

خاکسار جب بھی دورے پر ساؤتھ کوسٹ جاتا تو آپ سے ضرور ملاقات ہوتی۔آپ نے اپنے گھر کے سامنے اپنے خرچ پر ایک کنواں کھدوا رکھا تھا۔اس علاقے میں پانی کی قلت تھی جس کی وجہ سے آپ دن کا اکثر حصہ وہاں گزارتے اور مستحقین

اورضرورت مندوں کومفت پانی دیتے اور کہتے یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ محلے اور علاقے کے لوگ آپ کو بخوبی جانتے تھے اور آپ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہاں سب لوگ آپ کو ''بابو'' یعنی دادا کہہ کر پکارتے تھے۔ شاید اکثر کو آپ کا اصلی نام بھی معلوم نہ ہو۔

خاکسار جب بھی آپ سے ملنے جاتا صرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے پر ہی مجھے پہچان لیتے اور کھڑے ہو کر استقبال کرتے۔ گھر کے اندر لے جاتے۔ آپ عربی میں بات کرنے کو بہت پسند کرتے تھے۔ خاکسار نے مشاہدہ کیا ہے کہ یمن کے عربی لوگ اس طرح کی فصیح عربی نہیں بولتے جو ہم نے سیکھی یا کتابوں میں پڑھی ہے۔ مگر آپ فصیح عربی بولتے اور سمجھتے۔ خاکسار سے اکثر عربی میں ہی گفتگو کرتے۔ خاکسار جب بھی آپ سے ملنے جاتا کچھ عربی کتب ورسائل ساتھ لے جاتا جس میں ماہنامہ رسالہ التقویٰ بھی ہوتا۔ جب میں یہ کتب ورسائل آپ کو دیتا تو کہتے اب آپ مجھے یہ پڑھ کر سنائیں۔ آپ کی اس خواہش پر خاکسار بعض دفعہ دو دو گھنٹے تک آپ کو یہ کتب ورسائل پڑھ کر سناتا جس میں حضور انور ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ بھی شامل ہوتا۔ آپ کے پاس بریل قرآن کریم بھی تھا۔ مجھے کہتے میں پڑھتا ہوں آپ سنیں اگر کوئی غلطی کروں تو بتانا۔ بعض دفعہ کئی کئی رکوع سناتے اور کوئی غلطی نہ کرتے جیسا کہ ان کو قرآن کریم حفظ ہو۔ خاکسار نے زندگی میں بریل قرآن کریم اس عمدہ طریق پر پڑھتے کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ خاکسار آپ کو ملنے گیا تو میرے پاس کتاب'' قول الصریح'' مصنف مولانا نذیر احمد مبشر صاحب (اس کتاب کا موضوع ظہور مہدی و مسیح ہے۔ خاکسار) تھی۔ کہا شیخ کچھ سناؤ۔ خاکسار نے کچھ حصہ پڑھ کر سنایا تو کہا بہت اچھی کتاب

ہے اور سناؤ.....اب میں نے پوری کتاب سنے بغیر آپ کو جانے نہیں دینا چاہے رات آپ میرے پاس ہی قیام کریں۔ جب پوری کتاب سن چکے تو کہا کہ اصل میں مجھے یہ کتاب فون میں ریکارڈ کر لینی چاہیے تھی تا میں دوسرے لوگوں کو بھی سنا سکتا۔

خاکسار نے آپ کو ایم ٹی اے العربیہ گھر پر لگوانے کی تحریک کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے خرچ پر اپنے گھر میں ایم ٹی اے بھی لگایا۔

مہمان نوازی کی صفت آپ میں بہت پائی جاتی تھی۔ عمدہ قسم کے کھانے تیار کرواتے اور ساتھ بیٹھ کر کھاتے، کسی بھی وقت کوئی ان سے ملنے آتا تو حسب موقع عمدہ مہمان نوازی کرتے۔ آپ نے گھر میں ایک کمرہ نماز کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا۔ جب بھی خاکسار جاتا تو کہتے میں پنج وقتہ نماز کے لیے مسجد تو نہیں آ سکتا اس لیے ایک دو نمازیں پڑھائے بغیر آپ کو جانے نہیں دوں گا۔

خاکسار جب اس علاقے کے دورے پر جاتا تو اکثر آپ کو ساتھ لے کر جاتا۔ نہایت مدلل تقریر کرتے چاہے تربیتی پہلو ہو یا تبلیغی۔ کئی دفعہ سارا سارا دن گزر جاتا اور رات دیر کو واپسی ہوتی مگر آپ کبھی تنگ نہیں ہوئے۔ آپ میں مزاح کی حس بھی بہت عمدہ تھی اور سفر میں لوگوں کو خوش رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک تبلیغی دورے سے واپس آ رہے تھے تو کافی دیر ہو گئی۔ اندھیری رات تھی اور جنگل سے گزر رہے تھے آپ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے تھے کسی خادم نے پچھلی سیٹ سے کہا کہ مزے آج بہت اندھیرا ہے جس پر برجستہ کہا مجھے تو بالکل صاف نظر آ رہا ہے۔ جس پر سب نے زور کا قہقہ لگایا اور آپ خود بھی بہت محظوظ ہوئے۔ آپ کو اپنی معذوری کے بارے میں کبھی ملال یا احساس کمتری محسوس کرتے نہیں پایا بلکہ آپ رضائے الٰہی پر مکمل راضی تھے۔

خاکسار کو کہا کرتے تھے کہ شاید میں اپنی معذوری کی وجہ سے جماعت کی تبلیغ کا وہ حق ادا نہیں کر سکا۔ مگر آپ نے مجھ سے کچھ بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ ریجن میں کوئی بھی پروگرام ہوتا جب تک صحت نے اجازت دی باقاعدگی سے شامل ہوتے۔

جب خاکسار کا تبادلہ ممباسہ سے دوسری جگہ ہو گیا تب بھی باقاعدگی کے ساتھ فون کرتے اور خیریت دریافت کرتے اور کہتے میرا دل کرتا ہے کہ آپ سے ملنے آؤں پر صحت اجازت نہیں دیتی مگر آپ جب بھی ممباسہ آئیں مجھے ضرور مل کر جائیں۔ اپنی وفات سے چند روز قبل فون کر کے اپنی بیماری کے بارے میں بتایا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ کی وفات لیکونی ممباسہ میں 30/اپریل 2018ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت امام الزمان علیہ السلام کے اس خادم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور جماعت کو ایسی لاکھوں سعید روحیں عطا کرے جو اپنے ایمان و اخلاص اور کردار کے لحاظ سے احمدیت کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کی چلتی پھرتی تصویر ہوں۔ آمین

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 23 دسمبر 2021ء)

آج بھی لوگ انہیں محبت اور احترام سے یاد کرتے ہیں

مولانا بشارت احمد طاہر صاحب، مبلغ سلسلہ کینیا

خاکسار بشارت احمد طاہر مبلغ سلسلہ ممباسہ کینیا یہ عرض کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہے کہ محترم مولانا صاحب مشرقی افریقہ میں لمبا عرصہ خدمت بجالاتے رہے۔ اور بہت خوشگوار یادیں انہوں نے پیچھے چھوڑی ہیں۔ آج بھی لوگ انہیں محبت اور احترام سے یاد کرتے ہیں۔ خاکسار تو اکیسویں صدی کے آغاز میں کینیا آیا لیکن پرانے لوگوں میں سے جنہوں نے انہیں دیکھا یا ان کے ساتھ کام کیا (جواب مشت از خوارے ہیں) ان کی نیکیوں اور خوبیوں کے معترف ہیں۔ جن میں سے ایک ہمارے سابقہ صدر جماعت حسین صالح حافظ صاحب ہیں جو عرب ہیں اور زمانہ طالب علمی میں مکرم شرما صاحب کے ذریعہ سلسلہ حقہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد یمن سے یہاں آئے تھے۔ ان کی عمر اس وقت اسّی سال سے زیادہ ہے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ وصیت کی ہوئی ہے۔ وہ اپنے احمدی ہونے کا واقعہ سناتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ

خاکسار کا گھر احمدیہ مسجد ممباسہ کے قریب تھا میں سکول جاتے ہوئے مسجد کے پاس سے گزرتا۔ مسجد کے سامنے ایک گراؤنڈ ہے جہاں لڑکے فٹ بال کھیلتے تھے ایک دن میں وہاں کھڑا میچ دیکھ رہا تھا۔ مولانا صاحب نے مجھے اشارے سے بلایا نام پتا پوچھا اور اپنا تعارف کروایا۔ اور شاید مہمان نوازی بھی کی۔ کہتے ہیں ان کی باتوں میں اتنی اپنائیت تھی کہ انہوں نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔ اب میں چھٹی کے بعد ان کے پاس رکتا وہ مجھے جماعت کے بارے بتاتے۔ میرے مالی حالات بھی اتنے اچھے نہ تھے بعض اوقات

ساتھ مجھے چائے بھی پلاتے اور تواضع کرتے۔ کہتے ہیں جب میرا آنا جانا مولوی صاحب کے زیادہ ہوا تو کچھ لڑکوں نے میری شکایت والدین کو لگادی کہ یہ قادیانی مولوی کے پاس بیٹھتا ہے لیکن کہتے ہیں میرے والدین نے منع نہیں کیا بلکہ کہا مولوی صاحب اچھے آدمی ہیں اگر وہ ان کے پاس بیٹھتا ہے تو کوئی اچھی چیز ہی سیکھے گا۔ کہتے ہیں پھر میں نے بیعت کر لی میرے بعد میرے دو بھائیوں محمد شریف اور محمد ابراھیم نے بھی بیعت کر لی وہ دونوں بھی اللہ کے فضل سے احمدی ہیں، تو اس طرح یہ تین عرب نوجوان محترم شرما صاحب کی تبلیغ اور ان کے اخلاق کی وجہ سے احمدی ہو گئے۔ ان کے والدین تو احمدی نہ ہوئے لیکن مخالفت بھی نہیں کی۔

حسین صاحب نے سیکنڈری سکول تک تعلیم حاصل کی پھر انہیں ممباسہ بندرگاہ پر نوکری مل گئی۔ اور ترقی کرتے ہوئے کسٹم کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ باوجود برادری کی مخالفت کے احمدیت پر ڈٹے رہے اور کہتے ہیں۔ میری یہ ترقی احمدیت کی بدولت ہوئی ہے۔ تمام سابق مبلغین میں سے وہ مکرم عبدالکریم شرما صاحب کا ذکر سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ اور ان کا نام آئے تو حضرت مولانا عبدالکریم شرما صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مولانا صاحب کی شفقت وحسن سلوک مجھے احمدیت میں لانے کا سبب بنی۔ اپنے دوستوں میں برملا احمدیت کا ذکر کرتے ہیں۔ وفات مسیح کی آیات۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی قصیدہ کو ترنم سے پڑھتے ہیں۔ اور حظ اٹھاتے ہیں۔

والسلام

خاکسار بشارت احمد طاہر کینیا۔ خط جنوری 2021

تاثرات

اثمانی موینی گاکوریا صاحب اوکنڈا۔ کینیا

آپ کا ذکر خیر از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 22دسمبر2023ء

مکرم عثمان احمد گاکوریا صاحب آف کینیا۔ مرحوم گذشتہ دنوں وفات پاگئے تھے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم1932ء میں پیدا ہوئے تھے۔1960ء کی دہائی میں مرحوم کا جماعت سے تعارف ہوااور 1964ء میں مرحوم کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔مرحوم کا جماعتی خدمات کا لمبا سلسلہ ہے جو کئی دہائیوں پر پھیلا ہوا ہے۔متعدد جماعتی کتب کا سواحیلی زبان میں ترجمہ کیا۔کینیا جماعت کے ابتدائی موصیان میں سے تھے۔مرحوم عمدہ اخلاق کے مالک، بااصول، تہجد گزار، چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ، مبلغین کا احترام کرنے والے، مہمان نواز، نیک بزرگ تھے۔مرحوم کی ساری اولاد کسی نہ کسی شکل میں سلسلے کی خدمت کی توفیق پارہی ہے۔

دوسرا جنازہ ہے عثمان احمد گاکوریا صاحب، کینیا کا۔ان کی وفات بھی گذشتہ دنوں ہوئی تھی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ان کی جماعتی خدمات کا سلسلہ بہت لمبا ہے، کئی دہائیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ 1932ء میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ساٹھ کی دہائی میں ان کا جماعت سے تعارف ہوا۔ ایک پرانے بزرگ عرب احمدی مرحوم سالم عفیف صاحب کے ذریعہ سے ان کو جماعت کا تعارف ہوا۔اس کے بعد آپ نے مکرم مولانا روشن دین صاحب مبلغ جماعت کے ذریعہ

1964ء میں بیعت کی اور جماعت میں شمولیت اختیار کی اور آخر تک اس عہد بیعت کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ کینیا کی آزادی کے بعد کوالے (Kwale) پولی ٹیکنیک سکول کے پہلے مقامی پرنسپل مقرر ہوئے۔ اسی طرح ایک دوسرے پولی ٹیکنیک کالج کے پہلے مقامی پرنسپل ہونے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوا جس کا آپ اکثر ذکر کرتے تھے۔ محکمہ تعلیم میں ہی اعلیٰ عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ متعدد جماعتی کتب کا سواحیلی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت ملی۔ نیروبی جماعت کے پہلے مقامی صدر ہونے کا بھی اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔ اسی طرح کینیا جماعت کے اوّلین مقامی موصیان میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مرحوم بہت سے عمدہ اوصاف کے مالک، ایک بااصول انسان تھے۔ عمر کے آخری حصہ تک نماز تہجد میں باقاعدہ تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی میں کبھی لاپروائی یا سستی نہیں کرتے تھے۔ مرکزی مبلغین کا آپ کے دل میں بہت احترام تھا۔ اگر کوئی احمدی کسی مرکزی مبلغ کے بارے میں کوئی غلط بات کرتا یا شکایت کے رنگ میں کوئی بات کرتا تو فوراً اسے روک دیتے بلکہ ناراضگی اور شدید ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے اور ہمیشہ یہ نصیحت کرتے تھے کہ دیکھو! آج تمہیں ایمان کی روشنی سے جو متعارف کرایا ہے ان لوگوں نے ہی کرایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی جو تمہیں توفیق ملی ہے وہ ان کی وجہ سے ملی ہے ورنہ تم تو جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ اس لیے ان لوگوں کا تم پر یہ احسان ہے اور تمہاری نسلوں پر بھی احسان ہے، اس لیے ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ تو بہرحال یہ تو ان کے اخلاق تھے۔

ہمارے مبلغین کو بھی، نئے جانے والوں کو بھی اب چاہیے کہ اپنے بھی وہ اعلیٰ معیار قائم کریں کہ مقامی لوگوں کے لیے ایک نمونہ بنیں۔

اسی طرح مرحوم کے اندر مہمان نوازی کی صفت بھی بہت زیادہ تھی۔آپ کی تقریباً ساری اولاد جماعت سے جڑی ہوئی ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق بھی پا رہی ہے۔آپ کے ایک بیٹے عبدالعزیز گاکوریا صاحب اس وقت صدر مجلس انصاراللہ کینیا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کے نمونے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 12 رجنوری 2024ء)

(یہ خط مرحوم نے اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹے کی وساطت سے خاکسار کو لکھا)

پیارے شیخ صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مجھے امید ہے کہ یہ عاجزانہ جواب آپ کے حالیہ تاریخی استفسار اپنے بزرگ نانا مولانا عبدالکریم شرما صاحب مرحوم سے متعلق آپ کو خیر وعافیت میں ملے۔انشاءاللہ

شاید آپ کو پہلے سے معلوم ہوگا کہ مشرقی افریقہ کہلانے والا علاقہ کینیا، یوگنڈا اور تنزانیہ پر مشتمل ہے۔یہ بات واضح ہے کہ جماعت احمدیہ کی سرگرمیاں ان ہر سہ علاقوں میں عرصہ دراز سے جاری ہیں۔میرے پاس کوئی تحریری ریکارڈ تو نہیں ان سرگرمیوں سے متعلق،مگر جماعتی سرکلز سے معلوام ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین کی عرصہ دراز سے ہونے والی تبلیغ نے ان علاقوں میں رہنے والے لوگوں میں ایک انمٹ اثر چھوڑا ہے۔اس کے نتیجہ میں آج جماعت احمدیہ ان علاقوں میں ترقی کر رہی ہے۔

آج جماعت احمدیہ کے مراکز مشرقی افریقہ کے ہر ملک میں الگ الگ قائم ہیں

اور ہر ملک خودمختار ہے۔تینوں ملکوں کے دارالحکومت میں جماعت ترقی پذیر ہے جن یعنی نائروبی (کینیا)، کمپالہ (یوگنڈا) اور دارالسلام (تنزانیہ)۔ان علاقوں میں دو پریس قائم ہیں جو کہ دارالاسلام تنزانیہ اور نیروبی کینیا میں واقع ہیں۔اسی طرح جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں میں تقویت لانے کیلئے یہاں ایک معلمیں ٹریننگ سنٹر دارالسلام تنزانیہ میں قائم ہے۔جماعت احمدیہ کے مبلغین نے ان علاقوں کی مادی امداد بھی کی ہے۔موجودہ لٹریچر میں وسعت پیدا کی گئی۔قرآن کریم کا سب سے پہلا کیسواحیلی ترجمۃ القرآن شائع کیا نیز اور بہت سی جماعتی کتب بشمول The Prayer Book، The Foundation of Chrsitianity، The Will،Promised Son ، The Star of ، A Gift for the Queen،The Ahadith World cirsis and the Pathway to Peace،Victoria وغیرہ، جن میں سے بہت سی کتب ان مبلغین کی تحریر کردہ ہیں۔الحمدللہ

امری عبیدی صاحب کا ذکر

مولانا عبدالکریم صاحب سے میرا تعلق 1970ء کی دہائی میں ہوا۔ایک لمبے عرصہ سے ہم دونوں نیروبی میں مقیم تھے جو کینیا کا دارالحکومت ہے اور جہاں جماعت کا مرکز بھی ہے۔ہم دونوں نیروبی جماعت کے ممبر تھے، آپ ہمارے مشنری انچارج تھے اور خاکسار نیز دیگر افراد جماعت کے ممبر تھے۔ہم سب مل کر نمازیں پڑھتے اور آپ کی رہنمائی میں جماعت کی خدمت کرتے۔

آپ نیک، نرم دل اور خوشمزاج مگرنڈر شخصیت کے مالک تھے۔ایک موقعہ پر آپ نے ایک امریکی عیسائی مناد کو دعائیہ چیلنج دیا جس نے شیخی کے طور پر Expect a miracle کا نعرہ لگایا، مگر اس نے جلد ہی اس سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولانا عبدالکریم شرما صاحب مرحوم خدا تعالیٰ کے ان بندوں میں شامل تھے جنہیں رؤیا وکشوف کی نعمت سے نوازا گیا۔ ایک دن جب آپ ظہر کے بعد بستر پر آرام کررہے تھے، آپ کو ایک معمر احمدی خاتون نظر آئیں جو کمرے کے بند دروازہ سے گذر کر آئیں۔ وہ غمزدہ معلوم ہوتی تھیں۔ پھر اسی راستہ سے دروازہ سے واپس چل کر غائب ہوگئیں۔ اچانک آپ کو دروازہ کی دستک نے جگایا، دروازہ کھولا تو وہاں اس معمر خاتون کا بیٹا کھڑا تھا جس نے آپ کو بتایا کہ 'مولانا، میری والدہ ابھی فوت ہوئی ہیں۔''

ایک اور ایمان افروز واقعہ اس وقت پیش آیا جب میری بیوی امید سے تھیں اور وضع حمل سے کئی ہفتے پہلے مولانا شرما صاحب نے مجھے ی خوشخبری سنائی کہ انہوں نے خواب میں میری بیوی کو دیکھا ہے کہ انہوں نے ایک بیٹا جنا ہے جس کا نام سعید ہے۔ بعد ازاں یہ خواب خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوئی اور میری بیوی کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام ہم نے مولانا صاحب کی دعا کے مطابق سعید رکھا۔ الحمدللہ

بالآخر آپ کو مولانا مرحوم کی چند تصاویر میدانِ عمل کی پیش کرتا ہوں جبکہ آپ بطور مبلغ انچارج جماعت احمدیہ کینیا خدمت کررہے تھے۔ یہ تصاویر عرصہ دراز پہلے جماعت کے فوٹوگرافرز نے لیں اور گاہے بہ گاہے جماعت کے رسالے ماپنزے یا مونگو (محبتِ الٰہی) میں شائع ہوتی رہیں۔ پہلی تصویر 1968ء کو لی گئی جبکہ مولانا مرحوم عزت مآب William Tubman صدر مملکت لائبیریا کو کینیا میں سٹیٹ وزٹ کے دوران قرآن کریم کا تحفہ پیش کررہے ہیں۔ تصویر میں مولانا مرحوم کے عقب میں خاکسار کھڑا ہے۔ دوسری تصویر 1969ء کو لی گئی جبکہ مولانا مرحوم مشنری انچارج کینیا تھے مگر واپسی کیلئے روانہ ہونے کو تھے اور نئے آنے والے مبلغ مولانا جمیل الرحمٰن رفیق صاحب کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

خط و کتابت مابین شرما صاحب اور گاکور یا صاحب

یہ نانا جان کے افریقہ چھوڑ جانے کے بعد ہوئی

موصوف نے 1964ء میں احمدیت قبول کی اور انتہائی مخلص احمدی ہیں۔

خط بنام مولانا عبدالکریم شرما صاحب

پیارے مولانا شرما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج میں نے آپ کی مشرقی افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں سے متعلق ایمان افروز تاریخی روئیداد کی آخری قسط پڑھی اور اس موقعہ پر آپ کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں، مولانا، اس تاریخ ساز عرصہ خدمت پر جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی گراں قدر خدمت کی۔ ان (خدمات) سے مستفیض ہونے والوں میں اول درجہ پر میری قوم تھی۔ اس موقعہ پر میں آپ سے تہہ دل سے شکر گزاری کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اس زندگی بھر خدمت انسانیت پر جو آپ نے دنیا کے اس خطہ میں کی، جسے نئی تہذیب نے 'تاریک خطہ زمین' قرار دیا ہے۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کی اور مشرقی افریقہ میں پیش آمدہ مشکلات کا تذکرہ جنہیں آپ نے ایک صادقانہ روح سے پیش کیا ہے، ہم میں سے بہتوں کیلئے بصیرت افروز تھیں جو آپ کو محبت اور احترام سے یاد رکھتے ہیں، مولانا۔ آپ نے ہمارے لئے جفاکشی، بہادری اور اولوالعزمی کی دائمی مثال قائم کر دی اور آپ بذات خود اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم نشان ہیں۔ مولانا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو ان ملکوں میں کئی بڑے سے بڑے مصائب کا سامنا ہوا۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ آپ نے عملاً ہر مشکل کا برابر مقابلہ کیا اور انجام کار آپ فتحیاب رہے۔ لہذا بہت سے مشرقی افریقہ کے لوگ آپ کو یاد رکھتے ہیں اور آپ کیلئے دعا کرتے ہیں۔ ان کی دلی خواہشوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آپ کا

روحانی مجاہدہ، سادگی، خوش اخلاقی اور نرم دلی کی اقتداء کریں۔

بیشک آپ نام نہاد 'تاریک خطہ زمین' میں آئے، مگر آپ کی مسلسل دعاؤں اور دل خراش گریہ وزاری کے ذریعہ آپ نے الٰہی نور کا بیج بونے میں کامیابی حاصل کی جو آج پھولتا پھلتا نظر آتا ہے۔ الحمدللہ، اب کچھ ہی دیر کی بات ہے کہ اسلام کی وہ روشنی جو آپ نے بڑے اخلاص کے ساتھ کئی دیگر خدا تعالیٰ کے بندوں کے ہمراہ جلائی تھا ایک ناگزیر عالمی حقیقت کی صورت اختیار کر جائے۔ روحانی احیائے نو کی بادِ نسیم تمام براعظم افریقہ میں تیزی سے بڑھتی نظر آ رہی ہے۔ 'تاریک خطہ زمین' روحانی سربلندیوں کی طرف تیزی سے قدم بڑھا رہی ہے، ان عظیم المرتبت خدمات کی بدولت جنہیں آپ نے ہمارے اس علاقہ میں ظاہر ہونے والے روحانی منظر کی خاطر کیں۔

مولانا ہم مشرقی افریقہ کے لوگ تمام عالمِ احمدیت کے ساتھ یک آواز ہو کر آپ کو داد دیتے ہیں، آپ کی ایمان افروز جماعتی خدمات پر۔ آپ کی مشنری سرگرمیاں ہم سب کیلئے ایک قابل تقلید نمونہ پیش کرتی ہیں۔ کتنے ہی اہم سبق ہیں جو آپ کے مشرقی افریقہ میں دورِ خدمت سے ہم سیکھ سکتے ہیں اور آپ کے کئی دوستوں کی طرف سے جو ان علاقوں میں رہتے ہیں، میں اس موقعہ پر آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں، مولانا، کہ ہم ہمیشہ کیلئے مشکور ہونگے۔ براہ کرم ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیں، مولانا۔

جزاکم اللہ مولانا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی ہر عزیز خواہش کو پورا کرے جو آپ کی راہِ خدا میں دکھائے گئے اخلاص میں منعکس ہیں۔ آمین

ا۔م گاکوریا

19 اپریل 2004

خط از مولانا عبدالکریم شرما صاحب بنام مکرم اثمانی گاکوریا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیارے بھائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔آپ کا خط پا کر بے حد خوشی ہوئی۔ الحمدللہ آپ مع فیملی خیریت سے ہیں۔ میں مشرقی افریقہ میں قریبًا 29 سال رہا ہوں۔ میں ہمیشہ اپنے آپ کو خدمت کے نااہل اور کوتاہ پاتا تھا۔ رات دو بجے کے قریب میری آنکھ کھلتی تھی اور اپنی کمزوریوں اور نااہلیوں کو سوچ کر بے کل ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کو مدد کیلئے پکارتا تھا۔ اور اگلے دن کا پروگرام بنایا کرتا تھا۔

برّاعظم افریقہ کو جس نے تاریک براعظم کہا ہے، غلط کہا ہے۔ افریقیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جن سے بہت سی اقوام جو اپنے آپ کو مہذب سمجھتی ہیں نابلد ہیں۔ افریقہ ایسی Virginland ہے کہ یہ برّاعظم نورِ اسلام سے منوّر ہو کر جلد اوجِ کمال کو پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ اقوامِ عالم کو باری باری ابھرنے اور اپنے جوہر دکھانے کا موقع دیتا آیا ہے اب افریقی اقوام کی باری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ "کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے" مجھے یقین ہے کہ یہ الہام افریقیوں کے حق میں احمدیت کے ذریعہ پورا ہوگا۔ اس کے آثار خدا تعالیٰ کے فضل سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں میں ایک عاجز اور نالائق بندہ ہوں۔ برائے کرم میرے حق میں دعائیں کرتے رہیں۔ اب بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مجھ کو حاصل ہو۔

والسلام خاکسار عبدالکریم شرما (بلا تاریخ)

مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے

زبانی انٹرویو مارچ 2023ء

میری پیدائش 1952ء میں ہوئی اور 1967ء یا 1968ء میں ہمارا خاندان برطانیہ آ گیا تھے۔ لہذا جب میں ایسٹ افریقہ میں رہتا تھا تو میں کمسن اور بچہ ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت اسوقت قائم اور استوار ہو چکی تھی۔ جماعت کے مختلف مشنز تھے جن میں سے ایک نیروبی میں تھا۔ یہاں ہمارا مرکز ہوا کرتا تھا۔ اس وقت حضرت شیخ مبارک احمد صاحب مشنری انچارج اور امیر ہوا کرتے تھے۔ مولانا عبد الکریم شرما صاحب اس وقت ممباسہ کے مشن میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے۔ میرے آنے سے پہلے کے حالات سے میں اُتنا آگاہ نہیں اس وقت کم لوگ وہاں رہا کرتے تھے تو مشکلات زیادہ ہوا کرتی تھیں لیکن میرے دور میں حالات بہتر تھے۔ مسجد میں ہمارے کئی پروگرام ہوا کرتے تھے اور ہم روز ہی وہاں جایا کرتے تھے۔ ایک بڑی تعداد میں لوگ وہاں روزانہ کے حساب سے مسجد جایا کرتے تھے۔ رمضان میں ہم وہاں روزہ کھولا کرتے تھے اور **کلوا جمیعاً** کا انتظام ہوتا تھا۔ عید کے دن کھیلوں کا انتظام ہوتا تھا۔ مسجد کے پاس ہی میدان تھا جہاں والی بال اور بچوں کیلئے سائیکل ریس ہوا کرتی تھی۔ جب ہم مولانا عبد الکریم شرما صاحب کے ہاں ممباسہ مشن جایا کرتے تھے تو ہمارا قیام مسجد کے مہمان خانہ میں ہوا کرتا تھا۔ ہماری فیملیز کے آپس کے روابط بہت مضبوط تھے اور ہم بچے آپس میں کھیلا کرتے تھے۔ شرما صاحب کی فیملی بہت ہی مہمان نواز تھی اور ہر چیز ہمارے ساتھ شیئر کرتی تھی۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب بہت فعال مبلغ اور عالمِ دین تھے۔ ساری نمازیں مسجد میں آ کر پڑھایا کرتے۔ تبلیغ کے کاموں میں مصروف رہتے۔ جب آپ دفتر میں بیٹھتے تو ہم آپ سے ملنے جایا کرتے۔ آپ جماعتی کاموں کو اخلاص اور جذبہ سے بجا لاتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتہائی فعال مبلغ تھے۔

میری یادداشت کے مطابق مولانا عبدالکریم شرما صاحب لوکل زبان کی بہت مہارت رکھتے تھے اور اسی طرح لوکل رسم و رواج سے بھی انہیں آگاہی حاصل تھی۔ اسی طرح ممباسہ میں بہت سے لوگ عربی بولنے والے رہا کرتے تھے اور ان کو بھی مولانا عبدالکریم شرما صاحب تبلیغ کیا کرتے تھے۔

جب مولانا عبدالکریم شرما صاحب 70 کی دہائی میں برطانیہ آ گئے تو اس وقت آپ سکینہ ہلز میں رہتے تھے۔ میری رہائش اس کے بالکل قریب ہوا کرتی تھی۔ اس لئے شروع کے دور میں ہمارے قریبی روابط قائم رہے۔ آپ ایک عرصہ یوکے جماعت کے سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری تبلیغ رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ جب یہاں تشریف لائے تو آپ نے امام بشیر احمد رفیق صاحب کو ہدایت کی کہ خدام کی ایک قرآن کلاس کا اجراء کیا جائے۔ بعد میں اس کلاس کی نگرانی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے کی اور اسے سٹڈی سرکل کی شکل دی۔ حضرت چوہدری صاحبؓ وقت کی بہت پابندی کیا کرتے تھے اور پورے گیارہ بجے ہال کا کمرہ بند کر دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے تاخیر سے آنے والے اندر نہیں آ سکتے تھے۔ جب آپ پاکستان چلے گئے تو یہ کلاس مکرم انور کاہلوں صاحب کے سپرد ہوگئی جو کہ بعد میں یوکے جماعت کے امیر بنے۔ موصوف کے بعد یہ کلاس میرے ذمہ ہوئی۔ یہ کلاس میں ہر اتوار گیارہ بجے لیا کرتا تھا اور

اس میں نوجوان خدام شامل ہوا کرتے تھے۔ان کی تعداد 40 افراد سے 100 تک ہوتی تھی۔مولانا عبدالکریم شرما صاحب باقاعدگی سے اس کلاس میں شامل ہوا کرتے تھے اور خدام کی حوصلہ افزائی کرتے۔آپ کے گہرے علم سے ہم بہت مستفید ہوتے اور ہر قسم کے موضوع میں آپ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔کبھی کبھار آپ آکر لیکچر بھی دیا کرتے تھے۔جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ برطانیہ آ گئے تو یہ کلاس ختم ہوگئی اور اس کے بعد مجلس عرفان کا سلسلہ شروع ہوا۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا علم بہت گہرا اور غیر معمولی تھا اور آپ کو مختلف موضوعات پر بہت عبور تھا۔آپ کا نوجوانوں کے ساتھ برتاؤ نہایت عمدہ تھا کیونکہ آپ واحد مربی تھے جو اس کلاس میں باقاعدگی سے آتے جہاں بہت سے نوجوان آپ سے ملاقات کرتے تھے۔میرے ساتھ ان کی شفقت خاص قسم کی ہوتی تھی۔ہر طرح سے میرا خیال رکھتے اور میرے لئے خاص طور پر دعا کیا کرتے تھے۔جب آپ کی طبیعت ناساز تھی اسوقت بھی آپ مجھے دعائیں اور تحائف بھجوایا کرتے۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا خلافت اور جماعت کے ساتھ انتہائی اخلاص کا تعلق تھا۔گویا آپ کا ہر لمحہ جماعت کی خدمت کیلئے ہی پیش ہوتا تھا۔آپ کی خلافت اور جماعت سے محبت آپ کے ہر عمل سے عیاں تھی۔جب میں صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھا تو ہم باقاعدگی سے ملتے اور آپ کے چہرہ پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔آپ کی شخصیت نہایت ہر دلعزیز اور پُرعزم تھی۔

میری آپ کے ساتھ بہت سی پیاری یادیں ہیں اور آپ مجھے بہت یاد آتے ہیں خاص طور پر ہمارے پروگراموں میں آپ کی عالمانہ گفتگو کو میں بہت قدر کی نگاہ سے

دیکھتا ہوں۔

آپ انتہائی درجہ صبر کے مالک تھے۔ یہ بات میں نے اس لئے کی ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے لمبی بیماری سہی اور صاحبِ فراش رہے۔ ایک دو مرتبہ میں نے آپ کی عیادت بھی کی لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ کی یاد میرے دل میں ہمیشہ صحت کی حالت میں رہے۔ لیکن میرا اس دوران آپ کے ساتھ مسلسل رابطہ رہا۔ مکرم بشارت احمد نذیر صاحب (داماد) کے ذریعہ پیغامات ہم آپس میں بھیجتے رہے۔ آخری دم تک آپ کا خلافت اور جماعت سے محبت کا اظہار ہوتا رہا۔

مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب

زبانی انٹرویو مؤرخہ 10 مارچ 2022ء

''میرے لئے یہ بہت خصوصی اعزاز ہے کہ ایک بہت ہی مشفق مہربان، ایک بہت ہی مخلص مبلغ سلسلہ، اور صرف مخلص ہی نہیں بلکہ ایک ممتاز مبلغ سلسلہ وہ تھے اور ان کے ساتھ مجھے رہنے کا اور ان کی نگرانی میں خدمت کرنے کا مجھے بہت موقعہ ملا ہے۔''

آپ کا تعارف

مکرم سر افتخار احمد ایاز صاحب کے والد ماجد مکرم مختار احمد ایاز صاحب مرحوم تھے۔ آپ ایک انتہائی مخلص احمدی تھے اور تحریکِ جدید کے اعلان کے بعد 1934 میں آپ ملازمت چھوڑ کر قادیان منتقل ہو گئے اور اس الٰہی تحریک کے اغراض کی تکمیل کی خاطر تبلیغ میں سرگرم ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر کہ جماعت کے پڑھے لکھے لوگ باہر دنیا میں پھیل جائیں، اپنے اخراجات خود برداشت کریں اور تبلیغ کریں آپ 1937

مشرقی افریقہ منتقل ہوئے۔مرحوم کا زیادہ تر وقت ٹانگا میں گزرا جہاں مولانا عبدالکریم شرما صاحب بھی ایک عرصہ رہے۔بعدازاں یوگنڈا میں بشیر ہائی سکول کا اجرا کیا۔

مکرم افتخار احمد ایاز صاحب اپنی والدہ کے ہمراہ جنگِ عظیم دوئم کے بعد اپنے والد بزرگوار کے ہاں مشرقی افریقہ پہنچے۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں آپ نے تعلیم کے شعبہ میں ملازمت شروع کی۔بعدازاں آپ کی تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی حتّٰی کہ آپ پورے تنزانیہ میں انگریزی زبان کی تعلیم کے چیئر مین مقرر ہوئے۔کچھ عرصہ بعد آپ کی پوسٹنگ یواین کے Food and agriculture کے محکمہ میں ہوئی۔بعدازاں ملک ٹوالو (Tuvalu) میں بطور Diplomat خدمت کی۔اس خدمت کے ساتھ ساتھ آپ نے تبلیغ کے میدان میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ جماعت کا یہاں قیام کیا،مسجد کی تعمیر کی نیز قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو 14 ممالک میں جماعت کو متعارف کروانے کی توفیق ملی۔بعدازاں ملک ٹوالو میں نمایاں خدمات کے نتیجہ میں آپ لندن میں اس ملک کے قونصل مقرر ہوئے۔اقوام متحدہ کی کئی دیگر پوسٹس پر متعین رہے۔ملکہ وکٹوریہ سے بھی متعدد انعامات وصول کئے۔اس کے ساتھ ساتھ جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ میں آپ نے لمبا عرصہ بطور صدر مجلس انصاراللہ اور امیر جماعت خدمت کی۔اور دیگر جماعتی خدمات کا بھی موقعہ ملتا رہا۔آپ متعدد کتب اور مضامین کے مصنف ہیں۔

مکرم سرافتخار احمد ایاز صاحب بیان کرتے ہیں کہ مشرقی افریقہ میں احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی پہنچی ہے۔اس وقت ممباسہ پورٹ سے نیروبی تک ریل کی تعمیر کیلئے برٹش راج نے ہندوستان سے کارکنان بلائے۔ان میں

احمدی بھی شامل تھے۔ برٹش ایسٹ افریقہ اس زمانہ میں ایک ہی گورنر ہوتا تھا اور دار الحکومت نیروبی ہوا کرتا تھا۔ بعد ازاں کینیا، یوگنڈا اور ٹانگانیکا تین الگ الگ ملک بن گئے۔ جزیرہ زنجبار میں عمان کے عرب حکومت کرتے تھے مگر ٹانگا کے عیسائیوں نے یہاں قبضہ کرلیا اور اسے اپنے ملک کا حصہ بنادیا اور اس کا نام تنزانیہ رکھ دیا۔

اسوقت ایسٹ افریقہ میں بہت سارے احرار رہتے تھے۔ جو کہ جماعت کے خلاف ہندوستان میں برسر کار تھے اسی طرح ایسٹ افریقہ میں بھی مخالفت کرتے رہے۔انہوں نے ہندوستان سے مولوی غلام حسین اختر کو بلایا جو کہ جماعت کا شدید معاند تھا، اسپر یہاں کی جماعت نے مرکز لکھا کہ باقاعدہ مبلغ بھجوایا جائے۔جس پر مولانا شیخ مبارک احمد صاحب یہاں بھجوائے گئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

1946ء میں سات مبلغین کا وفد ایسٹ افریقہ کیلئے قادیان سے روانہ ہوا۔ان میں مولانا عبدالکریم شرما صاحب بھی شامل تھے۔ان سات مبلغین کو مختلف شہروں میں بھجوایا گیا۔شرما صاحب ٹانگا میں آگئے جہاں ہم رہتے تھے۔یہاں بہت مختصر سی جماعت تھی، شاید تین یا چار گھر۔ ہمارا ہی گھر نماز سنٹر تھا اور میٹنگز یہیں ہوتیں۔شرما صاحب کی رہائش کا انتظام میرے ابا نے کیا۔بہرحال جماعت کا اتنا رعب تھا کہ ہم جب جلسہ کرتے پیشوایان مذاہب کا، تو ہال بھر جاتے تھے۔تو لوگ سمجھتے کہ شاید بہت بڑی جماعت ہے۔

جب مولانا شرما صاحب آئے تو میں سکول پڑھتا تھا۔سکول کے بعد میں اکثر وقت شرما صاحب کے ساتھ گزارتا تھا۔ یہ ہر روز کا معمول تھا۔ وہ ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے۔کچھ عرصہ بعد جماعت نے وہاں ایک مکان خرید لیا جو مشن ہاؤس بنا۔اس میں پہلے

شرما صاحب اکیلے رہے، پھران کی فیملی بھی آ گئی۔اس کے بعد میرآنا جانا وہاں تھوڑا سا کم ہوگیا۔

اپنے دوروں پر وہ مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔تھیلا سا ہوتا تھا اس میں پمفلٹ ہوتے۔ جہاں کہیں تھوڑا سا گروپ دیکھا تو ہم کھڑے ہوجاتے تھے۔ پہلے ان کو زبان میں مشکل تھی۔لوگ سواحیلی ہی سمجھتے تھے۔اردو یا انگریزی نہیں چلتی تھی۔مگر چند ماہ ہی میں شرما صاحب نے اتنی سواحیلی سیکھ لی کہ تبلیغ بخوبی کر سکتے تھے۔میں ان کے ساتھ ہوتا اور باتیں سنتا رہتا۔میرا کام تھا کہ پمفلٹ تقسیم کروں۔اس طرح میری ٹریننگ ہوتی رہی۔جب کچھ افریقی لوگ احمدی ہوئے تو شرما صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی کہ ان کو یسرنا القرآن اور نماز سکھانی ہے۔میں ان کے ساتھ جاتا بھی تھا مگر شام کو یہ لوگ آجاتے تھے سیکھنے۔خاص کر ہفتہ کی آخری چھٹی پر اجلاس اور ریفریشر کورس ہوتے تھے۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ جس کو تبلیغ کرنی ہوتی پہلے اسے دوستانہ مراسم پیدا کرتے۔بائبل کے حوالے نہیں دیتے تھے شروع میں۔عام گفتگو کرتے اور اس میں مذہبی گفتگو بھی شامل کر لیتے۔پھر اس کے دلائل دیتے کہ کیونکر ہمارا مذہب دوسروں سے بہتر ہے۔اس وقت مجھے بہت سے بائبل کے حوالے یاد ہو گئے باتیں سن سن کر۔ زیادہ تر تبلیغ ہم عیسائیوں کو ہی کرتے۔بعد میں ٹانگا سے 20۔25 میل کے فاصلہ پر ایک جیل تھی وہاں جانے کا پروگرام بنا۔ہم اتوار کو وہاں ٹرین پر جاتے۔جنہوں نے سننا ہوتا وہ اکٹھے ہوجاتے اور کچھ بیعتیں بھی ہوئیں۔کچھ عرصہ بعد شرما صاحب نے مجھے وہاں اکیلا بھی بھیجنا شروع کیا۔

ان کا جو تبلیغ کا طریق تھا اس میں ایک بہت ہمدردانہ رویہ ہوتا۔وہ صرف نمبرز کیلئے

بیعتیں نہیں کرواتے تھے بلکہ جس کو تبلیغ کرتے اس کی زندگی میں ایسا تغیر لانا چاہتے تھے جو اس کیلئے بھی بابرکت ہو اور اس کی اولاد کیلئے بھی۔ جلدی نہیں ہوتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ زیادہ سے زیادہ احمدیت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ بعد میں ان کی تربیت پر زور دیتے اور قاعدہ اور نماز بھی پڑھانے کا انتظام کرتے۔ جس جگہ بیعتیں ہوتیں وہاں ایک معلم تیار کرتے اس کو مشن ہاؤس میں چند ہفتے رکھ کر ٹریننگ دیتے تا کہ وہ واپس جا کر باقیوں کو پڑھائے سکھائے۔

مولانا شرما صاحب جب ممباسہ میں تھے تو مسجد کیلئے زمین خرید لی گئی۔ ممباسہ سے کچھ فاصلہ پر ایک اچھی جماعت بن گئی۔ یہ مسجد اس جماعت اور ممباسہ کے درمیان واقع تھی۔ وہاں کافی عرصہ سے جماعت تھی مگر مسجد نہیں بنی ہوئی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں شرما صاحب کا بہت دخل تھا۔ یہ صرف ایک ہی مسجد نہیں بنائی انہوں نے ۔ بہت سی دیہی مساجد بھی تعمیر کیں۔ وہ گو شہر میں رہتے تھے مگر اکثر کام گاؤں میں کرتے۔ جہاں احمدی بنتے تو مسجد بنا دیتے۔ آپ کی خواہش ہوتی کہ جماعت کا مرکز ہو جہاں تعلقات بھی بنیں اور تربیت کا بھی انتظام ہو۔ آپ کو بہت شوق تھا کہ لوگوں کے حالات اور عقیدہ کے مطابق پمفلٹ تیار کئے جائیں۔

ایک کام جو میں نے ان کی نگرانی میں سکول کے دوران کیا ۔ ہماری وہاں کوئی لائبریری نہیں تھی۔ انہوں نے ہمت دلائی تو ہم نے چھوٹی سی لائبریری بنائی۔ اس کا نام مبارک لائبریری رکھا گیا سابق رئیس التبلیغ کے نام پر۔ ایک بہت بڑا cupboard ہم نے بنوایا ابھی تک مجھے بتایا جاتا ہے کہ موجود ہے ٹانگا میں۔ کتابوں کے رجسٹر بنائے گئے۔

ٹانگا میں مسجد بنانے کی کوشش چلتی رہی مگر بات نہ بنی۔لیکن شرما صاحب کے جانے کے بعد بہت اچھی زمین مل گئی، میں سمجھتا ہوں ان ہی کی دعاؤں کا یہ نتیجہ تھا۔ اور وہاں مسجد اور مشن ہاؤس بھی تعمیر ہوا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک قائم ہے۔

شرما صاحب کے ساتھ 30 میل دور ساحل پر ایک شہر تھا وہاں سفر ہم نے اکٹھے کیا۔ وہاں زیادہ عرب تھے۔ایک شخص کے ہاں ہم رہے جو شرما صاحب کے دوست تھے۔وہ عرب تھے۔وہاں ہم عربوں سے ملے۔تبلیغ کی۔جگہ کا نام پنگانی تھا وہاں بیعتیں بھی ہوئیں کچھ۔ جب آپ نیروبی آئے تو وہاں کی دوسری زبانیں بھی سیکھنے کی کوشش کیں۔اور خاص طور پر جب آپ یوگنڈا آئے تھے تو آپ نے لوگنڈا زبان بھی سیکھی اور اس میں بھی تقریریں کرتے تھے۔ یہاں پر آپ نے Luo زبان سیکھی اور اس میں بھی تقریریں کرتے تھے۔ بہر حال ایک فعال مبلغ تھے۔یعنی یہ نہیں کہ نمازیں پڑھا دیں درس دے دیئے۔اور ادھر ادھر چلے گئے بات ختم ہوگئی۔ان کے اندر ایک ایسا جذبہ اور بے چینی ہوتی تھی کہ اچھا جماعت کی ترقی کیلئے یہ بھی کریں اور وہ بھی کریں اور وہ مسلسل ان کاموں میں لگے رہتے تھے۔جیسے میں نے کہا ہے کہ آپ کی achievement تھی مشن ہاؤسز بھی بنائے، بہت ساری مساجد کی تعمیر ان کی نگرانی میں ہوئی اور پھر لٹریچر بھی انہوں نے بہت پیدا کیا۔اور پھر خاص طور پر جب آپ یوگنڈا میں تھے تو وہاں پر اتنا لٹریچر نہیں تھا۔اور وہاں کی جو زبان ہے اس میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی انہوں نے شروع کروایا تھا اور پھر وہ مکمل بھی ہوا تھا۔اور پھر وہ شائع بھی ہوا۔ یہ بہت بڑی خدمات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی۔

میں نے دیکھا کہ آپ کی طبیعت میں کھانے پینے اور رہنے کے لحاظ سے بہت سادہ

تھی۔کوئی تکلف نہیں، کوئی فرمائش نہیں، کچھ نہیں۔ جو ملا کھا لیا۔ اور بعض دفعہ جب سفر کرتے تو صرف چھوٹے زرد رنگ کے کیلے خرید لیتے اور وہ ان کا کھانا ہوتا تھا اور کچھ نہیں۔اسی طرح جب باہر جاتے تھے تو کبھی کبھار ہو جاتا تھا کہ چاول کہیں سے مل جاتے تھے ورنہ عام طور پر (Muhogo cassava) ہی ہوتی تھی وہ کبھی ابلی ہوتی تو کبھی کوئلوں پر گرم کیا ہوتا اور کبھی کچی ہوتی۔تو اس قسم کی چیزیں کھا کر بڑے اطمینان کے ساتھ ان کی تسلی ہو جاتی۔اسی طرح میں نے دیکھا کہ سونے کیلئے یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایسے بستر ہوں یا ویسے ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ وہ کسومو گئے ہوئے تھے جو کہ جنگلات کا علاقہ ہے۔اور وہاں پر بے تحاشہ مچھر ہوتا ہے۔یعنی آپ آرام سے بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ جب آپ وہاں تبلیغ پر گئے تو آپ کے ساتھ مولانا محمد احمد منور صاحب بھی تھے۔کئی دن انہیں کوئی جگہ رات سونے کیلئے نہیں ملی۔نہ ہی وہاں پر کوئی احمدی تھا۔جنگل میں تبلیغ کیلئے گئے ہوئے تھے۔گھاس کے اوپر سوئے اور مچھروں میں۔سونا تو ایک محاورہ ہے رات تو ساری دعاؤں میں گزاری ہوگی۔ لیٹنے کیلئے چادر بھی نہیں تھی۔انہوں نے گھاس کے اوپر ہی سو کر گذارا کیا۔

کھانے کے بارہ میں مجھے مولانا محمد احمد منور صاحب نے بتایا کہ بعض دفعہ ایسے ہوتا کہ درختوں کے پتے توڑ کر یہ لوگ کھایا کرتے تھے اور یہ بھی حالت ان پر گزری۔ وہ زمانہ اب دیکھیں کہ مبلغین کو قطعًا بھی کسی چیز کی نہ خواہش ہوتی تھی نہ پروا ہوتی تھی۔بس یہی کہ جیسے بھی ممکن ہو اسلام احمدیت کا پیغام پہنچائیں۔اور لوگوں کے ساتھ اتنی ہمدردی کہ اگر کوئی بیمار ہے تو اس کا خیال رکھنا۔ بہرحال ایک عجیب ماحول تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گزارنے کی توفیق ملی۔اور میں سمجھتا ہوں

کہ وہی میری تعلیم بھی تھی تربیت بھی تھی۔ کیونکہ میں تو کسی جامعہ میں تو گیا نہیں ہوں نہ کسی بڑے سکول میں۔ جو کچھ میں نے سیکھا ہے ان ہی مبلغین سے سیکھا ہے۔

ایک اور بات۔ میں نے اردو زبان وہیں سکولوں میں سیکھی تھا۔ ان سکولوں میں اردو برائے نام ہی ہوتی ہے۔ میری اردو بہت ہی کمزور تھی۔ شرما صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ جب الفضل آئے تو حضور کا خطبہ میں نے سنانا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ میری ڈیوٹی لگی کہ نماز فجر کے بعد تفسیر کبیر کا درس دوں۔ الغرض آہستہ آہستہ میں نے اردو سیکھی۔ اب بھی جو کتابیں لکھنے کی توفیق مل رہی ہے یہ ان ہی لوگوں کی نگرانی اور تربیت کا نتیجہ ہے۔

یہ ان کی تربیت کا طریق تھا۔ یہ نہیں کہ کہہ دیا یہ کرو وہ کرو۔ بلکہ عملی رنگ میں وہ سکھا دیتے تھے۔ گو کہ میں سکول کا طالبعلم تھا مگر دوستانہ تعلق تھا۔ اور ان کی طبیعت میں مزاح بھی تھا۔ خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے تھے۔ باوجودیکہ ہماری عمر میں 20۔25 سال کا فرق تھا تاہم بہت بے تکلفی تھی۔

جب میں ٹوالو چلا گیا اور واپس لندن آیا تو شرما صاحب یہاں ہی مقیم تھے اور اس وقت بطور سیکرٹری تبلیغ خدمت کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لگا دیا۔ اسطرح یہاں بھی اکٹھے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ تبلیغی میٹنگز منعقد ہوتیں۔ مجھے ٹوالو کے تجربات بیان کرنے کا موقعہ دیتے۔ ایک دو سال ان کے ساتھ شعبہ تبلیغ میں کام کیا۔ اس کے بعد دوسری خدمتیں مجھے مل گئیں۔ جیسے صدر انصار اللہ۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی سوال و جواب کی میٹنگز ہوتی تھیں۔ مولانا شرما صاحب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوال و جواب کا خاص ملکہ تھا۔ حاضر جواب تھے۔ جواب میں رویہ ہمدردانہ ہوتا نہ کہ جارحانہ۔ یہ

احساس ہرگز نہ دلاتے کہ تمہارا علم کم ہے یا تم غلط ہو۔ بلکہ یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ جو تم بات کرتے ہو اس سے بہتر بات میں تم کو کہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں یہ بہت عمدہ طریق ہے بہ نسبت اس کے کہ کہا جائے تمھارا مذہب جھوٹا ہے۔ اس سے تو لوگ دور ہو جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ شرما صاحب نے کلاسیں بھی لیں بائبل ٹیچنگ کی جس میں حوالے سکھاتے تھے۔ مختلف موضوعات پر حوالے بیان کرتے تھے۔

ان کی ایک یہ بہت اچھی عادت تھی کہ جماعت کے نوجوان اور دوسروں کو پہلے اپنا دوست بناتے تھے پھر تبلیغ کیلئے کہتے تھے۔ ان کے ساتھ پہلے بیٹھ کر باتیں کرتے پھر باتیں سکھاتے۔ بعض دفعہ خاص موضوع پر نوجوانوں اور بڑوں کو تیار کر کے بھجواتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ یہ بہت اچھا طریق تھا۔ اس سے لوگ بہت سیکھتے بھی تھے۔ ان کو وہ یاد ہو جاتیں۔

غریب نادار لوگوں کا ان کو بہت خیال تھا۔ حالانکہ ان کا الاؤنس اتنا زیادہ نہ تھا۔ لیکن میں بعض دفعہ بڑا حیران ہوتا تھا کہ ایک تو کبھی انہوں نے کسی مانگنے والے کو انکار نہیں کیا جو بھی ان کے پاس ہوتا تھا اگر پیسے نہیں تو کھانے کی کوئی چیز دے دیتے تھے اور ایک دو مرتبہ میں نے دیکھا کہ کھانے کی دعوت تھی یا کچھ کھانا بچا ہوا تھا وہ کہنے لگے یہ یہاں رکھنا نہیں فلاں جگہ غریب لوگ رہتے ہیں وہاں ان کے گھر پہنچانا ہے۔ چنانچہ مجھے اپنے ساتھ وہاں لے گئے اور کھانا پیش کیا۔ یہاں یوکے میں بوڑھوں کو پھل یا پھول پہنچایا کرتے تھے اور ان کے لئے لے کر جایا کرتے۔

ایک دفعہ مجھے کہا کہ جب کبھی سنو کہ کوئی بیمار ہے تو اس کی تیمارداری کیلئے اس کے

گھر ضرور پہنچو۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک بہت بڑا سبق تھا جو میں نے ان سے سیکھا تھا۔ اور ابھی تک میری طبیعت میں یہ بات ہے۔ اور کسی کی بیماری کا سن کر بے چینی سی رہتی ہے۔

ایک دفعہ ایک ہونہار معلم تھے جو مسجد آیا کرتے تھے اور کلاسیں لیتے ایک دفعہ انہوں نے اپنی تبلیغ سے کسی گاؤں میں ایک جماعت بنالی۔ مولانا شرما صاحب کے ہمراہ میں بھی وہاں گیا۔ وہاں تقریب ہوئی جس کے بعد شرما صاحب نے اپنی اچکن اتار کر اس معلم کو دی کہ یہ تمہارا انعام ہے۔ وہ اتنا خوش ہوا کیونکہ اچکن ایک خاص منصب تھا کہ عالم فاضل پہنتا ہے۔ بار بار شرما صاحب کے گلے لگے۔ اور شرما صاحب خود واپس گھر اچکن کے بغیر آ گئے۔ شرما صاحب اچکن کے ساتھ اکثر ٹوپی پہنتے اور کبھی کبھی پگڑی بھی باندھا کرتے۔

مولانا عبدالکریم شرما صاحب میں انکساری بہت تھی۔ جب میں امیر بنا تو ہنس کر میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ اب تو آپ امیر بن گئے ہیں۔ لیکن جو تبلیغی کام ہوتے تھے میں ہمیشہ ان سے مشورہ کرتا اور انہیں شامل کرتا۔

اسی طرح جب صدر انصار اللہ تھا تو میرا وہ بہت احترام کرتے تھے۔ میری تربیت میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ میرے ساتھ بہت بے تکلف تھے۔

جب شرما صاحب یوگنڈا میں تھے تو مسجد کے ساتھ ہی دو کمرے تھے ایک دفتر اور ایک کمرہ جس میں میرے والد صاحب بھی وہاں رہتے اور شرما صاحب بھی۔ مسجد کے نیچے دو تین سٹور روم بنے ہوئے تھے ان کو میرے والد صاحب نے کلاس روم بنایا اور وہاں سے سکول کی ابتدا ہوئی۔ شرما صاحب مشنری انچارج تھے یوگنڈا کے۔ ایک ہی دفتر تھا جس میں وہ بحیثیت پرنسپل اور امیر بیٹھتے۔ کھانا بھی اکٹھا پکتا تھا۔ kerosine کا

stove ہوتا تھا۔ کمال یہ کہ جمعہ کے دن جو نمازی آتے ان کیلئے کھانا تیار ہوتا تھا۔ کوئی خاتون یا پکانے والا نہیں تھا ان دونوں ہی نے پکانا ہوتا تھا۔ یہ ان کے عظیم اخلاق تھے۔

بعض دفعہ آپ کا تبادلہ ایسی جگہوں پر ہوا جہاں نہ تعلق دار تھا نہ رہائش کا انتظام۔ ایک دفعہ جب میں چھوٹا تھا مجھے بھی دعا کیلئے کہا کہ فلاں جگہ میں نے جانا ہے لیکن وہاں انتظام کوئی نہیں لیکن مجھے یقین ہے اللہ خود انتظام اور سہولتیں پیدا کرے گا۔ دعا پر بہت بھروسہ تھا۔ جہاں کہیں تقریب ہوتی دو یا تین دفعہ دعا کرواتے اور بڑی خشوع والی ہوتیں۔

جب ہم ٹانگا میں تھے تو بہت مخالفت تھی۔ ایک دفعہ میں شرما صاحب کے ہمراہ کسی عرب دوست کو ملنے کیلئے گیا۔ میرے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں ایک مخالف ٹولہ ہمارے پیچھے لگ گیا۔ گالی گلوچ کی اور پتھراؤ کیا۔ جب پتھر برس رہے تھے تو شرما صاحب نے مجھے ہدایت کی کہ پیچھے نہیں دیکھنا۔ سامنے راستہ پر نظر رکھو۔

جب ہم اس مخلص عرب دوست کے گھر میں پہنچے تو وہ بہت عزت سے پیش آیا۔ باہر یہ لوگ شور وغوغا کرتے رہے۔ ہمارا وہاں سے نکلنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ اس عرب دوست نے پولیس کو بلایا اور انہوں نے پھر ہمیں گھر تک پہنچایا۔ اس دوران بھی یہ لوگ باز نہ آئے بلکہ سڑک کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ مولانا شرما صاحب نے بہت حوصلہ اور توکل کا اعلیٰ نمونہ دکھایا اور بالکل نہ گھبرائے۔ اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے۔

ایک دفعہ شرما صاحب کے ساتھ ایک گاؤں میں گیا جہاں 15۔20 عیسائی اکٹھے ہو گئے اور آپ نے ان کو تبلیغ کرنی شروع کی۔ ساتھ ہی چرچ تھا اور وہاں سے کچھ لوگ نکلے اور دھمکانے لگے کہ یہاں تبلیغ کی اجازت نہیں۔ کچھ تشدد بھی ہوا اور سننے والوں کے

ساتھ ہاتھا پائی بھی ہوئی۔ شرما صاحب نے تحمل سے کہا لوگوں کو کہ یہ کہتے ہیں یہاں تبلیغ نہ کرو تو ہم نہیں کرتے یہ تو اللہ کی باتیں ہیں ہم کہیں اور کر لیتے ہیں۔ اللہ ہی کی تو باتیں ہیں۔

نصیحت

اب اللہ کے فضل سے حالات بہت بدل گئے ہیں اور جماعت دن بدن ترقی کرتے ہوئے کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور پہنچ رہی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جو ہمارے پائیونیر اور اوّلین مبلغین ہیں ان کو جو ہمارے آج مبلغین ہیں یا جوان کے تابعین ہیں ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ یہ دیکھیں جو آج ہمارے مربیان اور مبلغین ہیں ان کو جو سہولتیں ہیں یہ ان اولین مبلغین کی محنتوں کا پھل ہے۔ کتنی انہوں نے سختیاں جھیلیں۔ کہاں کہاں سفر کئے۔ پیدل گئے۔ ٹوٹی سڑکیں۔ لیکن انہوں نے ایک ذرہ بھر بھی اپنے کام میں فرق آنے نہیں دیا اور اپنا فرض بجالاتے رہے احسن طریق پر۔ ان کو نہیں بھولنا چاہئے اور ان کیلئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔ سب کو تو ہم نہیں جانتے لیکن منجملہ کہ اے اللہ تو ان سب کو اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے اور درجات بلند کرتا رہے کہ ان کی ہی خدمتوں کا یہ پھل ہے کہ آج ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔

ابا جان کو تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا

محترمہ ریحانہ نذیر صاحبہ اہلیہ محترم بشارت نذیر صاحب

آپ مولانا عبدالکریم شرما صاحب کی چھوٹی بیٹی ہیں آپ اپنے والدین اور دادا جان حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحب کے بارے میں تحریر کرتی ہیں:

''میرے والدین میں اللہ تعالیٰ پر کامل توکل، اسلام اور احمدیت کی غیرت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور انکے خاندان کے افراد سے محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور یہی اوصاف وہ اپنی اولاد میں دیکھنا چاہتے تھے۔

ہمارے گھر کا ماحول بہت دینی تھا گھر میں مطالعہ کی خاطر مذہبی کتب، جماعتی اخبارات اور رسالہ جات باقاعدہ منگوائے جاتے تھے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے بچپن سے ہی مذہبی کتب کے مطالعہ کا شوق رہا۔

ہمارے والدین کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی لیکن انہوں نے کبھی بھی اسکا شکوہ نہیں کیا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے ہم دونوں بہنوں سے ہمارے والدین بہت پیار اور شفقت کا سلوک کرتے تھے اور مجھے فخر ہے کہ انہوں نے ہماری احسن طور پر تربیت کی۔ میری بڑی بہن امۃ السمیع صاحبہ مرحومہ بچپن سے ہی معذور تھیں اس وجہ سے ان کے ساتھ تو ان دونوں کا ایک خاص محبت اور شفقت کا تعلق تھا اور میرے دل میں بھی انہوں نے بچپن سے ہی اپنی بہن کا خیال رکھنے کے بارے میں ذمہ داری کا جذبہ پیدا کیا۔ جب بھی میری بہن والد صاحب مرحوم کے سامنے آتیں تو آپ بڑے پیار سے کہتے ''میری پتری آئی ہے''۔ یہ سن کر میں کہتی دیکھیں، ابا جان آپکو ''پتری'' کہتے ہیں مجھے تو

کبھی نہیں کہتے یہ سن کر بہت خوش ہوتیں۔ میرے والدین نے ہماری تربیت کا ہمیشہ خاص خیال رکھا۔ امی جان سے میں نے قرآن پاک کے ساتھ ساتھ دینی امور سیکھے، اس کے علاوہ خانہ داری اور مہمان نوازی جیسے وصف سیکھے جبکہ ابا جان کی نظر میری سکول و کالج کی تعلیم پر ہوتی تھی کہ میں وہاں کیا سیکھ رہی ہوں جب میں سکول سے واپس آتی تو گھر میں داخل ہوتے ہی آپ مجھے اپنے پاس بلاتے اور دریافت فرماتے کہ میں نے آج کیا کچھ سیکھا ہے، میری کاپیاں چیک کرتے اگر کہیں کچھ کمی دیکھتے تو بڑی پوچھ گچھ ہوتی۔

برقع پہننے کا واقعہ

جب ہم افریقہ میں تھے، میری عمر کوئی 14-13 سال ہوگی، ابا جان نے امی جان سے فرمایا کہ یہ اب برقع اوڑھ کر سکول جایا کرے۔ میں یہ سن کر بہت گھبرائی کیونکہ پورے سکول میں کوئی طالبہ برقع نہیں اوڑھتی تھی اور میں بہت شرم محسوس کر رہی تھی چنانچہ میں نے امی جان سے کہا کہ میں برقع نہیں اوڑھوں گی۔ اس پر ابا جان نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم سکول نہ جایا کرو ہم گھر میں ہی تمہاری تعلیم کا بندوبست کر دیں گے۔ مجھے یہ بھی گوارا نہ تھا ناچار مجھے برقع اوڑھنا پڑا، اس دن سے آج تک میری یہ عمر آ گئی ہے میں نے برقع اوڑھنا نہیں چھوڑا۔

میرے ابا جان اس بات کا بھی شوق رکھتے تھے کہ میں لجنہ اماء اللہ کے تقریری مقابلہ جات میں بھی حصہ لوں جب میں تقاریر میں حصہ لینے کی خاطر اپنا نام لکھواتی تو آپ فرماتے کہ تقریر خود لکھو، جب میں لکھ لیتی تو آپ تصحیح کرنے کے بعد میری مشق کرواتے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا کہ میں ہر تقریری مقابلے میں اللہ کے فضل سے اوّل انعام پاتی۔

مخلوط تعلیم

ابا جان مخلوط تعلیمی اداروں (co-education) میں لڑکیوں کے تعلیم حاصل کرنے کے خلاف تھے۔اس وجہ سے میں نے تمام تعلیم لڑکیوں کے سکولوں میں حاصل کی۔ایک دفعہ میں نے فائن آرٹس میں distinction حاصل کی میری ٹیچرز مصرّ تھیں کہ میں یونیورسٹی میں فائن آرٹس کی مزید تعلیم حاصل کروں میں نے ان کو بتایا کہ میرے والد صاحب مخلوط تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنا پسند نہیں کرتے۔

ٹیچرز نے کہا کہ وہ ہمارے گھر آ کر والد صاحب کو راضی کر لیں گی، انکے آنے پر ابا جان نے انکی خوب خاطر مدارت کروائی اور انہیں بتایا کہ آپ اپنی بیٹی کو مزید تعلیم حاصل کرنے کی خاطر پاکستان بھجوا رہے ہیں اس پر وہ مایوس ہو کر چلی گئیں۔

اس کے بعد ابا جان نے مجھے جامعہ نصرت جہاں ربوہ پاکستان مزید تعلیم کی خاطر بھجوا دیا جہاں میرا قیام ہوسٹل میں تھا۔ربوہ میں میرا تعلیم حاصل کرنا میرے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوا جہاں مجھے دادا جان مرحوم اور دادی جان مرحومہ کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔

افریقن نیشنل نیوز پیپر

جب ہم افریقہ میں تھے تو ابا جان نے مجھے فرمایا کہ یہاں کی اخبار افریقن نیشنل نیوز پیپر میں مضمون لکھوں کہ اسلام میں سؤر کھانا کیوں حرام ہے۔(یہ بھی انکا تربیت کرنے کا ایک طریقہ تھا) میں نے ابا جان کی مدد سے یہ مضمون لکھا جو اخبار میں چھپ گیا اس مضمون کا چھپنا تھا کہ اخبار کے قارئین نے اخبار کو اپنے خطوط کے ذریعے جو میرے مضمون کے حق میں اور اس کے خلاف تھے، ایک طوفان مچا دیا۔جن کے pig

farms تھے وہ بہت سیخ پا ہوئے انکا کہنا تھا کہ یہ کہنا کہ سؤر گندگی میں رہتا اور گندگی کھاتا ہے غلط ہے ہم آپکو دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے جدید فارمز میں آئیں اور دیکھیں کہ سؤروں کو کس قدر صاف ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ انسانوں کے لیے heart transplantation کے لیے جو سؤر کا دل استعمال کیا جاتا ہے اس سے مسلمان محروم رہ جائیں گے۔ ابا جان نے کہا کہ اس بات کا فوری جواب دو کہ مسلمانوں کو تو کوئی فکر نہیں کیونکہ اگر انہیں بھوک کی شدت سے جان جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں سؤر کا گوشت کھانے کی اجازت ہے البتہ عیسائیوں کے لیے کھروالا جانور کھانا حرام ہے انکو مشکل پیش آسکتی ہے۔ غرض اخبار میں خط و کتابت کا یہ سلسلہ بڑی دیر تک چلتا رہا واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کی تربیت اس رنگ میں بھی کی جاتی ہے کہ اپنے دین کے بارے میں اولاد کو مختلف طریقوں سے معلومات مہیا کی جائے جس طرح ہمارے ابا جان نے کی۔ اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

تبلیغ

ابا جان کو تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا آپ اپنے اس شوق کو پورا کرنے کی خاطر افریقیوں سے بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ مشن ہاؤس انکی آمد و رفت کی وجہ سے بھرا رہتا۔ ان حالات میں امی جان انکا بھرپور ساتھ دیتیں۔ انکے کھانے پینے کا پورا خیال بڑی خوشی سے رکھتیں۔ ابا جان کا تو یہ حال تھا کہ مہمان جس حال میں بھی ہوتے (بعض اوقات کسی مہمان کی ٹانگیں کسی بیماری کی وجہ سے متورم ہوتیں تھیں) لیکن آپ پرواہ کیے بغیر انکی خاطر مدارت کرتے، اپنے پاس بٹھاتے اور اپنے بستر میں سلاتے اس وقت انکے چہرے پر خوشی قابل دید ہوتی ان سے اسلام اور احمدیت کی باتیں بڑے پیار بھرے اور

پُر اثر انداز میں کرتے آپکا تبلیغ کرنے کا انداز اس قدر پیارا ہوتا کہ، میں ساتھ والے کمرے میں سن رہی ہوتی اور بے حد حیران ہوتی کہ ابا جان کس طرح مشکل بات کو آسان لفظوں میں افریقیوں کو سمجھا دیتے ہیں۔ ابا جان کی ان تبلیغی مجالس سے میری معلومات میں نہ صرف اضافہ ہوا بلکہ تبلیغی گفتگو کرنے کا سلیقہ بھی آتا گیا۔

مارکیٹ کا واقعہ

تبلیغ کے حوالے سے ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک دفعہ امی جان نے ابا جان سے کھانا بنانے کے لیے کچھ اشیاء منگوانے کی درخواست کی۔ صبح کا وقت تھا۔ ابا جان سائیکل لے کر نکلے، اور شام تک گھر نہ لوٹے۔ شام ہو جانے کے بعد جب آپ گھر آئے تو ساتھ سائیکل پر ایک تربوز تو تھا لیکن کوئی سودا سلف نہ تھا۔ پوچھنے پر بتایا کہ مارکیٹ میں کچھ لوگ مل گئے تھے انسے تبلیغی گفتگو ہوتی رہی اور وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ مارکیٹ کس لیے آئے تھے۔ یہ تھا انکا جذبۂ تبلیغ!

غرض کہ ہمارے والدین بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی انہوں نے ہمیں ڈانٹا ہو ہم نے انکی پیار و محبت بھری آغوش میں پرورش پائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی انکو اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپے رکھے، انکے درجات بلند فرمائے اور ہمیں انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دادا جان حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کی یادیں

میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے کچھ عرصہ دادا جان اور دادی جان کے ساتھ وقت گزارنے کا موقعہ ملا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ابا جان نے مجھے مزید تعلیم حاصل کرنے کی خاطر جامعہ نصرت جہاں، ربوہ بھجوایا۔ میری رہائش ہوسٹل میں تھی اور یہ میرا

گھر کے ماحول سے نکل کر باہر جانے کا پہلا موقع تھا۔اس مشکل وقت میں مجھے دادا جان کا بہت سہارا تھا آپ مجھے ہفتہ میں ایک دو دفعہ ضرور ملنے آتے آپکی جیب میں میرے لیے کبھی گڑ ہوتا کبھی ریوڑیاں ہوتیں اور کبھی گرمی میں سر پر گنے اٹھائے ہوتے۔ جب چوکیدار دادا جان کی آمد پر میرا نام پکارتا تو میری ہوسٹل کی سہیلیوں کو معلوم ہوجاتا کہ میرے دادا جان آئے ہیں وہ فوراً میرے کمرے میں جمع ہوجاتیں کہ دیکھیں آج کیا آیا ہے تاکہ وہ بھی میرے ساتھ حصہ بانٹ سکیں۔اس طرح ان پر میری دھاک سی بنی رہی۔ دادا جان مجھے بہت پیار سے ملتے، احوال پوچھتے اور یہ کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں اپنے ساتھ لائی ہوئی چیزیں بڑے پیار سے دیتے۔جب گرمیوں کی چھٹیاں ہوتیں تو میں دادا جان اور دادی جان کے پاس رہنے چلی جاتی۔

دادا جان بڑی درویشانہ طبیعت کے مالک تھے۔ان کا رہن سہن، پہننا اوڑھنا بہت سادہ تھا۔انکے کمرے میں ایک چارپائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا چارپائی پر ایک چادر اور تکیہ ہوتا اور ایک چادر اوپر لینے کے لیے ہوتی۔اتنی شدید گرمی میں نہ تو کمرے میں کوئی پنکھا ہوتا اور نہ کھڑکیوں پر کوئی پردے۔دوپہر کو ہم اپنے اپنے کمرے میں آرام کرتے۔ آرام کیا کرنا تھا میں تو پسینے سے شرابور ہوجاتی لیکن دادا جان اور دادی جان شاید اس گرمی کی شدت کے عادی تھے۔شام کو دادای جان ہمیں مٹکے میں سے کانجی پلواتیں۔ یہ مشروب پاکستان میں کالی گاجروں، لیموں اور کچھ مصالحہ جات کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے دادی جان روزانہ رات کو اس مٹکے میں اور پانی ڈال دیتیں۔کانجی جسم سے گرمی کی شدت کو کم کرنے میں مدد کرتی ہے۔اس کے علاوہ دادی جان لیموں کی شکنجبین اور ستو کا شربت بھی بناتیں۔

دادا جان کے بارے میں جیسا کہ میں نے کہا بہت سادگی سے رہتے تھے ایک دن میں اپنے کپڑے دھونے لگی تو میں نے دادا جان سے کہا کہ وہ بھی اپنے کپڑے دے دیں تا کہ میں دھودوں انہوں نے کہا نہیں بیٹی میں ٹھیک ہوں۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ انکے پاس دو ہی کرتے اور دھوتی کے جوڑے تھے۔ ہر جمعہ وہ غسل خانے میں جاتے تو پہنے ہوئے کپڑے دھوڈالتے اور نہا کر دوسرا جوڑا پہن لیتے اور پہلے کرسی پر سوکھنے کے لیے ڈال دیتے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ایک پگڑی اور ایک پٹکا جو کہ انہوں نے کندھے پر ڈالا ہوتا جس سے وہ اپنا چہرہ پونچھا کرتے۔ شدید گرمی میں آپ اتنی دور چل کر مسجد مبارک میں جمعہ پڑھنے جاتے اور نماز کے بعد مسجد میں ہی لیٹ جاتے اور آرام فرماتے غالبًا وہاں گرمی کم ہوتی ہوگی۔ دادا جان کیونکہ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے اس وجہ سے انہیں گوشت کھانے سے کوئی خاص رغبت نہ تھی بالکل چھوڑا بھی نہیں تھا کہ اب میں مسلمان ہو گیا ہوں مجھے یہ کھانا چاہیے۔ جب میں انکے لیے کھانا نکالتی تو کہتے بس تری تری ڈال دو یعنی شوربے سے روٹی کھا لیتے البتہ دال اور سبزی شوق سے کھاتے۔

محترم دادا جان کی میں بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے گرمیوں کی چھٹیوں میں بہت پیار سے قرآن پاک کے دو سپارے لفظی ترجمے سے پڑھائے جو مجھے آج بھی یاد ہیں۔

دادا جان جیسی عظیم ہستیاں آج کے دور میں دیکھنے کو نہیں ملتیں اگر دادا جان ایک بڑی قربانی دے کر احمدیت قبول نہ کرتے تو آج ہم احمدیت جیسی نعمت سے محروم رہتے۔ یہ ان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(تیار کردہ محترمہ بشریٰ احمد صاحبہ آف سویڈن، 16 دسمبر 2020)

مکرم منصور شاہ صاحب

نائب امیر جماعت احمدیہ یوکے

خاکسار مولانا عبدالکریم شرما صاحب کو اس وقت سے جانتا ہے جبکہ میری عمر 10 سال کی تھی۔ اسوقت شرما صاحب یوگنڈا میں ہوتے تھے۔ آپ سائیکل پر گاؤں گاؤں پھرتے اور تبلیغ کرتے۔ بعد میں نیروبی آ گئے اور اکثر ہمارے گھر مہمان رہتے۔ اس کے بعد وفات تک تعلق رہا۔ انہیں میں ملتا رہتا تھا۔ بہت کھلے دل کے فیاض۔ خاموش طبیعت۔ بہت نیک دل۔ لوکل زبان پر مہارت تھی اور مقامی لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھتے۔ جب بات کرتے تو اشاروں سے سمجھاتے۔ سب کو خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ کو تبلیغ کرنے کا بہت ملکہ حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں آپ بہت کام کیا۔ پھر یوکے میں سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری رشتہ ناطہ رہے اور اللہ کے فضل سے بہت رشتے کروائے۔ لوگوں سے رابطے کرتے، ڈسکس کرتے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مجلس عرفان میں شرکت کرتے تھے۔

مکرم الحاج سلیمان موانجے صاحب

انٹرویو 16 نومبر 2021، کمپالہ

یہ انٹرویو موصوف کے بیٹے مکرم آدم حمید سمبا جوے صاحب کے تعاون کے ذریعہ تیار ہوا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میرا نام سلیمان موانجے ہے اور میں 1938ء کو یوگنڈا میں پیدا ہوا ہوں۔ میں نے مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی تھی۔ اسوقت میں ممباسہ کے ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں طالبعلم تھا۔ آپ نے مجھے اور بعض دیگر طلبہ کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ تین ہفتوں تک میرا کورس مکمل ہو گیا اور میں واپس یوگنڈا چلا گیا۔ یہ 1969ء کی بات ہے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ یہاں مشنری ہیں اور ممباسہ کی مسجد میں خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کئی سکولوں کا دورہ کیا کرتے تھے اور ان میں سے ایک ہمارا بھی تھا۔ انہوں نے ہمارے ساتھ گفتگو کی اور کچھ کتب اور پمفلٹ دیئے۔ ہمیں دلچسپی ہوئی اور کچھ دنوں بعد ہم نے ان کی مسجد میں جا کر ان سے ملاقات کی۔ اس مجلس میں ہم تین تھے اور دو احمدیہ جماعت کے ممبر۔ ہم نے ان کے ساتھ دو یا تین گھنٹوں تک گفتگو کی۔ پھر انہوں نے ہمیں مزید لٹریچر دیا اور ہم واپس اپنے ادارہ میں چلے گئے۔ ایک ہفتہ بعد ہم دوبارہ گئے اور انہوں نے ہم سے سوالات کئے کہ اس لٹریچر میں سے ہم نے کیا پڑھا ہے۔ میرے خیال میں ہم نے مسجد کا دو بار پھر چکر لگایا ہوگا۔ اس کے بعد میرا کورس مکمل ہو گیا اور میں واپس یوگنڈا آ گیا۔ اسوقت میں نے بیعت نہیں کی تھی۔

یوگنڈا واپسی کے بعد میرا قیام جنجہ میں تھا جہاں شیخ شرما صاحب کا تقرر ہوا مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کیلئے۔ جب ہماری دوبارہ ملاقات ہوئی تو میں بہت خوش ہوا۔ میرے پاس مزید سوالات بھی تھے۔ کچھ سنی مسلمانوں سے گفتگو کرنے سے میرے سامنے کچھ ایسے سوالات تھے جن کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ لیکن جب میری ملاقات موصوف (شیخ شرما صاحب) سے ہوئی تو میں بہت خوش ہوا اور ان کی نگرانی میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ قریبًا چھ ماہ تک ہم اکٹھے رہے۔ ایک دو ماہ کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور میں نے ان کے ذریعہ بیعت کر لی۔ اس کے بعد میں باقاعدگی سے مشن میں جاتا رہا۔ شہر سے کچھ 10 میل کے فاصلہ پر میرا قیام تھا۔ میں ہر جمعہ کو نماز جمعہ کیلئے جاتا اور ان سے ملاقات کرتا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے جنجہ میں کام مل گیا اور میں نے شرما صاحب سے درخواست کی کہ میں مسجد کے قریب رہ سکوں۔ لہذا میں وہاں آیا اور قریبًا 2۔3 ماہ ان کے ساتھ رہا۔ اس عرصہ میں میں نے ہماری کچھ کتابوں کا ترجمہ کیا جن میں ہماری تعلیم، ماہِ رمضان وغیرہ۔ یہ اس زمانہ کی ایک اہم خدمت تھی۔ اس سے قبل یہ کام ملک میں نہیں ہوا تھا۔ شیخ شرما صاحب کو کتب کی اشاعت کا بہت شوق تھا۔ قرآن کریم کے آخری پارہ کا ترجمہ بھی ہم نے اکٹھے کیا تھا۔ میں ایک کورس کیلئے کینیا گیا اور پھر واپس ممبالی میں میری پوسٹنگ ہوئی۔ اس کے بعد شرما صاحب سے میرا رابطہ منقطع ہو گیا۔

اسی طرح کچھ اور نوجوانوں نے اس زمانہ میں بیعت کی اور مسجد میں شرما صاحب کے ساتھ کام کرنا شروع کیا۔

دو تین سال بعد دوبارہ میری پوسٹنگ کمپالہ میں ہوئی جہاں ہم نے مزید کام مل کر کئے۔ دعوت الیٰ اللہ، سکولوں کا وزٹ، کلبوں میں لیکچر جہاں ہم جماعت کا تعارف

کرواتے۔ اس زمانہ میں شیخ عنایت اللہ احمدی صاحب مساکہ میں تھے اور شیخ خلیل صاحب کمپالہ میں۔کل تین مبلغین یوگنڈا میں خدمت کر رہے تھے۔اسوقت جماعت کی ایک ہی مسجد جنجہ میں تھی بعد میں کچھ اور مساجد کا افتتاح ہوا۔

شیخ شرما صاحب کے ذریعہ کئی جماعتیں قائم ہوئیں جن میں کموری اور بوبینگی شامل ہیں۔ بعد میں مزید جماعتیں قائم ہوئی مگر اسوقت میں وہاں نہیں رہتا تھا۔قرآن کریم کے ترجمہ کا کام مکرم زکریا کزیٹو صاحب اور شیخ ابراہیم سیمفو ما صاحب کی معاونت سے ہوا۔

شیخ شرما صاحب کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔آپ بہت دبدبہ والے تھے۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آپ جانے سے کتراتے۔ چاہے وہ کیتھولک مشن ہو یا کسی بھی عیسائی فرقہ کا۔ اکثر جگہوں پر مجھے بطور ترجمان ساتھ رکھتے۔ ہم نے مختلف جگہوں اور دفاتر کو وزٹ کیا۔ انہوں نے یوپین ڈسٹرکٹ کمیشنر سے بھی تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے اپنا تعارف بطور جماعت احمدیہ کے مشنری کیا اور انہیں اور ان کے کارکنان کو اسلام سے متعارف کروایا۔ وہ بہت محنت سے کام کرتے۔کئی کتب کو شائع کیا لوکل زبانوں میں بھی۔

شیخ شرما صاحب کے دور میں سیٹا کے مقام پر ایک پرائمری سکول کا افتتاح ہوا۔ وہاں ایک عیسائی ٹیچر مقرر تھا۔ بعد میں ایک احمدی لڑکے نے بیعت کی اور وہاں ہیڈ ٹیچر بنا۔ یہ سکول 20۔25 سال وہاں رہا۔اسوقت وہاں ایک مشن ہے۔

جماعت کو اس دور میں بہت مخالفت کا سامنا تھا۔اس میں سنی اور عیسائی برابر کے شریک تھے۔ کیونکہ ہماری تعداد تھوڑی تھی اس لئے ہمیں حقیر سمجھتے تھے۔لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ شیخ شرما صاحب نڈر شخصیت کے مالک تھے ہر جگہ اپنا کام کر جاتے۔ ہر محفل میں کھڑے ہو کر احمدیت کا تعارف کرواتے۔ پبلک میٹنگز میں بھی شرکت کیا کرتے

تھے۔ہم نے بہت سکولوں، مشنز اور سنی مساجد کا دورہ کیا۔ بعد میں ہمیں مساجد میں جانے سے روکا گیا کیونکہ انتظامیہ کو ڈر تھا کہ کہیں کوئی شخص احمدیت قبول نہ کر لے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے چند ہی بیعتیں اسوقت ہوئیں کیونکہ مخالفت زوروں پر تھی۔ میں ان کے ساتھ بعض دفعہ کئی کئی گھنٹے اور کئی کئی دن پھرتا اور کیونکہ اکثر مقامی لوگ پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے اس لئے انہیں ترجمان کی ضرورت پڑتی۔

ملک کیونکہ بہت وسیع تھا اس لئے ہر علاقہ کا دورہ ناممکن تھا۔ اس زمانہ میں جماعت کے پاس موٹر سائکل تک نہ تھی۔ شیخ شرما صاحب سائیکل پر سفر کیا کرتے تھے اور 10۔15 میل فاصلہ ہی طے کر سکتے تھے۔

شرما صاحب ایک سپاہی کی طرح تھے۔ کئی گھنٹوں تک کھڑے ہو کر اونچی زبان میں تقریر کر سکتے تھے۔ وہ ہر جگہ اپنے کام کیلئے راستہ نکال لیتے۔ مجھے یاد ہے کہ میں ان سے کہا کرتا کہ مولانا میرے پاس صرف دس منٹ ہیں، تو وہ فرماتے کہ مجھے آپ سے تین گھنٹے چاہئیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کام کرتے ہیں مگر یہ خدا کا کام ہے۔ بعض دفعہ غیر احمدیوں سے بھی کام لے لیتے۔ ایک دفعہ ہمیں کہیں سے معلوم ہوا کہ ڈسٹرکٹ کمیشنر کے آفس میں ایک ماہر typist ہے۔ شیخ شرما صاحب سیدھا وہاں گئے، وہاں کے کمیشنر سے جو کہ یورپین تھا اپنا تعارف کروایا اور کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے پاس یہاں ایک عمدہ ٹائپسٹ موجود ہے مجھے ایک کتاب چھاپنے کے سلسلہ میں اس کی مدد درکار ہے۔ یہ کتاب نماز سے متعلق تھی۔ کمیشنر بہت حیران ہوا کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ کوئی اس طرح سے اس کو ملنے آئے۔ مگر انہوں نے اجازت دی اور کہا کہ اسے ایک دن کیلئے رکھ لو۔ بعد میں بھی جب تک کتاب مکمل نہ ہوئی تو شیخ شرما صاحب اس بندہ کو

اپنے ساتھ لے جاتے اور یہ کام عمدگی سے مکمل ہوا۔

ایک واقعہ اسوقت پیش آیا جبکہ شیخ شرماصاحب ٹیچر ٹریننگ کالج میں گئے۔ یہاں کا ہیڈ ماسٹر بھی یورپین تھا۔ شیخ شرماصاحب نے اصرار کیا کہ یہاں دوطلبہ پڑھتے ہیں جن کی مدد انہیں درکار تھی کچھ کتب کی لوگنڈا زبان میں ترجمہ کرنے کیلئے۔ کیونکہ یہ طلبہ مسلمان تھے اس لئے ان کا خیال تھا کہ ہیڈ ماسٹر انہیں اجازت دے دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کام ہوگیا۔ حالانکہ یہ طلبہ احمدی نہ تھے مگر پھر بھی انہوں نے تعاون کیا۔

شیخ شرماصاحب نے نئی جماعت کے قیام کے بعد اس کام کی بنیادیں قائم کرنے کی خاطر بہت محنت کی۔ اپنا تعارف ہر طبقہ میں کروایا۔ صرف ایک بڑی مشکل درپیش تھی اور وہ یہ کہ ان کے پاس مناسب سواری موجود نہ تھی۔ اور مواصلات کا نظام ابھی اتنا اچھا نہیں تھا۔ نہ ٹیکسی تھی نہ بسیں۔ مگر پھر بھی ان کی کوشش ہوتی تھی کہ جتنا دوران کیلئے جانا ممکن ہوتا وہ وہاں پہنچ جاتے۔

ان کی شخصیت میں جو رعب تھا اس سے میں بہت متاثر تھا۔ ایک مرتبہ جنجہ میں فسادات کے باعث کَرفیو لگا ہوا تھا۔ میں شیخ شرماصاحب کے ساتھ ہی تھا جب ہمیں باہر رات کے وقت پولیس نے روک لیا۔ انہوں نے آپ کو دھمکانے کی کوشش کی۔ آپ نے انہیں کہا کہ میں جماعت احمدیہ کا مشنری ہوں اور یہ ایک آزاد ملک ہے۔ مجھے اپنے کام سے کیوں روکا جارہا ہے؟ میں نے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلایا ہے اور اب میں گھر جا رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے روکنا چاہتے ہیں؟ کیا میں آپ کا قیدی ہوں؟ یہ آخری جملہ آپ نے ایک خاص جلال کے ساتھ کہے۔ پولیس یہ سن کر مرعوب ہوگئی اور ہمیں جانے دیا۔

آپ نہایت نیک انسان تھے۔ میں نے کئی مرتبہ آپ سے نیروبی میں بھی ملاقات

کی اور اسی طرح جب آپ کا تقرر تنزانیہ میں ہوا تو وہاں بھی ملاقات کی۔ ایک دفعہ میں وہاں گیا اور ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ آپ فرمانے لگے کہ ہوٹل میں کیوں ٹھہرے ہو آؤ ہمارے پاس رہو۔ اس طرح سے آپ نے ایسٹ افریقہ کے تینوں ممالک میں کام کیا۔ جب آپ لندن منتقل ہوئے تو وہاں بھی جلسوں کے موقعوں پر آپ سے ملاقات کرتا۔ ان ملاقاتوں میں مَیں اپنے ساتھ کئی یوگنڈین اپنے ساتھ لے جاتا۔ ہم آدھا دن آپ کے گھر میں رکتے۔ بعض دفعہ ہم سارا دن وہاں ٹھہرتے۔ آپ سواحیلی اچھی طرح جانتے تھے اور جب بھی ہم ملتے تو اسی زبان میں گفتگو کرتے۔ اور اپنی یادوں کو تازہ کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

مسجد کی تعمیر

یوگنڈا میں احمدیہ سیکنڈری سکول کا قیام مکرم مختار احمد ایاز مرحوم نے 1957ء میں کیا۔ یہ ملک کا سب سے پہلا سیکنڈری سکول تھا۔ ایاز صاحب تنزانیہ سے یوگنڈا منتقل ہوئے۔ کمپالہ کے قریب مانگو نامی جگہ سکول کیلئے منتخب کی گئی۔ جب کمپالہ کی مسجد بنی تو ایاز صاحب کو وہاں سکول قائم کرنے کی اجازت ملی۔ پہلے ہیڈ ماسٹر بھی وہ تھے۔

جماعت کا مرکز ایک گہری وادی میں تعمیر ہوا۔ لیکن تعمیر سے قبل زمین کے ہموار کرنے کیلئے بہت ملبہ درکار تھا جو کہ لوکل انتظامیہ کا مطالبہ تھا۔ اسوقت جماعت کے صدر ڈاکٹر لعل دین صاحب تھے۔ ایک دن نماز عصر کے بعد انہوں نے جماعت سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ زمین کے سرکاری معائنہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مسجد کی تعمیر کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ کم از کم 200 ملبہ سے لدے ہوئے ٹرک درکار تھے۔ اس کا انتظام جماعت کیلئے ناممکن تھا۔ اس موقعہ پر مولانا شیخ عبدالکریم شرما صاحب کھڑے ہوئے اور فرمانے

لگے۔محترم، ہم اس رپورٹ کو سن کر بہت خوش ہوئے۔مگر مسجد ہماری نہیں، یہ اللہ کی مسجد ہے۔ یہ ہمارا کام نہیں کہ اب فیصلہ کریں کہ کیا کیا جائے، بلکہ ہمیں اللہ کے حضور گزارش کرنی ہوگی کہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر تعمیر ناممکن ہے۔ہمیں اپنے ہاتھ دعا کیلئے بلند کرنے ہونگے۔ چنانچہ ہم نے اسوقت دعا کی۔اس کے بعد سب کو جانے کی اجازت تھی۔ جب میں گیٹ پار کر رہا تھا تو وہاں ایک سکھ تاجر مجھے ملا جس کا نام سِنگھا سنگھا تھا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس زمین کا نگران کون ہے؟ میں نے ڈاکٹر لعل دین کی طرف اشارہ کیا۔اس سکھ نے صدر جماعت کو اطلاع دی کہ وہ اس زمین کو ملبہ سے بھرنا چاہتے ہیں کیونکہ انہوں نے شہر میں دو سینما بنانے کے کیلئے وہاں کا ملبہ ہٹانا تھا۔انتظامیہ کی طرف سے انہیں نوٹس ملا تھا کہ شہر سے کم از کم 10 میل دور یہ ملبہ پھینکا جائے۔صدر صاحب نے مجھے آواز دی کہ سلیمان، ابھی رکو۔ ذرہ اس شخص کی بات سن لو۔ پھر شرما صاحب نے اس بندہ سے پوچھا کہ بعد میں اس ملبہ کو ہموار کون کرے کرے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ خود ایک ٹرک کا انتظام کر کے یہ کام کرے گا۔ یہ کام ایک ہفتہ میں مکمل ہوا۔بعض اور ہندوستانی افراد بھی آئے اور وہاں ملبہ پھینکنے کی انہوں نے درخواست کی۔ میرے اندازہ کے مطابق 1000 ٹرک آئے اور جماعت کا خرچہ صفر تھا۔ یہ پہلا معجزہ تھا جو میں نے احمدیت میں دیکھا۔

نئی نوکری کے بارہ میں خواب

جماعت کا مرکز جنجہ میں تھا جبکہ میری جاب مبالی میں تھی۔مولانا شرما صاحب نے مجھے ہدایت کی ہوئی تھی کہ جب کبھی میں کمپالہ بس یا ٹیکسی پر آؤں تو مجھے جنجہ مسجد میں رکنا ہوگا اور ان سے اہم پیغامات وصول کرنے ہونگے۔اس دوران میں نے ایک اشتہار میں

دیکھا کہ ایک کمپنی کو salesman درکار ہے جس کے پاس ڈگری اور تجربہ ہو۔ گو کہ میرے پاس ڈگری تو نہ تھی مگر میرے پاس Unilever میں کام کرنے کا تین سالہ تجربہ تھا۔ لہٰذا میں نے درخواست بھجوا دی۔ تاہم اگلے چھ ماہ تک مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ اچانک ایک دن جو کہ ہفتہ کا دن تھا مجھے خط موصول ہوا کہ اگر میں ابھی تک خواہشمند ہوں تو انٹرویو کیلئے وہاں پہنچ جاؤں۔ میں بہت ہی خوش ہوا۔ میں نے کمپالہ کا سفر شروع کیا اور اس بارہ میں کسی کو اطلاع نہ دی۔ 130 میل بس کا سفر طے کر کے میں جنجہ پہنچا جہاں شیخ شرما صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ جب میں گیٹ سے داخل ہو رہا تھا تو انہوں نے پُر تپاک طریقے سے میرا استقبال کیا۔ وہ بہت خوش تھے اور فرمانے لگے کہ 'تم نئی جاب کیلئے جا رہے ہو؟'۔ یہ سن کر مَیں بہت حیران ہوا کیونکہ میں نے دنیا میں کسی کو اس بارہ میں نہیں بتایا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ نئی جاب سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ پچھلی رات انہوں نے مجھے خواب میں دیکھا کہ میں پرانے گھر سے نئے گھر میں منتقل ہوا ہوں۔ اس سے ان کو تفہیم ہوئی کہ مجھے نئی جاب ملی ہے۔ میں ان سے کہنے لگا کہ یہ بات درست ہے اور انٹرویو کی کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کی۔ فرمانے لگے کہ نہیں، نہیں اب دعا کی ضرورت نہیں کیونکہ دعا کا وقت گزر گیا ہے اور تمہارے حق میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ جنجہ سے میں خوشی خوشی مزید 50 میل آگے کمپالہ کے لئے روانہ ہوا۔ اللہ کے فضل سے مجھے جاب مل گئی۔ آمد 600 شلنگ ماہوار تھی جو کہ پچھلی جاب سے دوگنی تھی۔ مجھے ایک منی بس دی گئی جس پر میں سفر کر سکتا تھا اور جسے میں چھٹیوں میں اپنے خرچ پر استعمال کر سکتا تھا۔ میں کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتا تھا۔ مینیجر اندر آیا اور میرے کاغذات دیکھ کر مجھے کمپنی میں خوش آمدید کہا۔ اس کمپنی کا نام Caltex تھا۔ جیسے ہی وہ دروازہ سے باہر نکلنے

لگے تو مجھے یونیورسٹی کی پڑھائی کے بارہ میں پوچھا۔ یہ نہایت نازک سوال تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں یونیورسٹی میں نہیں پڑھا۔ اسپر انہوں نے مجھے کمپنی کے ہیڈ کوارٹر جو امریکا میں واقع تھا کا ایک خط دکھایا جس میں ہدایت تھی کہ صرف یونیورسٹی سے ڈگری رکھنے والے لوگوں کو کام پر رکھنا ہے۔ جس شخص نے میرا انٹرویو لیا اصرار کرنے لگا کہ اس سے پیشتر انہوں نے تین یونیورسٹی سے پڑھے لوگوں کو کام کیلئے رکھا تھا جو کہ سب کے سب بھاگ چکے تھے اور اب ان سے نتائج کیلئے pressure کیا جا رہا ہے، اس لئے مجھے ہرصورت اس بندہ کو رکھنا ہوگا۔ مگر مینیجر اپنی بات پر قائم رہا اور اس نے مجھ سے معذرت کی۔ یہ سن کر میں سخت مایوس ہوا۔ انہوں نے مجھے واپسی اور ایک رات ہوٹل میں قیام کا خرچہ دیا۔ یہ رقم میری آمد سے کچھ زائد تھی۔ واپسی پر میں جنجہ رکا جہاں شیخ شرما صاحب نے میرا استقبال کیا اور بلند آواز سے کہنے لگے "Yes, the man with a new job!"۔ میں کہنے لگا محترم، پہلے میرا قصہ سن لیں۔ پہلے مجھے جاب مل گئی تھی بعد میں کھوگئی۔ فرمانے لگے خیر، مگر میں نے تمہیں اپنی خواب میں دیکھا ہے کہ تمھیں ایک نیا گھر ملا ہے۔ اگر تمہیں یہ جاب نہیں ملی تو آئندہ اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے بہتر یا یہی جاب دے دیگا۔ اس کے بعد ہم نے الوداع کیا۔ پورے ایک ماہ اور 25 دن بعد مجھے Caltex کی طرف سے فون آ گیا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے میرا انٹرویو لیا تھا مگر اب وہ مینیجر بن گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ پچھلا مینیجر زیمبیا منتقل ہوگیا ہے۔ اور اگر میں ابھی بھی اس جاب کا خواہشمند ہوں تو حاضر ہو جاؤں۔ میں اگلے دن ہی وہاں گیا۔ اس طرح سے شیخ شرما صاحب کی خواب پوری ہوئی اور میری دنیوی ترقیات کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا دورہ

1962ء میں ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب مرحوم بحیثیت صدر اقوام متحدہ یوگنڈا تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سرکاری دورہ تھا اور آپ کے قیام کا انتظام سٹیٹ ہاؤس میں تھا۔ ہمارے صدر جماعت ڈاکٹر لعل دین احمد صاحب آپ کے ساتھ قادیان میں اکٹھے رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ حضرت چوہدری صاحب کی رہائش کا انتظام اپنے گھر میں کریں۔ گورنر نے اس کی اجازت دے دی۔ حضرت چوہدری صاحب کی بھی یہی خواہش تھی۔ ڈاکٹر لعل دین صاحب نے اپنے دو منزلہ مکان کی ایک اور منزل تعمیر کی جہاں حضرت چوہدری صاحب ٹھہرے۔ جب آپ ایر پورٹ پر اترے تو آپ کا سرکاری استقبال ہوا اور سٹیٹ ڈنر پیش کیا گیا۔ آپ کی ملاقات بعض شہزادوں اور سرکاری اہلکاروں سے ہوئی۔ جمعہ کے روز آپ نمازِ جمعہ کیلئے جنجہ کے احمدیہ مسجد میں تشریف لائے۔ میں مبالی سے جمعہ پڑھنے کی غرض سے آیا۔ بعد دوپہر مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت چوہدری صاحب جمعہ پڑھائیں کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے اور یہ ہمارے لئے بہت بڑی اعزاز کی بات ہوگی۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں البتہ یہاں لوکل افریقن احباب کیونکہ انگریزی نہیں جانتے اس لئے ان کیلئے سمجھنا مشکل ہوگا۔ شرما صاحب کہنے لگے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ چوہدری صاحب کے ساتھ سرکاری ترجمان موجود تھے جو خطبہ کا ترجمہ ساتھ ساتھ کر سکتے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے انکار کیا اور کہنے لگے کہ میرے خطبہ کا ترجمہ کسی غیر احمدی کے ذمہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لئے آپ یا کوئی اور فرد جمعہ پڑھائے۔ شرما صاحب اپنی بات پر قائم رہے اور

اصرار کیا کہ یہ سرکاری ترجمان ہیں اور بڑی عمدگی سے ترجمہ کرسکیں گے، مگر حضرت چوہدری صاحب مطمئن نہیں ہوئے۔ اچانک شیخ شرما صاحب صاحب نے اونچی آواز سے کہا " Where is Sulaiman Mwanje? Come here quickly!"۔ میں دوڑا آیا۔ فرمانے لگے کہ آج خطبہ کا ترجمہ تم پیش کرو گے۔ اس پر حضرت چوہدری صاحب مطمئن ہو گئے۔ لیکن میں ڈر گیا۔ ابھی تازہ تازہ میری تعلیم مکمل ہوئی تھی اور میں نے اس سے پیشتر کبھی کسی انگریز سے انگریزی نہیں بولی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر میں درست طور پر یہ کام نہ کرسکا تو جماعت کی بدنامی ہوگی وغیرہ۔ ساتھ ساتھ دعا بھی کرتا رہا۔ جب خطبہ کا وقت آیا تو میں کھڑا ہوا۔ خطبہ قریبًا آدھ گھنٹے تک جاری رہا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے ایک بار بھی بات دوہرانے کی گزارش نہیں کرنی پڑی اور ترجمہ بھی عمدہ تھا۔ جب نماز مکمل ہوئی تو سب سے پہلے گورنمنٹ کے ترجمان مبارکباد دینے آئے اور مزاحًا کہنے لگے کہ تمہیں تو ہمارے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ مجھے اس بات سے حیرت تھی کہ شرما صاحب کو مجھ پر کتنا اعتماد تھا۔ الحمدللہ کے سب مطمئن تھے۔

لوگنڈا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ

لوگنڈا زبان میں قرآن کریم کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ ایک ٹیم نے تیار کیا جس میں مَیں بھی شامل تھا۔ اس سے قبل صرف تیسویں سپارہ کا ترجمہ ہوا تھا۔ اس کام کیلئے ہم چار افراد تھے جنہوں نے مکمل ایک ماہ کیلئے مولانا عبدالکریم شرما صاحبؓ کے ساتھ جماعت کے مرکز میں قیام کیا۔ یہ 1965ء کی بات ہے۔ ہم میں سے کسی کو بھی اس سے قبل ترجمہ کرنے کا تجربہ نہ تھا۔ ایک صاحب نے کینیا میں تعلیم حاصل کی تھی اور عربی زبان کا علم تھا۔ شرما صاحب نے خود ٹیم کا انتخاب کیا اور مرکز سے اس کی منظوری لی۔ ہمیں کئی

مشکلات کا سامنا تھا۔مثلاً ہمارے پاس صرف ایک ٹائپنگ کی مشین تھی۔ دیگر ماہرین کو بھی مختلف موقعوں پر involve کیا۔تقریباً 29 دن کام کرنے کے بعد مولانا شرما صاحب نے اعلان کیا کہ کام مکمل ہوگیا ہے اور اسے پریس بھجوانا ہے۔ اب آپ لوگ واپس اپنے گھر جانے کی تیاری کریں۔ اگلے روز ہم تہجد کیلئے اٹھے تو مولانا صاحب نے ہم سب کو حیران کر دیا۔انہوں نے ہمیں بتایا کہ رات کو انہوں نے خواب دیکھی ہے کہ ترجمہ میں کچھ غلطیاں تھیں جن کی تعداد قریباً ایک صفحے پر مشتمل تھی۔ ہم سب بہت حیران ہوئے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے آپ ہمیں وہ غلطیاں دکھا دیں تو ہم انہیں درست کر لیتے ہیں۔انہوں نے جواب دیا کہ کیونکہ وہ زبان نہیں جانتے اس لئے الٓمٓ شروع سے ہمیں دیکھنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ ہم سب نے سوچا کہ آخر انہیں ہو کیا گیا ہے؟! لیکن ہم نے اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظہر تک ہم نے تین ربع مکمل کر لیا اور عصر تک کام مکمل تھا۔غلطیاں ہمیں مل گئی تھیں جو پورے ایک صفحہ کی تھیں، بالکل ویسے ہی جیسے مولانا صاحب کو خواب میں دکھائی دیا۔

مکرم جریج سلیمان کاجیا صاحب

میرا نام جریج سلیمان کاجیا ہے مَیں کٹو بومدر اسانی جماعت ٹاویٹا ریجن کا رہنے والا ہوں۔ جماعت احمدیہ ایسٹ افریقہ کی مشہوری کی ایک بڑی وجہ قرآن کریم کا سواحیلی زبان میں ترجمہ کرنا تھا۔ جو مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے کیا۔ جب یہ ترجمہ چھپا تو اسکی قیمت تیس شلنگ تھی جو اس زمانہ کے لحاظ سے بڑی قیمت تھی۔ اس ترجمہ کی کی کاپیاں پورے ایسٹ افریقہ میں تقسیم کی گئیں اور قریبا تمام غیر احمدی علماء نے اس کو خریدا اور جب انہوں نے اسکو پڑھا تو انہوں نے لوگوں کو اس ترجمہ کے خریدنے اور پڑھنے سے روکا یہ کہہ کر کہ یہ ترجمہ قادیانیوں نے کیا ہے جو کافر ہیں۔ اور اسی طرح کی مزید باتیں کیں۔ لیکن خود ان کے پاس یہ ترجمہ موجود ہوتا۔ اس دوران میرے دادا سلیمان کاجیا صاحب نے بھی تیس شلنگ ادا کر کے اس ترجمہ کی ایک کاپی حاصل کی جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔ جب دوسرے مولویوں کو اس بات کا پتہ چلا۔ تو اُنہوں نے میرے دادا سلیمان کاجیا صاحب کو بلایا اور کہا کہ وہ اس قرآن کے ترجمہ کو جلا دیں۔ علاوہ ازیں ایسٹ افریقہ کے تمام مولوی موشی کے مقام پر جمع ہوئے اور اپنی تقاریر میں تاکید کی کہ اس قرآن کو نہ خریدا جائے اور اگر کسی نے خرید لیا ہے تو اس کو ضائع کر دے۔ یا جلا دے۔ میرے دادا نے جو اس جلسہ میں موجود تھے کھڑے ہو کر روکا۔ مولویوں سے کہا کہ اگر مَیں ایسا کرتا ہوں تو یوم قیامت کون آپ میں سے اس کا ذمہ لیتا ہے۔ جس پر سب خاموش ہو گئے اور یہ جلسہ ادھر ختم ہو گیا۔ بڑا مولوی جس کا تعلق ممباسہ سے تھا مجھے اس کا نام بھول رہا ہے، نے اعلان کیا کہ جلسہ اب ختم ہوا۔ غالباً یہ مولیدی کا وقت تھا جب یہاں اکثر مسلمان میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔ اس جلسے کے اختتام پر ایک محمد عیسیٰ نامی شیخ

نے میرے دادا کا ہاتھ پکڑا اور اس ترجمہ کو ضائع کرنے سے روکا اور کہا کہ ایسا کرنے سے عذاب نازل ہوگا۔ میرے پاس بھی یہ موجود ہے۔ اس کے بعد میرے دادا نے اس ترجمہ کو پڑھنا شروع کر دیا اور اسکو درست پایا اور دیگر لوگوں کو بھی اس کے درست ہونے کے بارے میں بتایا۔ یہ سن 1953ء کی باتیں ہیں۔ اخبار ماپینز یا منگوں (احمدی اخبار) کی کاپیاں میرے دادا تک پہنچنے لگیں جنہوں نے اسے عیسائیوں میں تبلیغ کرنے کے حوالے سے مؤثر پایا۔ اس وقت شیخ مبارک صاحب ہمارے ایسٹ افریقہ کے امیر ومشنری انچارج تھے۔

جب شیخ شرما کا تقرر ممباسہ میں ہوا تھا تو وہاں پر ایک تنظیم تھی مسلم ایسی ایشن جس کا ایک ممبر مزے جمعہ علی مکینک تھے جو یہاں کے رہنے والے تھے۔ یہ تنظیم ان معلمین کو جو قرآن وغیرہ پڑھاتے تھے کچھ وظیفہ دیا کرتی تھی۔ ہمارے یہاں کل پانچ معلم تھے جن کا وظیفہ یہ تنظیم دیتی تھی۔ جمعہ علی صاحب یہ وظیفہ لینے ممباسہ گئے جہاں پر انکی ملاقات مولانا شرما صاحب سے ہوئی۔ جنہوں نے ان کو تبلیغ کی جس پر وہیں پر جمعہ علی صاحب نے بیعت کر لی اور جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ مکرم شرما صاحب نے آپ کو بھی جماعت کا لٹریچر اور پمفلٹ وغیرہ دیا اور کہا اپنے علاقہ وغیرہ میں جا کر جماعت کی تبلیغ کرو۔ وہ اس لٹریچر کو لائے اور لوگوں میں اسے تقسیم کیا۔ عیسائیوں نے اسے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر ہم نے یہ پڑھا تو مسلمان ہو جائیں گے۔ مکرم جمعہ علی صاحب نے علاقہ میں تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں کیٹو بو اور کیٹو گوٹو میں جماعت کا قیام ہوا۔ اوّلین احمدی ہونے والے بعض افراد یہ تھے۔ مزع عمری نڈاوا، مزے رمضان لکونا، مکینیا، حسن مغانا، مزے زبیری وغیرہ۔ ایک تبلیغی جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں تیس کے قریب لوگوں نے

حاضر ہونے کے لئے اپنے نام لکھوائے۔اس پر شیخ شرما صاحب کو جو ممباسہ میں ہوتے تھے حاضر ہونے کی درخواست کی گئی۔جس پر آپ بس میں سوار ہو کر پہلی دفعہ ٹاویٹا آئے جہاں آپ نے نئے احمدی ہونے والوں سے ملاقات کی اور دیگر لوگوں کو تبلیغ۔ جماعت کا لٹریچر کچھ فروخت کیا اور کچھ مفت تقسیم کیا گیا جو ہم لوگوں نے پڑھا مگر لٹریچر کم پڑ گیا۔ جس پر شرما صاحب نے کہا کہ وہ ممباسہ جا کر مزید لٹریچر ارسال کریں گے۔جس کے لئے آپ نے پوسٹ بکس ٹاویٹا میں کھول لیا جو جماعت کی پہلی اساس تھی۔اس پوسٹ کے ذریعہ بآسانی خط و کتاب اور لٹریچر کی ترسیل ممکن ہوگئی اور باقاعدہ رابطہ رہا۔ جب جماعت کی کتب اور لٹریچر پوسٹ بکس پر پہلی بار آیا تو سنی مسلمانوں کو معلوم ہوا۔انہوں نے جا کر اس کو نکال لیا۔اور ڈسٹرکٹ کمشنر کے پاس لے گئے جس پر ہم سب کو طلب کیا گیا۔وہاں پر ایک سنی شیخ جس کا نام صالح تھا بھی موجود تھا۔جس نے کہا کہ یہ کافروں کی کتب ہیں ان کو جلا دینا چاہئے ان کو پڑھ کر لوگ کافر ہو جائیں گے۔خوش قسمتی سے شرما صاحب یہاں آ گئے جنہوں نے سب کے سامنے جماعت کا موقف پیش کیا اور تبلیغ کی۔ جس کے بعد یہ کتب وغیرہ ہمیں مل گئیں۔مگر مخالفت بڑھ گئی اور ہر طرح سے ہمیں ستایا جانے لگا۔مسجد کو جو میرے دادا سلیمان کاجیا کے پلاٹ پر تعمیر ہوئی تھی ہمیں اس سے بے دخل کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔جس پر ہم نے الگ سے ایک کچی مسجد تعمیر کرنی شروع کی اور اس میں سب نے حصہ ڈالا۔اس دوران مکرم شرما صاحب کا تبادلہ نیروبی ہو گیا۔

مکرم سید شریف محمد صالح صاحب

آپ شہر ممباسہ، کینیا کے رہنے والے ہیں مگر اصلاً یمن سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کے والدین صدی کے نصف میں ایسٹ افریقہ تشریف لائے۔آپ نے جماعت احمدیہ اسوقت قبول کی جبکہ آپ پرائمری کے طالبعلم تھے۔یہ 1960ء کی بات ہے۔ اسوقت آپ کے بڑے بھائی مکرم شریف حسین صالح صاحب مرحوم کی ملاقات مولانا عبدالکریم شرما صاحب سے ہوئی اور جن کے ذریعہ انہیں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔

اپنے بھائی کی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مکرم سید شریف محمد صالح صاحب بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ سڑک پر street lamp کے نیچے مطالعہ کررہے تھے۔وہاں سے جب مولانا عبدالکریم شرما صاحب کا گزر ہوئے تو وہ فرمانے لگے کہ یہاں مشکل میں بیٹھے ہو آؤ میرے ساتھ مسجد چلو وہاں بیٹھ کر پڑھ لو۔اس کے بعد شرما صاحب کی شخصیت اور پدرانہ شفقت قبولِ احمدیت کی محرک ہوئیں۔میرے بڑے بھائی مکرم شریف حسین صالح صاحب مرحوم خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت پختہ احمدی تھے۔انہوں نے شرما صاحب کو ایک پدرانہ وجود کے طور پر مانا ہوا تھا۔

شریف صاحب بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں وہ بھی اس مسجد میں جاتے رہے۔مگر جب مدرسہ میں مولوی آتا تو وہ ہمیشہ جماعت کے خلاف باتیں بتاتا اور جھوٹ بولتا تھا۔ شریف صاحب کا اپنا ذاتی مشاہدہ ہی اس کی جھوٹی باتوں کو ثابت کرنے کیلئے کافی تھا۔ اسوقت آپ کی عمر قریبًا 12 سال کی تھی۔اسوقت سے جماعت کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا چلا گیا۔آپ بیان کرتے ہیں کہ مولوی کی باتوں اور میرے ذاتی مشاہدہ نے مجھے

جماعت کے قریب کیا۔

جوانی میں آپ کا تعارف جماعت کے بعض دیگر مبلغین مولانا روشن دین صاحب، مولانا سوکیہ صاحب، مولانا صوفی محمد اسحاق صاحب اور مولانا محمد عیسیٰ صاحب سے بھی ہوا۔ یہ سب وجود بہت محبت سے پیش آنے والے تھے۔

کینیا کی اس وقت جو مسجد تھی علاقہ میں The red mosque کے طور پر جانی جاتی تھی اور اپنی خوبصورتی کے سبب معروف تھی۔ بعد میں اس کا رنگ بدل دیا گیا۔ جب آپ 1975ء تا 1977ء نیروبی میں زیرِ تعلیم تھے تو اسوقت شرما صاحب مشن کے انچارج تھے۔ اس وقت مسجد سے ملحقہ ایک آفس بلاک ہوتا تھا۔ مکرم گاکوریا صاحب بھی اسوقت شرما صاحب کے ساتھ تھے۔ شریف صاحب نے ایک موقعہ پر کالج میں شرما صاحب کا لیکچر رکھوایا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی مقبول ہوا۔ شرما صاحب بہت ذہین، عمدہ مقرر تھے۔ کالج سے جب مجھے فراغت ہوتی تو میں ان کے پاس مشن میں جاتا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوتا۔ وہ مجھے بچپن سے جانتے تھے۔

ایک دفعہ کافی عرصہ بعد میں صد سالہ جلسہ میں شرکت کیلئے لندن گیا۔ جب جلسہ گاہ میں داخل ہونے کیلئے رجسٹریشن سے گزر رہا تھا تو وہاں موجود ڈیوٹی پر افراد نے مجھے اندر جانے سے روکا۔ اچانک مولانا عبدالکریم شرما صاحب آ گئے۔ مجھے نہایت خوشی اور خندہ پیشانی سے ملے۔ ڈیوٹی پر کھڑے افراد کو سختی سے منع کیا اور مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میرا پاس بنا کر دیا۔ اس موقعہ پر میری ملاقات مولانا محمد عیسیٰ صاحب سے بھی ہوئی جو اسوقت پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے میری ملاقات بھی کروائی۔

ہماری قوم میں رشوت لینے کی بری عادت تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ میں نے بھی رشوت لے کر جماعت قبول کی ہے۔ میں انہیں طنزاً کہتا کہ پھر تم بھی رشوت لے کر قبول کر لو۔ مَیں نے کہا کہ مجھے 1000 پونڈ ملتے ہیں اگر تم اس سے زائد 200 پونڈ دے دو تو میں واپس آ جاتا ہوں۔ آخر تم کیا سمجھتے ہو کہ میں دین کو دنیا کے بدلے بیچ سکتا ہوں؟ اسپر انہوں نے مجھے رہنے دیا۔ بعد میں انہوں یہ بھی پسند نہ کیا کہ اپنی بیٹیوں کو ہمیں شادی کیلئے دیں۔

مَیں مرغیاں بیچ کر گذارا کرتا۔ میری قوم کے لوگ کہتے کہ اس سے نہ خریدا کرو کیونکہ یہ حلال نہیں۔ پھر مَیں نے broil کی جگہ انڈے بیچنے شروع کر دئے تا کہ انہیں حلال حرام کا مسئلہ نہ رہے۔ اس طرح سے ہم مخالفت پر صبر کرتے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ پرانے مبلغین طلبہ کی ہر طرح سے امداد کرتے۔ کالجوں میں جا کر اسلامیات کا نصاب پڑھاتے۔ سفر میں پیدل، بس اور فیری کا استعمال کرتے اور لمبے فاصلے طے کر کے پیغامِ حق پہنچاتے اور بیعتیں حاصل کرتے۔

شرما صاحب کی طرف ایک مقولہ منصوب ہے۔ اکثر حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق سوال ملنے پر آپ جواب دیتے کہ

Which Adam are you talking about?

یعنی کہ کئی آدمؑ زمانے میں گزرے ہیں تم کس آدم کی بات کر رہے ہو؟ شریف صاحب بیان کرتے ہیں کہ آج تک جب ہم دوست آپس میں ملتے ہیں تو یہ فقرہ ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔

عبدالباسط بھٹی صاحب

نواسہ مکرم عبدالرشید شرما صاحب (مکرم عبدالکریم شرما صاحب کے چھوٹے بھائی)

خاکسار جب برطانیہ میں 1989ء میں مقیم تھا تو بڑے ناناجان مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے گھر ٹھہرنے کا اکثر اتفاق ہوتا خاص کر جلسہ سالانہ برطانیہ پر اور دوسرے جماعتی پروگراموں پر جب میں Leeds سے لندن جاتا۔ میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ ناناجان ہمیشہ ہر وقت جماعتی کام کیلئے تیار رہتے اکثر اوقات ان کو جب بھی رات دیر سے مسجد فضل لندن سے فون آتا وہ فوراً شلوار قمیص کے اوپر پنٹ اور کوٹ پہن کر پیدل روانہ ہو جاتے اور ہمیشہ خلیفہ وقت اور جماعت کے کسی بھی کام کو فوراً کرنے کی تلقین کرتے۔

ایک دفعہ 1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انہیں Yorkshire کی جماعتوں کے دورہ کی ہدایت کی۔ وہاں مقامی جماعت میں خاکسار نے دیکھا کہ جماعت کا ہر فرد بڑے ناناجان کا بے تابی سے انتظار کر رہا تھا اور ان کی تقاریر بہت شوق سے سن رہے تھے اور ناناجان کی وجہ سے ہر شخص میرا بہت خیال رکھ رہا تھا۔ تقریباً ہر ایک نے ناناجان سے دعا کی بھی درخواست کی۔

خاکسار نے مولانا شرما صاحب کو اکثر مختلف جماعتی پروگرامز میں تقاریر کرتے سنا خاص طور پر کچھ سالوں بعد MTA شروع ہوا تو آپ مختلف زبانوں میں خاص کر افریقی زبانوں میں پروگرامز تیار کرتے۔

خاکسار جب 2003ء میں برطانیہ دوبارہ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آیا تو MBA

کے کورس کے دوران چھٹیاں ہمیشہ شرما صاحب کے گھر گزارتا۔اس دوران میں نے اکثر یہ دیکھا کہ خاندان کا قریبًا ہر فرد شرما صاحب کو دعاؤں کیلئے اور اپنی زندگی کے فیصلوں میں رہنمائی اور اجازت کی غرض سے فون کرنا اور خط لکھتا۔

خاکسار نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ ہر سال جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر قریبًا ہر روز افریقی ممالک سے شرما صاحب سے وفود ملنے آتے اور شرما صاحب کیلئے بہت سے تحائف لاتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے۔ایک دفعہ ایک افریقی مہمان نے خاکسار کو یہ بتایا کہ آپ کے نانا جان کی وجہ سے ہی ہمارا قبیلہ احمدی مسلمان ہے اور آپ لوگوں کو ہم سب بہت دعائیں دیتے ہیں۔

اسی طرح خاکسار جب آکسفورڈ میں ایک کورس کے سلسلہ میں زیرِ تعلیم تھا شرما صاحب کے ہاں رات دیر سے جانے کا موقعہ ملتا۔ایک دفعہ نانا جان بہت شوق سے ہندو چینل پر ہندو مذہب کا بھجن سن رہے تھے۔انہوں نے مجھے بتایا کہ اگر ہمارے والد صاحب نے اسلام احمدیت قبول نہ کی ہوتی تو آج ہم بھی یہ کچھ کر رہے ہوتے۔ساتھ اپنے والد محترم کو بہت دعائیں دیتے جاتے۔

خاکسار کی شادی 2006 میں ہوئی اور جب کبھی اپنی بیگم غزالہ نصرت شرما صاحبہ کے ساتھ شرما صاحب کو ملنے جاتا تو وہ ہمیں بہت دعائیں دیتے اور بہت اصرار کرتے کہ ہم مستقل طور پر ان کے ساتھ رہیں۔وہ ہمیشہ خلیفۃ المسیح کے ساتھ ملاقات کرنے کی تلقین کرتے۔اپنے بچپن کے واقعات بڑے شوق سے سناتے۔عیدین اور دیگر تعطیلات جب آتیں تو شرما صاحب اکثر فون کرتے اور اپنے پاس آنے کو کہتے۔

ایک مرتبہ خاکسار اپنی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں لندن میٹنگ پر آیا اور وہاں

کچھ دن رہنے کیلئے سرکاری ڈیپارٹمنٹ نے رہائش کا انتظام ایک ہوٹل میں کیا تھا۔ وہاں رہنے کے بعد جب خاکسار نانا جان سے ملنے آیا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جب اپنا گھر موجود ہے تو ہوٹل میں کیوں ٹھہرتے ہو۔ اور خاکسار کو بقیہ ایام اپنے گھر میں رہنے کا کو ارشاد فرمایا۔ اسی دن انہوں نے میدانِ عمل کا ایک واقعہ سنایا کہ جب وہ افریقہ میں مقیم تھے کہ ایک دفعہ ملکہ الیز بیتھ (Elizabeth 2) جو موجودہ ملکہ الیز بتھ کی والدہ تھیں، نے جب 1952ء میں افریقہ کا دورہ کیا تو مولانا عبدالکریم شرما صاحب جماعتی وفد کو لے کر اس کے ہاں گئے اور جماعت کے کاموں سے آگاہ کیا۔

مکرم ابراہیم سلیمان کاجیہ صاحب

مجھے مولانا عبدالکریم شرما صاحب سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملا۔ 1953ء میں میرے والد سلیمان کاجیہ صاحب نے آپ سے قرآن خریدا۔ اسوقت شیخ شرما صاحب ممباسہ میں رہتے تھے۔ جمعہ مکانیکا ہلے مبائع تھے اور وہ شیخ شرما صاحب کو ٹاویٹا لائے۔ دیگر اولین مبائعین میں سلیمان کاجیا، جمعہ محمد آف موشی، علی مالیکھو، اثمان باریسنگا اور ان کے بچے۔ میں شیخ شرما صاحب کے پاس ممباسہ 1954ء میں ایک سال رہا۔ آپ کو صاحبِ حکمت پایا۔ آپ نے الڈورو اور کٹوبو میں بہت تبلیغ کی اور کافی بیعتیں حاصل کیں۔ آپ یہاں بکثرت لٹریچر تقسیم کرتے جن میں 'احمدیت کی حقیقت'، 'کشتی نوح'، 'Islamic studies' نیز 'Salat book' شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ایک جید عالمِ دین تھے اور آپ کی خدمات ثمر آور رہوئیں۔

ضمیمہ

تبلیغ کا جوش اور مخالفین کو دعوت مباہلہ

(ڈائری یکم جنوری تا 31 جنوری 1955ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بحضور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدی! شیخ عبداللہ صالح آف زنجبار سال بھر سے ہماری مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ سواحلی ترجمہ القران کی اشاعت کے بعد ان کی طرف سے پہ در پہ مخالفت میں مضامین نکلتے رہے پھر انہوں نے ایک کتابچہ بھی شائع کیا جس میں بعض تفسیری نوٹوں پر جرح قدح کی۔ بعض حوالوں کی عبارت کے متعلق لکھا کہ کتر و بیونت کی گئی ہے اور بعض سرے سے غلط ہیں۔ اصل کتابوں میں یہ مضامین پائے ہی نہیں جاتے۔ بزرگان اُمت پر جھوٹ باندھا گیا ہے کہ وہ کسی نئے نبی کے آنے کے قائل تھے اور لکھا کہ احمدی اگر سچے ہیں تو حکام، قبائل کے چیفوں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور علماء کو مدعو کر کے ایک مجلس قائم کریں اور ان لوگوں کے روبرو مجھے حوالوں کی عبارت دکھائیں۔ انہیں سمجھایا گیا کہ ہم حوالے دکھانے کے لیے ہر وقت تیار ہیں لیکن اُن کی شرطیں لغو ہیں۔ ہمیں کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں وہ خود آئیں اور جسے چاہیں اپنے طور پر خود بلا کر ساتھ لائیں ہمیں کچھ عذر نہیں۔ ایک شخص حوالے دیکھنے کے لیے آئے یا بیس ہزار ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اصل کتابوں میں سے حوالے دکھا دیں لیکن اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے وہ آمادہ نہ

ہوئے۔افریقن قوم شکی مزاج ہے اُن کے اس پروپگنڈا کی وجہ سے افریقن قلوب میں شبہات بڑھ رہے تھے۔ بالآخر ہماری طرف سے اشتہار دیا گیا کہ ہمارے درج کردہ حوالے بالکل درست ہیں شیخ عبداللہ بہانوں سے حوالے دیکھنے سے گریز کررہے ہیں ہم ہر وقت تیار ہیں کہ اُنہیں حوالے دکھائیں لیکن اگر وہ مقابل پر آنا نہیں چاہتے تو آخری طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ حلف اٹھائیں کہ قران کریم کے نوٹوں میں بہت سے حوالوں کی عبارات بالکل غلط لکھی گئی ہے اور اصل کتاب میں نہیں پائی جاتی اگر میں اس اعلان میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالی کا عذاب ایک سال کے اندر اندر مجھے ہلاک کر دے ہماری اس دعوت کو اس نے قبول کرلیا ہے۔شاید اللہ تعالی اس ملک کے لوگوں کو نشان دکھانا چاہتا ہے .14 جنوری کے Mongoze اخبار میں اُس نے ہماری طرف سے تجویز کردہ الفاظ میں قسم اٹھالی ہے اس قسم کا فی الحال فوری اثر یہ پڑا کہ یہ شیخ عبداللہ صالح سچا ہی ہے تبھی تو اس نے قسم اٹھائی ہے۔لوگ اب انتظار میں لگ گئے ہیں کہ دیکھیں اس کے ساتھ اس قسم کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔افریقن قوم قسم کی ویسے بھی بڑی اہمیت دیتی ہے۔اخبارات میں عبداللہ صالح کی حمایت میں خطوط شائع ہو رہے ہیں کہ وہ رسول کریم ﷺ کی عزت کے لیے لڑ رہا ہے۔ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ اسے حفاظت سے رکھے گا اور اس قسم کا وبال قادیانیوں پر پڑے گا وغیرہ وغیرہ۔غرض پیارے آقا لوگوں کی نظریں اب عبداللہ صالح کے انجام کی طرف لگ گئی ہیں۔اس لیے التجا ہے کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صداقت کی تائید میں نشان دکھائے۔اللّٰھم آمین۔

پیارے آقا عرصہ زیر رپورٹ میں چیدہ چیدہ 42 اشخاص سے ملاقات کر کے پیغام حق پہنچایا گیا گورنمنٹ دفاتر کے کلرک ،اسٹیشن ماسٹر،محکمہ پولیس کے بعض افراد،

ایک میمن مسلمان کوخصوصیت سے تبلیغ کی گئی۔ بوہرہ قوم کے عامل صاحب کے ہاں دو دفعہ گیا۔ دوستانہ گفتگو ہوئی۔ اُنہیں حضور کے تازہ خطبات پڑھنے کے لیے دیے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کے امام کے خطبات میں بعض بہت اچھے مضامین ہوتے ہیں جو مَیں اپنے خطبات میں اپنی جماعت کے لوگوں کو سناتا ہوں۔ اسی طرح گورنمنٹ سکول Ifonda (افونڈا) اور گورنمنٹ سکول Congwa (کونگوا) کے دس طلباء کو تبلیغ کی اور لٹریچر پڑھنے کے لیے دیا۔ ایک اثنا عشری نوجوان قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ولایت جارہے تھے۔ اُنہیں راستہ میں پڑھنے کے لیے انگریزی لٹریچر دیا۔ لندن مشن کا پتہ بھی انہیں دیا گیا۔ بعض افریقن نوجوانوں کو ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' انگریزی ''نظام نو'' اور'' دیباچہ تفسیر القران'' انگریزی پڑھنے کے لیے دیا۔ شہر میں گھوم پھر کر اشتہار تقسیم کیے۔ زنجبار کے چیدہ چیدہ 50 اشخاص کو بذریعہ ڈاک لٹریچر بھجوایا۔ بعض کی شکریہ اور تعریفی چٹھیاں آئیں۔ پچھلے دو ماہ سے ہمارے سواحیلی اخبار Mapenziya Mungua میں بہائیت کے متعلق مضامین چھپتے ہیں۔ جن کی وجہ سے بہائیوں میں تشویش پیدا ہے۔ بہائی مبلغ اپنی میٹنگوں میں ان مضامین کے متعلق کہتے ہیں کہ سب باتیں جھوٹی ہیں۔ بعض افریقن بہائی نوجوان مجھے ملے۔ مَیں نے ان کو حوالوں کی اصل عربی اور فارسی عبارات لکھ کر دی اور کہا کہ تم اپنے مبلغین کے پاس لے جاؤ۔ اگر وہ ان حوالوں کا انکار کرے تو آپ ایک مجلس قائم کریں۔ مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے تیار ہوں کہ ان کی مہیا کردہ اصل کتب میں سے یہ حوالے نکال کر دکھاؤں۔ ابھی تک بہائی مبلغین کی طرف سے جواب میرے پاس نہیں آیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ پچھلے ہفتہ بہائی مبلغ مسٹر جلال نیروبی بغرض مشورہ گئے ہیں۔

Mr. Kibbyahایک تعلیم یافتہ عیسائی نوجوان جو سرکاری ملازم ہیں اور کچھ عرصہ سے بہائیوں کے زیر اثر تھے خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ان کا بیعت فارم حضور کی خدمت میں پیش ہے۔انہوں نے حضور کے انگریزی تصانیف احمدیت یعنی حقیقی اسلام، نظام نو، دیباچہ قرآن کریم انگریزی، اسی طرح کشتی نوح سواحیلی مطالعہ کر لی ہیں۔اچھے سمجھدار ہیں۔نماز یاد کر لی ہے۔روزانہ یسرنا القرآن پڑھنے آتے ہیں۔حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں استقامت دے اوران کے وجود کو سلسلہ کے لئے مفید بنائے۔دارالاسلام کی جماعت میں چونکہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے چند افریقن نوجوان بھی شامل ہیں اور پاکستانی بھی اس لیے ایک ہفتہ خطبہ جمعہ سواحیلی زبان میں پڑھا جاتا ہے اور ایک ہفتہ اردو میں۔ایک میٹنگ اور خطبہ جمعہ میں احباب کو تحریک جدید کے وعدے لکھوانے کی تحریک کی۔احباب وعدہ لکھوا رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ سیکریٹری مال صاحب جلد لسٹ حضور کی خدمت میں بھجوا دیں گے دارالسلام میں پچھلے تین چار ماہ سے مخالفت زیادہ ہے۔پولیس نے گزشتہ ہفتے ایک پنجابی مسلمان اور بعض افریقن سرغنوں کو بلا کر تنبیہ کی ہے۔پچھلے ہفتے سے لڑکے پتھر نہیں پھینکتے البتہ کہیں کہیں لڑکوں کی ٹولیاں آوازیں کستی ہیں۔

دارالسلام کی مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ جمع کرنے کے لیے اس وقت خاکسار سفر پر نکلا ہوا ہے۔حضور سے کامیابی کے لیے دعا کی درخواست ہے اپنے لیے بھی عاجز دعا کی درخواست کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔آمین

والسلام حضور کا خادم خاکسار

عبدالکریم شرما

والد صاحب حضرت عبدالرحیم شرما صاحبؓ کی وفات پر وکالت التبشیر کو خط

بخدمت محترم وکیل التبشیر صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

والد صاحب کے وصال کے متعلق آپ کا تعزیتی تار موصول ہوا۔ جزاکم اللہ۔

والد صاحب مرحوم نے کبھی مجھے اپنے متعلق فکر پیدا کرنے والی اطلاع دینا پسند نہیں کی۔ جب بھی دوسرے ذرائع سے مجھے ان کی حالت کے متعلق اطلاع ملتی تو خاکسار کے لکھنے پر فوراً تسلی دیتے رہے اور ہمیشہ لکھتے رہے کہ آپ دلجمعی سے خدمت کرتے رہیں اسی میں ہماری خوشی ہے۔ دوسروں کو بھی منع فرماتے رہے کہ اس کی طبیعت حساس ہے اسے گھر کے متعلق کوئی فکر والی بات نہ لکھا کریں لیکن دس بارہ روز ہوئے والد صاحب کا خط مجھے ملا۔ جو آپ کا آخری خط تھا اس میں آپ نے یہ فقرہ بھی لکھا کہ اُمید ہے آپ بھی جلد آنے کی تیاری میں مصروف ہوں گے۔ تاہم پھر اپنی زندگی میں آپ کو دیکھ لیں۔ اس فقرہ کے نیچے آپ نے خط کھینچا ہوا تھا چونکہ یہ خلاف معمول بات تھی اور آپ کی طبیعت کو میں سمجھتا تھا اس لیے میرے دل میں تشویش پیدا ہوئی اور اسی وقت میں نے تسلی کا خط لکھا اور عرض کیا کہ قرآن کریم کی طباعت کا کام ختم کر کے انشاء اللہ جلد حاضر خدمت ہوں گا اور خط میں اپنا ایک فوٹو بھی ڈال دیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرا یہ خط آپ کو ملا بھی ہے یا نہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری پھر ملاقات نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور اپنی آغوش رحمت میں لے اور مجھے اس قابل بنائے کہ ان کی خواہش کے مطابق خدمت

کرسکوں اور قیامت کے روز ان کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل ہوسکوں۔

آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی حضرت والد صاحب کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ

خاکسار عبدالکریم شرما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دارالاسلام 14 دسمبر 1955ء (پندرہ روزہ ڈائری)

بحضور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی عفاہ اللہ وایدّہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے آقا دوافریقن مسلمانوں کے بیعت فارم حضور اقدس کی خدمت میں پیش ہیں۔ ان کی استقامت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ نیز اپنے لیے بھی دعا کا ملتجی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کمزوریوں کو دور فرمائے اور جوش و اخلاص اور صحیح رنگ میں کام کرنے کی توفیق دے آمین۔

(1) سیدی! عرصہ زیر رپورٹ میں زیادہ تر مسجد دارالسلام کی تعمیر کے سلسلے میں فراہمی چندہ کی کوشش رہی۔ محترم شیخ مبارک احمد صاحب دارالسلام تشریف لائے ان کی معیت میں بھی ان کے واقف کاروں سے چندہ لینے کی کوشش کی۔

(2) دارالسلام کے ایک قبرستان میں احمدی اور غیر احمدی سب میتیں دفن کرتے تھے۔ گزشتہ سال محترم نذیر احمد ڈار صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب نے اپنی بچیوں کی قبروں پر کتبے نصب کروائے تو غیر احمدیوں نے اعتراض اٹھائے اور ہمیں نوٹس بھیجا۔ جس کا مناسب جواب دے دیا گیا۔ بات ختم ہوگئی تھی لیکن گزشتہ ہفتہ پھر انہوں نے

شرارت کی اور بزور کتبے اتار دیے۔ مرزا صاحب اور ڈار صاحب کی طرف سے پولیس میں رپورٹ کی گئی۔ خاکسار بھی پرسوں سپریٹنڈنٹ پولیس کو ملا۔ انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ دو جماعتوں کے درمیان ہے اور سیاسی نوعیت کا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا تصفیہ ہائی لیول High Level پر ہو۔ آپ کمیشن آف پولیس سے ملیں۔ چنانچہ کمشنر کو چٹھی لکھی گئی۔ ان کی طرف سے ابھی ہم کو جواب نہیں ملا۔ اس قسم کے تناظر سے بچنے کے لیے جماعت نے مناسب خیال کیا کہ اپنا قبرستان لے لیا جائے۔ اس غرض کے لیے خاکسار ڈائریکٹر آف ٹاؤن پلاننگ کو ملا۔ اور انہیں اپنی تکلیف بتائی انہوں نے بہت ہمدردی کی اور کہا کہ مَیں ایک ہفتہ تک آپ کو کوئی مناسب جگہ تجویز کر کے اطلاع دوں گا۔ پھر آپ کو اگر وہ جگہ پسند ہوئی تو آپ اس کے حصول کے لیے لینڈ آفس میں درخواست کر دیں۔

(3) Tanganyika Standard اس ملک کا اہم اخبار ہے۔ گزشتہ دنوں ایڈیٹر نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے جنوبی افریقہ سے نکلنے والے رسالہ Muslim Digest مسلم ڈائجسٹ کی تعریف میں ایک نوٹ لکھا۔ جس میں اس کے اغراض و مقاصد کے تحت یہ بھی لکھا کہ یہ رسالہ ڈینجرس کلٹس Dangerous Cults مثلاً قادیانی موومنٹ اور بہائی اور وہابی موومنٹ وغیرہ کا رد کرتا ہے۔ اس کی اس حرکت پر دارالسلام کی جماعت نے ایک چٹھی کے ذریعہ پروٹیسٹ کیا۔ محترم شیخ مبارک احمد صاحب اور دیگر جماعتوں نے بھی پروٹیسٹ کی چٹھیاں بھجوائیں۔ اس سلسلے میں خاکسار جب ایڈیٹر کو ملنے گیا تو وہ بہت ندامت کا اظہار کرنے لگا اور کہا کہ نادانستہ طور پر اس سے یہ حرکت ہوئی ہے کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ قادیانی موومنٹ سے مراد احمدیہ جماعت ہے ورنہ احمدیہ جماعت کو تو وہ جانتا ہے وہ نہایت خوبی سے مشرق و مغرب میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے

۔میں آج اپ کو اس غلطی پر افسوس اور معذرت کی چھٹی بھجوا رہا تھا۔ مَیں نے کہا کہ معذرت کی چٹھی کی تو ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہماری جماعت تبلیغی جماعت ہے۔ آپ کے اس نوٹ سے ہماری جماعت کی نیک نامی پر دھبہ لگا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اس کا موثر تدارک ہو۔ کہنے لگا کہ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کس طرح چاہتے ہیں کہ اس کا ازالہ کروں۔ مَیں نے کہا کہ ابھی جو خیالات آپ نے ظاہر کیے ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آپ انہیں اخبار میں شائع کریں۔ کہنے لگا بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے حسب منشا نوٹ شائع کر دیا اور ہمارے پروٹیسٹ کے خطوط بھی شائع کیے۔ حضور کا تذکرہ بھی ان سے ہوا ''نظام نو'' کتاب اور دیگر لٹریچر انہیں پڑھنے کے لیے دیا اور بعد میں انہوں نے شکریہ کی چٹھی بھی لکھی کہ آپ نے بہت جلد میری غلطی سے مجھے آگاہ کیا۔

(4) گزشتہ ہفتہ پاکستان کے نئے کمشنر دارالسلام میں آئے۔ پاکستان سوسائٹی جس کی مینیجنگ کمیٹی میں خاکسار بھی ہے کہ زیر اہتمام انہوں نے لیکچر دیا اور زور دیا کہ پاکستانیوں کو چاہیے کہ وہ افریقن مسلمانوں سے تعلقات بڑھائیں اور تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دیں ان کی خواہش پر اگلے روز ان سے ملنے گیا جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے انہیں واقفیت بہم پہنچائی۔ سواحیلی اور انگلش لٹریچر جو ہم نے اب تک شائع کیا ہے انہیں دکھایا۔ لٹریچر کی ایک ایک کاپی انہوں نے مجھ سے لے لی۔ مسئلہ کشمیر کے متعلق ہندو پروپگنڈا کے ازالہ کے لیے ہم نے سواحیلی زبان میں جو پمفلٹ شائع کیا تھا وہ بھی انہیں دیا۔ سواحیلی ترجمہ قران کریم کے متعلق کہنے لگے مَیں چاہتا ہوں کہ افریقن میں مفت تقسیم ہو۔ اس کے لیے وہ کہتے تھے کہ مَیں کوشش کروں گا۔ آپ شیخ مبارک احمد صاحب کو لکھیں کہ میرے نیروبی پہنچنے پر وہ مجھ سے ملے۔

ملکی حالات پر بھی ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی اور ہندوؤں کی طرف سے سواحلی زبان میں شائع کردہ لٹریچر مثلاً گاندھی جی زندہ باد، گاندھی جی کے لیکچر اور پنڈت جواہر لال نہرو کی خودنوشت سوانح کا سواحیلی ترجمہ انہیں دکھایا اور انہیں بتایا گیا کہ مسلمانوں کے نسبت ہندوؤں کا اثر افریقن پر زیادہ کیوں ہے۔اس کی دو بڑی وجوہات ہیں اوّل یہ کہ ہندو تعلیم یافتہ لوگ لوگوں اور افریقن Intelligentisia میں کام کرتے ہیں۔ بہت سے افریقنوں کو وظائف دے کر انہوں نے ہندوستان تعلیم کے لیے بھجوایا ہے اور ان باتوں کی وہ تشہیر بھی خوب کرتے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی نظریں ان کی طرف اٹھتی ہیں۔مسلم ویلفیئر والوں نے اگرچہ کئی لاکھ شلنگ (shilling) افریقن مسلمانوں کو خرچ کیا ہے لیکن اس کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ روپیہ بڑی بڑی مساجد بنانے پر خرچ کرتے ہیں یا مولود کے موقع پر تواضع کرنے پر۔حالانکہ مسلمانوں کی حقیقی ضرورت بڑی بڑی مساجد نہیں ہے بلکہ ان کی بڑی ضرورت تعلیم ہے۔افریقن مسلم اکثر ناخواندہ ہیں۔عیسائی تعلیم یافتہ ہیں۔ملک انگڑائیاں لے رہا ہے کسی بھی وقت اس نے کروٹ لینی ہے۔کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے افریقن قوم میں کثرت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان پیدا ہو جائیں۔میں نے انہیں بتایا کہ اس وقت مکرے رے کالج میں 300 کے قریب طلباء ہیں جن میں صرف سات مسلمان ہیں۔مسلم ویلفیئر والے ہماری بات تو سنتے نہیں۔آپ کوشش کریں کہ ان کی توجہ افریقن کو تعلیم دلانے کی طرف ہو جائے۔مسلمان طلباء کو وظائف دے کر مکرے کالج میں بھجوائیں اور ہوشیار طلباء کو ولایت اور پاکستان تعلیم کے لیے بھجوائیں۔کہنے لگے پاکستان کس قسم کے طلبہ جا سکتے ہیں وہاں کی زبان اردو ہے۔مَیں نے کہا سینئر 20 طالب علم وہاں بھجوائے جائیں۔ان کا

لجوں میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں یا بہت چھوٹے بچے جو شروع سے ہماری اردو کی تعلیم حاصل کریں۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ ہم نے تین طالب علم پاکستان بھجوائے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں آپ سے اس بارے میں پوری کوشش کروں گا۔

دوسری وجہ ہندوؤں کے اثر کی یہ ہے کہ وہ موقع پر ہوشیاری سے افریقن National Aspirations کے حوصلہ افزائی اور تائید کرتے ہیں اور انہیں ابھارتے ہیں اور خفیہ طور پر ان کی سوسائٹیوں کی مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ مسلمان ایسا نہیں کرتے۔ وہ افریقن کی ایسی تحریکوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور حکومت کی طرف داری کرتے ہیں۔ جس کا بڑا اثر افریقن قلوب پر پڑتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ اب تو آنے والے خطرہ کو چرچ بھی بھانپ رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ماہ براعظم افریقہ کے مختلف چرچوں کے نمائندگان کی کانفرنس ٹانگانیکا میں اس غرض سے ہوئی ہے کہ افریقہ میں نیشنلزم کا سیلاب جو تیزی سے امنڈا چلا رہا ہے اور جس کے نتیجہ میں چرچ کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس کے مقابلہ کے لیے تدابیر سوچیں۔ اکثر مقررین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ افریقہ کو عیسائی بنانے میں ابتدا میں چرچ کو جو محنت اٹھانی پڑی اس سے کہیں کٹھن کام چرچ کو اب یہ آ پڑا ہے کہ وہ کس طرح افریقن کو عیسائیت پر قائم رکھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی تدبیر نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ افریقی لوگ یا تو اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ جائیں گے یا پھر اسلام کے آغوش میں چلے جائیں گے۔

حال ہی میں اینگلیکن چرچ کے ایک پادری نے کتاب شائع کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ چرچ اب دوراہے پر کھڑا ہے اس نے اب فیصلہ کرنا ہے کہ کس راہ پر گامزن ہو۔ اگر گورنمنٹ کی تائید کرتا ہے تو یسوع مسیح کا نام افریقہ سے مٹتا ہے اور اگر یہ یسوع مسیح کی

عزت اوران کے نام کی سربلندی مقصود ہے تو بہر حال چرچ کو گورنمنٹ کے تائید چھوڑنی پڑے گی۔ مَیں نے کہا اگر اینگلیکن ایسا چرچ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ مسیح کی خاطر ہمیں افریقن کا ساتھ دینا چاہیے تو مسلمانوں کے لیے تو اور بھی ضروری ہے کہ وہ مناسب حد تک افریقنوں کو National Aspirations کی تائید کریں ورنہ کینیا کے بعض قبائل میں جو کچھ ہو رہا ہے وہیں ہر جگہ ہونے لگے گا کہ وہ باہر سے آئے ہوئے ہر مذہب کا بائیکاٹ کرنا چاہتے ہیں اور اپنے نئے مذاہب بنانے پر تلے ہیں۔

تبلیغ کے معاملہ میں مَیں نے انہیں بتایا کہ بڑی روک یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا سلوک افریقیوں سے اچھا نہیں ہے۔ حال ہی میں ایک پادری نے مشرقی افریقہ کے مسلمانوں پر ایک کتاب لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اخوت اسلامی ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ ہی لوگوں کے قلوب کو کھینچتی رہی ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ جہاں تک مشرق افریقہ کا تعلق ہے اخوت اور مساوات اسلامی کا پروپگنڈا افریقن قلوب کو اپیل نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ہندوستانی مسلمانوں کی جتنی بھی جماعتیں ہیں ان کا دائرہ نظر تنگ ہے۔ وہ افریقنوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ عربوں کی طرح وہ افریقنوں کو اپنی سوسائٹی میں جذب نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے اسلامی مساوات کا پروپگنڈا یہاں بے اثر ہے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ آپ اس نقص کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

ایک بات ان کے سامنے یہ رکھی کہ اس ملک کی آبادکاری ترقی اور بہبود میں ہندوستانیوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ جس زمانے میں یہاں نہ ریلیں تھیں، نہ موٹریں۔ ہندوستانی آئے ملک کے ہر حصے میں پھیل گئے۔ آٹھ آٹھ سو میل کا سفر پیدل کیا اور ہر جگہ چھوٹی چھوٹی دکانیں کھولیں۔ ننگے افریقینوں کو کپڑے پہنائے۔ ریلوے لائن ہندوستانی

مزدوروں نے بچھائی۔ بڑے بڑے شہر اور قصبے ان کی کوششوں کے نتیجے میں بنے۔ افریقن کو صنعت کار بنایا۔ درزی، معماری، نجاری، ڈرائیوری غرض کے ہر قسم کا کام ہندوستانیوں نے سکھایا لیکن آج ان کی اس محنت کا ذرہ بھی اثر افریقن پر نہیں ہے۔ وہ ہندوستانیوں کو غاصب سمجھتے ہیں اور یورپینوں کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ مَیں نے کہا ابھی پُرانے پُرانے ہندوستانی بہت سے اِدھر اُدھر بکھرے پڑے ہیں جنہوں نے یہاں پیدل سفر کی اور محنتیں اُٹھائیں۔ ان سے دریافت کر کے ان ہندوستانی Pioneers نے افریقہ کے ترقی میں جو کچھ کیا ہے اس کا ریکارڈ جمع کیا جائے اور پھر سواحیلی اور انگریزی میں شائع کیا جائے اور افریقن کو بتایا جائے کہ ہندوستانیوں نے اس سے کیا لیا اور کیا کچھ دیا اور یہ کہ آئندہ دونوں نسلیں مل کر کس طرح کام کر سکتی ہیں۔ کہنے لگے مَیں انشاءاللہ ریکارڈ جمع کراؤں گا۔ میرا ایک انگریز دوست ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ ان کو ولایت سے بلا کر ان کے سپرد یہ کام کروں۔ کہنے لگے مَیں فی الحال ملک کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ بہت جلد پھر ٹانگانکا آؤں گا۔ مَیں چاہتا ہوں کہ دیہات کا دورہ بھی کروں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ مَیں نے کہا مَیں حاضر ہوں۔ جو خدمت ہو سکے گی کروں گا۔ کہنے لگے مَیں دوبارہ آنے سے پہلے آپ کو اطلاع کروں گا۔

سیدی! دعا کے لیے ملتجی ہوں۔ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ بیوی بیمار رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے۔ نیز دارالسلام کی مسجد کے لیے اللہ تعالیٰ تکمیل کے سامان پیدا فرمائے۔ آمین

حضور کا خادم

خاکسار عبدالکریم شرما

P.P Box 376, Drres Salaam T.T B.E.Africa

بقیہ صفحہ نمبر 119

مکرم عبدالکریم شرما صاحب کے میدان عمل میں مصروفیات سے متعلق یہاں بقیہ نقاط موصولہ وکالت تبشیر درج ذیل ہیں۔

سرکاری ملازمین کو تبلیغ، جرنسلٹوں کو تبلیغ، تبلیغی سفر، ذاتی مطالعہ، تقریبا میں شمولیت، دروس قرآن وحدیث، تبلیغی خطوط، مرکز کے خطوط کا جواب، بیعتیں، لٹریچر کے تراجم و اشاعت، قیدیوں کو تبلیغ اور ذاتی کام۔

(بحوالہ پرسنل فائل مولانا عبدالکریم شرما صاحب، ریکارڈ وکالت تبشیر)

اختتامیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب کے پڑھنے والوں پر عیاں ہے کہ مولانا عبدالکریم شرما صاحب نے خدمتِ دین کے میدان میں ایک فعال اور مقبول زندگی گزاری ہے۔آپ نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے ساتھ والہانہ وفا رکھی اور اس کے مقدس مسیح کی جماعت سے اخلاص کا تعلق رکھا۔آپ کا وجود 'تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں' کا مصداق تھا۔عسر و یسر کے حالات میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔اپنے اہل وعیال اور ملک کو چھوڑ کر سالہا سال دور دراز اور افتادہ علاقوں میں خدمتِ دین بجالانا ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جسے یقیناً ہر احمدی قدر اور رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کتاب کی ضخامت کے باوجود آپ کی زندگی کی صرف چند جھلکیاں ہی پیش کی جا سکی ہیں۔اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو اپنے بزرگ نانا جان کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق ملی کہ یہ حالات بہ توفیق اللہ تعالیٰ مرتب کروں گا۔

اس کتاب کے اختتام پر خاکسار اپنے کچھ ذاتی مشاہدات درج کرنا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو جامعہ احمدیہ برطانیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران باقاعدگی کے ساتھ ہر اتوار کو مولانا عبدالکریم شرما صاحب کی زیارت کا موقعہ ملتا رہا۔یہ اللہ تعالیٰ کا محض مجھ پر احسان ہے کہ جامعہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مہربان، دعا گو اور عالم باعمل استاد بھی عنایت فرمایا جن کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کی سعادت ملی اور بہت کچھ سیکھنے اور دیکھنے کا موقعہ ملا۔الحمدللہ۔آپ کی صحبت نے خاکسار کے دل پر ایک بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔بے شک آپ خدا تعالیٰ سے گہری محبت رکھنے والے ایک نہایت ہمدرد اور شفیق بزرگ تھے۔آپ کی طبیعت میں انتہائی سادگی تھی۔خدا

دادرعب آپ کو حاصل تھا۔اسی طرح سوال و جواب کا آپ کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ کوئی بھی سوال ہوتا اس کا آپ انتہائی عمدہ انداز میں جواب دیتے۔بعض اوقات خاکسار کے ساتھ دیگر طلبہ بھی ملنے کیلئے آتے تو سوال و جواب کی محفل لگتی۔آپ اس بات کو بہت پسند فرماتے کہ لوگ آپ سے سوال کریں۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا علم انتہائی گہرا اور وسیع تھا۔آپ باقاعدگی کے ساتھ الفضل اور دیگر جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کرتے۔ آپ کی ذاتی لائبریری گھر میں موجود تھی جس میں کئی نادر کتب شامل تھیں۔

نانا جان نہایت مہمان نواز تھے۔خاکسار کو تو اپنے گھر کا ہی ایک فرد سمجھتے اور ہر طرح سے خیال رکھتے مگر میں نے دیکھا کہ کوئی بھی مہمان آتا تو اس کو چائے، پھل یا کھانا ضرور پیش کرتے۔جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مشرقی افریقہ سے وفود آپ کے گھر آتے اور آپ سے ملاقات کیا کرتے تھے۔

خلیفہ وقت کا ذکر نہایت محبت بھرے انداز سے کیا کرتے تھے اور باوجود صحت کی خرابی کے ہمیشہ یہ خواہش رہتی کے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہے۔ جب صحت اجازت دیتی تو مسجد فضل میں جمعہ ادا کرنے کیلئے جاتے اور وہاں اپنے آقا کو اس وقت سلام کرتے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد بیت الفتوح جمعہ پڑھانے کیلئے روانہ ہوتے۔اس وقت آپ کی آنکھوں سے جو اخلاص ٹپکتا تھا اس کا ذکر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کے جنازہ غائب میں بھی فرمایا۔

نانا جان وقف کی اہمیت و برکات کے ایک زندہ نشان تھے۔آپ ہمیشہ اپنے افریقہ میں گذارے ہوئے دور کو خوشی کے ساتھ یاد کرتے۔وہاں رہنے والے لوگوں کی خوبیوں کا ذکر کرتے اور اس خواہش کا اظہار فرماتے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ انہیں میدان عمل

میں جانے کا موقعہ عطا کرے۔آپ اکثر افریقہ میں پیش آنے والے حالات خاکسار کو سناتے جونہایت ایمان افروز اور سبق آموز ہوتے۔آپ بتایا کرتے تھے کہ افریقہ کے لوگ بہت خوش مزاج ہیں اور وہ اکثر تبلیغی گفتگو سننے کیلئے آپ کے گرد دائرہ بنا لیتے۔سوال بہت کیا کرتے تھے اور بسا اوقات گھنٹوں کے حساب سے مجلس لگی رہتی۔آپ اکثر خاکسار کو عمدہ نصائح سے نوازتے۔باجود میری ناتجربہ کاری اور چھوٹی عمر کے آپ ہمیشہ احترام فرماتے اور میرے وقف کے جذبہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔شروع میں میری آواز دھیمی ہوتی تھی تو آپ دور صوفہ پر بٹھاتے اور اونچا بولنے کی مشق کرواتے۔جب میں رخصت پر سویڈن جاتا تو اکثر اداس ہو جاتے اور واپس آنے پر اس کا اظہار بھی فرماتے۔آپ انتہائی سخی تھے اور کھلے دل کے ساتھ تواضع کیا کرتے تھے۔مزاح بھی بہت عمدہ تھا۔آپ کو ہمیشہ اپنے خاندان کی تربیت کی فکر رہتی کہ دین ان میں قائم رہے۔

آپ نے بیماری کا بھی ایک لمبا دور کاٹا مگر ہمیشہ صبر اور حوصلہ کیا۔اور ہر حال راضی برضائے الٰہی رہے۔

آپ کو مناظرہ کا ملکہ بھی خوب آتا تھا اور اکثر دلائل قرآن کریم کی رُو سے بیان فرمایا کرتے۔صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلیل آپ اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے کہ کسی بھی نبی کے حق میں جو بھی دلیل مدّمقابل پیش کرے وہی دلیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت میں پیش کر سکتا ہوں۔اور اگر اس نے کسی نبی کو بلا دلیل مانا ہے تو پھر مرزا صاحبؑ کو بھی بلا دلیل مان لینا چاہئے۔اسی طرح آپ گرجوں میں بھی جا کر تبلیغ کیا کرتے تھے جہاں بائبل کی رُو سے دلائل پیش کرتے۔آپ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ کی خواہش ہوتی کہ لوگ پہلے دوسروں سے سوال کر لیں

تا کہ آخر پر جب آپ کی باری آئے تو آپ سارے سوالوں کا باری باری جواب دے سکیں۔ احمدیہ علمِ کلام کے بارہ میں آپ اکثر فرماتے کہ اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی نہیں کرسکتا۔

میدان عمل کے حالات سناتے وقت آپ بیان فرماتے کہ آپ اکثر تبلیغ پر نکل جاتے تو ساتھ فوجی طرز کا ایک ڈبہ ہوتا جس میں پمپ کرنے والا چولہا، نمک مرچ، چاول اور گھی ساتھ ہوتا۔ جب بھوک محسوس ہوتی تو پکا کر کھا لیا کرتے تھے۔ آپ اکثر جھونپڑیوں میں بھی رہے۔ اگر دور نکل جاتے تو رات کسی سے اجازت لیکر اس کی جھونپڑی میں سو جاتے۔ ایک دفعہ کسی کے برآمدہ کے بینچ پر بھی سوئے۔ اسی طرح آپ اکثر اونچے اونچے پہاڑوں پر چڑھ کر بھی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

عیسائیوں کے خلاف جگہ جگہ جب آپ لٹریچر بانٹتے تو مخالفت بھی ہوا کرتی تھی۔ گرجوں کے پادری حکمرانوں تک شکایات پہنچاتے اور روکیں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ افریقہ میں پادری کثرت سے ہوتے تھے اور وہاں شاندار قسم کے گرجے وہاں تعمیر تھے۔ اس کے باوجود دلائل اور اعجاز کے میدان میں ہمیشہ جماعت احمدیہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کی ایک مثال اس کتاب میں بیان ہوئی جس میں کینیا میں محترم ناناجان مرحوم نے امریکہ کے مشہور عیسائی منّاد اورل رابرٹ (Orel Robert) کو قبولیتِ دعا کا چیلنج دیا جس سے وہ فرار ہوا اور جس کا چرچا وہاں کی اخباروں میں خوب ہوا۔

محترم ناناجان انگریزوں کے اعلیٰ اخلاق کے مداح تھے۔ اکثر ان کی خوبیوں اور احسانات کا ذکر کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر سنایا کرتے:

تاج وتختِ ہند قیصر کو مُبارک ہو مدام

ان کی شاہی میں مَیں پاتا ہوں رفاہِ روزگار

وقف کی زندگی کا بھی ان الفاظ میں ذکر فرماتے کہ واقفین کی زندگی اتنی مزیدار ہے کبھی کوفت ہوتی ہی نہیں ۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا موقع دیا کہ ہمارے آگے بڑے بڑے لوگ سر جھکا دیتے ہیں بیشک مسلمان ہوں یا کوئی اور ہوں ۔بعض دفعہ یو این او میں مجھے بلایا جاتا جہاں کیتھولک کی اکثریت ہوتی تھی جب سوال و جواب ہوتا تو میرا جواب سن کر لوگ بے ساختہ تالیاں بجا دیتے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے ایک نہایت فعّال زندگی خدمتِ دین میں گزاری۔آخری عمر میں بھی صحت کی خرابی کے باوجود یہی خواہش رہی کہ کچھ نہ کچھ خدمت کا موقعہ ملتا رہے۔ یہ خدمت یقیناً آپ نے اس رنگ میں کی کہ جامعہ احمدیہ کی مختلف تقریبات میں شامل ہو کر ہمارے لئے ازدیادِ ایمان وعرفان کا موجب بنے۔اسی طرح خاکسار کی مسلسل تعلیم وتربیت کی سعی کو بھی ایک دینی فریضہ کے طور پر بجالاتے رہے۔اللہ تعالیٰ آپ پر ہزاروں رحمتیں برسائے اور جنت الفردوس میں اپنے حضور جگہ دے۔آمین

Timeline

Maulana Abdul Karim Sharma sahib

(1918–2013)

1918: Born in Qadian on 26th May

1939: Maulvi Fazal Exam

1942: Matriculation

1942-46: Military Service

1946: Appointed in Africa on 5th March

1948: Journey by ship to Mombasa (1st January)

1948-50: Served in Taborah, Arusha and Luanda (Tanzania)

1950-52: Served in Nakisanja (Uganda) and Nairobi, Nyanza Province,Asembo Bay (Kenya)

1952-54: Served in Meru (Tanzania), Isiolo (Kenya), Arusha, Tanga and Tabora (Tanzania)

1954: Moved to Dar es Salam (Tanzania)

1956: Returned to Pakistan on leave in November

1957: Appointed again in East Africa in September

1957-61: Served in Mombasa (Kenya)

1961: Appointed as Amir & Missionary-in-charge Uganada, stationed in Jinja

1965: Returned to Pakistan on leave. Took part in Khilafat Election Committee

1966: Back in Uganda

1969: Came to Pakistan on leave in September

1969: Appointed as Amir & Missionary-in-charge of Kenya, moved to Nairobi

1971: Returned to Pakistan, served as Qaid Isar, Majlis Ansarullah Markaziyya

1973: Sent to Dar es Salam (Tanzania) in November, served for a year

1974-77: Appointed as Amir & Missionary-in-charge Kenya

1978: Moved to United Kingdom in July

1979: Retired. Served several years in National Amila of the United Kingdom

1997: Life at home

2006-2012: Khaksar (author), being a student of Jamia Ahmadiyya UK, remained in the blessed company of Maulana Abdul Kareem Sharma.

2013: Demise on 23rd June

فہرست مضامین مولانا عبدالکریم شرما صاحب

مولانا عبدالکریم شرما صاحب کے کچھ شائع شدہ مضامین جو برآمد ہو سکے مع تاریخ بغرض ریکارڈ درج کئے جا رہے ہیں:۔

1۔حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورِ خلافت کے چند اہم واقعات

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ 26دسمبر 1939ء)

2۔حضرت مسیح ناصریؑ کی الوہیت کے متعلق ایک عیسائی کے بعض شبہات کا ازالہ

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ 31و17 شہادت ھش1319)

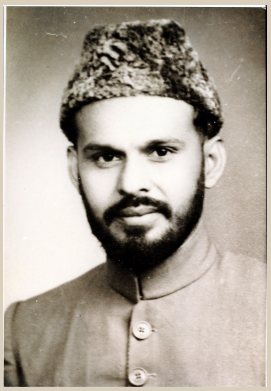
3۔نبوت کی تعریف کیا ہے؟

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ 25و26 ستمبر 1940ء)

4۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سچ اور راست گوئی کے متعلق

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ 27مارچ1942ء)

MAULANA ABDUL KAREEM SHARMA



This is the biography of Maulana Abdul Karim Sharma sahib, missionary of the Ahmadiyya Muslim Jama'at. He was born in Qadian on the 26th of May 1918. He passed away in 2013. Maulana Abdul Karim Sharma sahib served as a missionary for almost three decades in East Africa (Kenya, Tanzania and Uganda). He lived for a long period of time in the United Kingdom and served there in the National Amla of the Jama'at.

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) commended his services in the Friday sermon dated 12th of July 2013 and stated:

"Thus, all missionaries should inspire their thoughts in this manner. This should be their desire for service, their passion, and their prayer to Allah Almighty. May Allah enable all missionaries to fulfil their life devotion (Waqf) with loyalty and elevate the status of Sharma sahib as well."

The biography is written in Urdu by Kashif Mahmood Virk, a missionary currently serving in Stockholm, Sweden. He is the grandson of Maulana Abdul Karim Sharma sahib.

HAYAT-E-KARIMI

Biography of

Maulana Abdul Karim Sharma

by

Kashif Mahmood Virk